نایاب جامع نوٹس

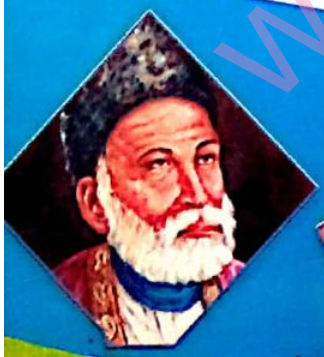
# سرمایہ اردو

## برائے سیکنڈ ایئر 12


مؤلف

پروفیسر احمد حسین

گورنمنٹ ڈگری کالج ثمر باغ





رابطہ نمبر: 0300-9015577



www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

نایاب جامع نوٹس

# سرمایہ اردو

برائے سیکنڈ ایئر


مؤلف

پروفیسر احمد حسین

گورنمنٹ ڈگری کالج ثمر باغ


**Rs. 140/-**


رابطہ نمبر

0300-9015577



www.perfect24u.com

www.perfect24u.com Scanned with CamScanner

# فہرست


| نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|
| 1 | حصۂ نثر بمعہ مشقی سوالات | 3 |
| 2 | حصۂ نظم بمعہ مشقی سوالات | 141 |
| 3 | حصۂ غزل بمعہ مشقی سوالات | 186 |
| 4 | نثری اسباق کے خلاصے | 219 |
| 5 | نظموں کے خلاصے | 241 |
| 6 | نثر نگاروں کے حالات زندگی اور تنقیدی نوٹ | 246 |
| 7 | شعراء کی حالات زندگی اور تنقیدی نوٹ | 263 |
| 8 | حصۂ گرائمر | 278 |
| 9 | آپ بیتی | 286 |
| 10 | مضامین | 295 |




# حصہ نثر بمعہ مشقی سوالات

## سبق ''مسلمانوں کا قدیم طرز تعلیم''

(شبلی نعمانی)

### مشکل الفاظ اور معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| نیچرل | قدرتی | فہم | سمجھ | دسترس | قابو |
| نحو | گرامر | فقہ | قانون شریعت | اسماء الرجال | مشہور معروف لوگ |
| سررشتہ | محکمہ، دفتر | اوپری | بے فائدہ | چنداں | کوئی خاص |
| مرو | ایران کا ایک شہر | فیاضی | سخاوت | قصر و ایوان | محل |
| تخت گاہوں | حکومتوں | تاتار | منگول حکمران | غارتگری | لوٹ مار |
| مجتہدین | اجتہاد کرنے والے | ہم عصر | ہم زمانہ | تخمینہ | اندازہ |
| لکچر | تقریر | لائف (Life) | زندگی | نظیر | مثال |
| تصفیہ | فیصلہ | اجمالی | مختصر | ہنوز | ابھی تک |
| لہو | خون | عجمی | غیر عرب | مقید | بند |
| کثیر الاشغال | بہت زیادہ مصروف | پایہ شناس | مرتبہ شناس | ابتر | بری حالت |


www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| موشگافی | باریک بینی | آرٹیکل | پیراگراف | کلیتاً | سارے کا سارا |
| سلف | بزرگ | مفاخر | قابل فخر | | |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

اس دور میں تعلیم کا مستند طریقہ وہی تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور امالی کے نام سے مشہور ہوتی تھی۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ''مولانا شبلی نعمانی'' کے مضمون ''مسلمانوں کا قدیم طرز تعلیم'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

145ھ تک تصنیف و تالیف شروع نہیں ہوئی تھی۔علوم کا تعلق زیادہ تر حافظہ سے تھا۔تعلیم کا دوسرا دور وہ ہے۔جب مسلمانوں نے سندھ فتح کیا۔لیکن اس دور میں بھی تعلیم کا باقاعدہ انتظام نظر نہیں آتا۔سندھ سے نیکر حجاز تک اور مصر سے لیکر اندلس تک لاکھوں تعلیمی ادارے موجود ہیں۔لیکن ان میں حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں۔مسجدوں، خانقاہوں اور علماء کے ذاتی مکانات میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ڈاکٹر سپرنگر کے مطابق پانچ لاکھ مشہور و معروف عالم درس و تدریس کا کام کرتے تھے۔درس کے بعض حلقوں میں علامہ ذہبی کے مطابق دس ہزار شاگرد احادیث نبویؐ لکھتے تھے۔اور اس بڑے مجمع میں دو سو امام حاضر رہتے تھے۔

**عبارت کی تشریح:** آج کل مہذب ملکوں میں جس طریقے سے تعلیم دی جاتی ہے۔بالکل اسی طرح اسلامی دنیا میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا۔املا جو تعلیم کیلئے نہایت ضروری اور لازمی چیز ہے۔اور جسے اردو زبان میں لکچر دینا کہتے ہیں۔اسلامی مدرسوں کا ایک خاص جزو تھا۔املا کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا۔کہ اُستاد کسی بلند مقام پر بیٹھ جاتا تھا۔جو عموماً یا تو مسجد کا منبر ہوتا تھا۔یا کسی اونچی جگہ پر رکھی ہوئی کرسی



ہوتی تھی۔اور کسی علم یا فن کے مسائل تقریری انداز میں بیان کرتا رہتا۔طالب علموں کے پاس قلم اور دوات موجود ہوتے تھے۔جو استاد کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو لکھتے جاتے تھے۔اور اسی طرح یہ تمام تحقیقات ہزاروں کتابوں کی شکل میں محفوظ ہو جاتی تھیں۔اور پھر اس سے ایک مستقل کتاب تیار کی جاتی تھی۔اس کتاب کو ''امالی'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

**عبارت نمبر2:**

سلاطین و وزراء تو ایک طرف معمولی سے معمولی رئیس کی خدمت میں سینکڑوں ادیب و فاضل موجود ہوتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ خود صاحب النظر اور نکتہ چین ہیں۔

**حوالہ متن:**

یہ عبارت ''علامہ شبلی نعمانی'' کے مضمون ''مسلمانوں کا قدیم طرز تعلیم'' سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

اعلیٰ تعلیم کیلئے لوگ دور دراز کی سفر کیا کرتے تھے۔اور سفر کی زحمت اُٹھائے بغیر جو شخص عالم فاضل بن جاتا تھا۔لوگوں کو اس کے علم پر شک ہوتا تھا۔علامہ مقری نے خاص کر اُن علماء کا ذکر کیا ہے۔جو سین سے بغداد اور مصر و شام گئے۔یا مصر و شام سے سین میں داخل ہوئے۔اعلیٰ تعلیم کیلئے مناظرہ کی مجلسوں میں شامل ہونا ضروری خیال کیا جاتا تھا۔دینی تعلیم کیلئے صرف و نحو، نعت و معانی اور اسماء الرجال ضروری اجزاء تھے۔تعلیم صرف مسجدوں اور درسگاہوں تک محدود نہ تھی۔بلکہ تمام بڑے لوگ جن میں وزیر، امیر، فوجی افسر اور اہل منصب شامل تھے۔سب درس و تدریس کے کام میں مدد کرتے تھے۔تعلیم میں کسی مقررہ نصاب کی پابندی نہیں تھی۔سینکڑوں ایسے لوگ موجود ہیں۔جو کسی ایک فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔اور دوسرے فن کے ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔جو امراء اور سلاطین علم کی سرپرستی کرتے تھے۔خود بھی تعلیم یافتہ اور پایہ شناس ہوتے تھے۔

**عبارت کی تشریح:** بڑے بڑے امیروں اور بادشاہوں کے درباروں میں اہل علم کی موجودگی ضروری خیال کی جاتی تھی۔بادشاہوں کے علاوہ معمولی رئیسوں کی خدمت میں سینکڑوں اہل علم

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

اکثر حاضر رہتے تھے۔ ان علماء اور فضلاء کو باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اور یہ تنخواہیں اُن کی کسی خدمت کا صلہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ لوگوں میں اُن کی ناموری ذاتی کمال اور قبول عام کی وجہ سے اُن کی تنخواہ اور برتبہ میں بھی زیادہ ہوتا تھا۔ ذاتی لیاقت اور شہرت حاصل کرنے کا شوق عام و خاص میں موجود تھا۔ کتابیں لکھنے کا شوق عام تھا۔ اور کتاب لکھتے وقت تحقیق اور احتیاط ضروری خیال کی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ علم کے قدردانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جو خود بھی صاحب علم اور تنقیدی ذہن رکھتے تھے۔ اسلئے مصنف کو بڑی باریک بینی سے کام لینا پڑتا تھا۔ اور کتاب میں نئے اور اچھوتے مضامین شامل کرتا تھا۔

## مشقی سوالات کے جوابات

### سوال 1: سوالات کے جوابات لکھیں۔

(الف) 145ھ سے پہلے مسلمانوں کا طرز تعلیم کیسا تھا؟

(ب) مسلمانوں کے طرز تعلیم کے دوسروں دور پر روشنی ڈالیں؟

(ج) مسلمانوں کے تیسرے دور تعلیم میں کیا خرابیاں پیدا ہوئیں؟

(د) مسلمانوں کی تعلیم و تدریس کے مراکز کون کون سے تھے؟

### جواب:

(الف) 145ھ سے پہلے علوم کا تعلق زیادہ تر حافظہ سے تھا۔ عام طور پر سند و روایت کا طریقہ رائج تھا۔ تصنیف و تالیف کا رواج نہیں تھا۔ لوگ ہر بات زبانی یاد رکھتے تھے۔ اور حافظے میں محفوظ کر لیتے تھے۔

(ب) تعلیم کے دوسرے دور میں اسلام عرب کے ریگستانوں سے نکل کر ہندوستان اور اندلس پہنچ چکا تھا۔ لیکن اس وسیع و عریض سلطنت میں نہ کوئی یونیورسٹی تھی۔ اور نہ تعلیم کیلئے کوئی حکومتی بندوبست موجود تھا۔ اس کے باوجود تعلیم کے اس دوسرے دور میں اسلامی دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں علوم و فنون کا چرچا تھا۔ عام تعلیم کیلئے ہزاروں مکتب قائم تھے۔ جو زیادہ تر مسجدوں، خانقاہوں اور علماء کے ذاتی مکانات میں قائم کئے گئے تھے۔ ڈاکٹر سپرنگر نے اپنی کتاب میں اس دور کے پانچ لاکھ علماء کا ذکر کیا



ہے۔ جو درس و تدریس میں مشغول تھے۔ علامہ ذہبی کے مطابق ایک ایک درس میں دس دس ہزار طالب علم شرکت کرتے تھے۔

(ج) تیسرے دور میں املا کا طریقہ یعنی لکچر دینا ختم ہو گیا۔ جو فن مقصود بالذات نہ تھا۔ اس میں موشگافیاں ہونے لگیں۔ منطق، نحو اور صرف پر زیادہ زور دیا گیا۔ جس میں لوگوں کی عمروں کا بہت زیادہ حصہ نذر ہو گیا۔ جو اصلی علوم تھے۔ اس کی طرف کم توجہ دی جانے لگی۔ تعلیم کے تیسرے دور میں فنی تعلیم کے بجائے کتابی تعلیم کی بنیاد ڈالی گئی۔ فلسفہ و منطق کی تعلیم گویا مفقود ہو گئی۔

(د) مسجدیں، خانقاہیں، علماء و فضلاء کے مکانات، مسلمانوں کی تعلیم و تدریس کے مراکز ہوا کرتے تھے۔ بعض شہروں میں تعلیم و تدریس کے لئے خاص جگہیں بھی مقرر کی گئی تھیں جہاں علم کے پیاسوں کا ایک مجمع لگا رہتا تھا۔

### سوال 2: خالی جگھیں پر کریں؟

(الف) علوم وہ تھے جن کو ---------- سے زیادہ تر تعلق تھا۔

(ب) مذہبی ---------- کی وجہ سے فلسفہ اور منطق سے ہمدردی نہ تھی۔

(ج) دریائے سندھ کے کنارے تک ---------- حکومت کر رہا تھا۔

(د) مناظرہ کی مجلسوں میں شرکت ---------- کے لیے ضروری تھا۔

(ہ) تیسرے دور نے ---------- تعلیم کی بنیاد ڈالی۔

### جواب:

(الف) علوم وہ تھے جن کو حافظہ سے زیادہ تر تعلق تھا۔

(ب) مذہبی غلط فہمی کی وجہ سے فلسفہ اور منطق سے ہمدردی نہ تھی۔

(ج) دریائے سندھ کے کنارے تک اسلام حکومت کر رہا تھا۔

(د) مناظرہ کی مجلسوں میں شرکت اعلیٰ تعلیم کے لئے ضروری تھا۔

(ہ) تیسرے دور نے کتابی تعلیم کی بنیاد ڈالی۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

**سوال 3: درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں اور معنی لکھیں۔**

معمور، دفعتاً، عجمی، غارت گری، مجتہدین، کثیر الاشغال

**جواب:**

مَعْمُوْر معنی پر۔بھرپور　　دَفْعَتاً معنی اچانک　　غَارَتْ گرِیْ معنی لوٹ مار

مُجْتَہِدِیْن معنی اجتہاد کرنے والے　　کَثِیْرُ الْاَشْغَال معنی بہت زیادہ مصروف لوگ

**سوال 4: موجودہ تعلیمی اور امتحانی نظام کے حُسن و قبح پر مفصل مضمون لکھیں۔**

**جواب: موجودہ تعلیمی اور امتحانی نظام کے حسن و قبح:**

ہمارے ملک پاکستان کا تعلیمی نظام مشہور انگریز ماہر تعلیم لارڈ میکالے کا وضع کردہ ہے۔ انگریزوں نے جب ہندوستان پر باقاعدہ حکومت کا آغاز کیا۔ تو اُنہیں تعلیم یافتہ خدمت گاروں اور کلرکوں کی ضرورت تھی۔ تاکہ اُن کے دفاتر میں فائل ورک کر سکیں۔ چنانچہ اُنہوں نے ملک بھر میں مدارس قائم کئے۔ اور انگریزی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ صرف اس شخص کو سرکاری نوکری ملتی تھی۔ جو انگریزی زبان میں ماہر ہوتا تھا۔ اس طریقہ تعلیم سے انگریزوں نے ہندوستانیوں کی ایک بہت بڑی کھیپ تیار کی جو اُن کے دفتروں میں کلرک اور معمولی ملازم بن گئے۔ آزادی کے بعد پاکستان میں انگریزوں کا وضع کردہ طریقہ تعلیم رائج رہا۔ دنیا کے تمام ممالک میں عصری علوم مادری زبان میں پڑھائے جاتے ہیں۔ لیکن پاکستان میں تمام عصری اور سائنسی علوم انگریزی میں پڑھائے جاتے ہیں۔ جس کے لئے پہلے انگریزی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ اور طالب علموں کی عمریں انگریزی سیکھتے سیکھتے گزر جاتی ہیں۔ اسی فیصد سے زیادہ طالب علم انگریزی کی وجہ سے تعلیم ادھورا چھوڑ کر تعلیم کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ جو طالب علم اعلیٰ تعلیم حاصل بھی کر لے۔ وہ صرف کتابی تعلیم ہوتا ہے۔ جس سے قوم و ملک کی خدمت نہیں کی جا سکتی۔ موجودہ نظام تعلیم سے نہ کوئی قابل ڈاکٹر یا انجینئر بن سکتا ہے۔ نہ قابل ذکر سائنس دان یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے انجینئر ملک کی ترقی کیلئے لوگ بیرون ملک جاتے ہیں۔ جبکہ سائنس کے میدان میں بھی ہمارے سائنس



دانوں نے کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ بجلی کے بحران میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ صنعتیں بند ہو رہی ہیں۔ معیشت کی حالت بہت ابتر ہے۔ ناقص نظام تعلیم ہی کی وجہ سے کرپشن عام ہے۔ دہشت گردی کا دور دورہ ہے۔ سیاست دان پیسہ بنانے کیلئے سیاست کرتے ہیں۔ ہر طرف لوٹ مار اور غارت گری ہے۔

ہمارا امتحانی نظام فرسودہ اور ناقص ہے۔ نقل کی وبا عام ہے امتحانوں کے دوران بوٹی مافیا سرگرم عمل رہتی ہے۔ پورے پورے ہال خریدے اور فروخت کئے جاتے ہیں۔ امتحانی بورڈوں اور یونیورسٹیوں میں سیاسی اور سفارشی لوگ مقرر کئے گئے ہیں۔ جو رقم بٹورنے میں مصروف ہیں۔ اپر چے ایسے افراد سے چیک کروائے جاتے ہیں۔ جو اس مضمون کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ امتحانی نظام پر مخصوص مراعات یافتہ طبقہ قابض ہے۔ جو لوٹ مار اور کرپشن میں ملوث ہے۔

جب تک ہمارا نظام تعلیم ملکی اور قومی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کیا جاتا۔ اور امتحانی کا یہ فرسودہ نظام ختم نہیں کیا جاتا۔ اس ملک میں تعلیمی بحران اسی طرح رہے گا۔ اور سند یافتہ ان پڑھوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

☆.....☆.....☆

## سبق "سقراط"

(مہدی آفادی)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| وحید عصر | زمانے میں یکتا | سونے پر سہاگہ | اعلیٰ سے اعلیٰ ترین | وضع | طریقہ |
| نکتہ سنجی | باریک بینی | ہجو | مذمت، برائی | گردن زدنی | سزائے موت |
| منشا | مقصد | انحراف | روگردانی | حراست | قید، گرفتاری |

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| احباب | دوست | استقلال | ثاقب قدمی | داروغہ جیل | جیل کا نگران |
| خمیازہ بھگتنا | نقصان اُٹھانا | برتاؤ | سلوک | بدمزاجی | بداخلاقی |
| خوگر | عادی | عالی ظرف | وسیع النظر | پس انداز کرنا | جمع کرنا |
| اکتساب علم | علم حاصل کرنا | واجب الرحم | رحم کے قابل | مربی | پرورش کرنے والا |
| جنون | پاگل پن | جمادات | پتھر | | |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

یہ حراست میں لے لیا گیا۔اس کے احباب نے رہائی کی بستری صورتیں نکالیں۔۔۔۔۔۔ اوراپنی جان دے دی۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ''مہدی آفادی'' کے مضمون ''سقراط'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

سقراط یونان کے مشہور حکیم اور فلسفی تھے۔اس کا باپ سنگ تراش تھا۔اس نے بھی سنگتراشی میں مہارت حاصل کی۔لیکن اسے فلسفے کا شوق تھا۔اوراس نے فلسفے کی تعلیم حاصل کی۔اس نے لازمی فوجی تعلیم بھی حاصل کی۔اور جنگوں میں بھی حصہ لیا۔لڑائی کے بعد اس نے اپنا وضع تبدیل کر کے سادگی اختیار کی۔پابندی مذہب کی تاکید کی۔اس کی فلسفیانہ تحریریں شائع ہوئیں۔تو ملک میں بعض لوگوں نے شور مچایا۔اُن کی دلیل یہ تھی۔کہ سقراط نوجوانوں کے خیالات خراب کر رہا ہے۔اور اُنہیں آزادی اور بغاوت پر اُکساتا ہے۔چنانچہ حکومت نے اسے حراست میں لے لیا۔اور سزائے موت کا حکم سنایا۔

**عبارت کی تشریح:** سقراط کی باغیانہ سرگرمیوں اور فلسفیانہ موشگافیوں پر حکومت نے اسے گرفتار کرلیا۔سقراط کے شاگردوں اور دوستوں نے بہت کوشش کی۔کہ اسے کسی طریقے سے رہا کرایا



جائے۔جیل کے نگراں کے ساتھ ساز باز کی گئی۔اور وہ اس بات پر راضی ہوا۔کہ سقراط کو جیل سے فرار کرایا جائے۔مگر جب جیل سے فرار کا منصوبہ سقراط کے سامنے پیش کیا گیا۔تو اس نے اس سے اختلاف کیا۔اور نہایت ثابت قدمی سے کہا۔کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔میں موت سے بھاگنا نہیں چاہتا۔ بالآخر اس کی موت کا دن آ پہنچا۔جیل حکام نے اسے زہر سے بھرا ہوا پیالہ دیا۔اوراس نے خوشی خوشی اور بے تکلف ہونٹوں سے لگا کر غٹا غٹ پی لیا۔اوراپنی جان دے دی۔زہر کا پیالہ پینے سے پہلے کچھ شاگرد اس کے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔اس نے ایک شاگرد سے پوچھا۔تم کیوں رو رہے ہو۔شاگرد نے کہا۔میں اسلئے رو رہا ہوں۔کہ تمہیں بے گناہ مارا جا رہا ہے۔سقراط نے کہا۔پھر تو یہ میرے حق میں بہت بہتر ہے۔اگر میں کسی گناہ کے پاداش میں مارا جاتا۔تو میرا نام مٹ جاتا۔اور مجھے رنج ہوتا۔میں اسلئے خوش ہوں۔کہ ناحق مارا جا رہا ہوں۔''ارے بیوقوف! تو چاہتا ہے۔کہ میں کسی جرم کے پاداش میں ماراجاؤں''۔

**عبارت نمبر2:**

سقراط کی رائے میں موجودہ وقت کو کسی آنے والی دن کی امید پر رائیگاں کر دینا بڑی غلطی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس کا مربی کوئی بدتہذیب اور تاریک خیال آدمی ہو۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس مہدی آدی کے مضمون ''سقراط'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

سقراط یونان کا مشہور فلسفی اور حکیم تھا۔وہ ایک آزاد منش انسان تھا۔پہلے اس نے اپنا آبائی پیشہ سنگتراشی اختیار کرلیا پھر فوج میں شامل ہو کر جنگیں لڑیں۔اور کارہائے نمایاں انجام دیئے لیکن اسے فلسفے کا شوق تھا۔اس کے ہزاروں شاگرد تھے۔جب اس کے خیالات اور نظریات عام ہوئے۔تو حکمران طبقے کو تشویش لاحق ہوئی۔اوراس کی باتوں سے انہیں بغاوت کی بو آنے لگی۔حکومت نے ان پر الزام لگایا۔کہ وہ نوجوانوں کے خیالات خراب کر رہا ہے۔اور اُنہیں بغاوت پر اُکسا رہا ہے۔اسے گرفتار

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ اور مقدمہ چلا کر سزائے موت دے دی گئی۔ اس کی سوانح عمری اُن کے شاگردوں افلاطون اور ذنوفن نے لکھی ہے۔

**عبارت کی تشریح:** سقراط کے خیال میں موجودہ وقت قیمتی ہے۔ اگر تم نے کچھ کرنا ہے۔ تو موجودہ وقت میں کر گزرو۔ موجودہ وقت کو کل کی امید پر ضائع کر دینا حماقت اور نادانی ہے۔ وہ کسی بھی چیز کو ذخیرہ کرنے کے بہت مخالف تھے۔ اس کا نظریہ تھا۔ کہ آنے والے وقت کیلئے کسی چیز کو جمع کر کے رکھنا خودغرضی ہے۔ وہ اسے ایک فضول کام سمجھتا ہے۔ سقراط کے خیال میں علم حاصل کرنے کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ نہ اُس کیلئے کسی خاص عمر کا تعین ہونا چاہیے۔ علم ہر وقت اور ہر عمر میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کتابوں کا مطالعہ ہی وہ واحد طریقہ ہے۔ جس سے انسان دینی معلومات میں اضافہ کر سکتا ہے۔ اور علم کو ترقی دے سکتا ہے۔ کیونکہ کتب بینی ایک ایسا امر ہے۔ جو ہر شخص کے اختیار میں ہے۔ اس میں کوئی شخص مخل نہیں ہو سکتا۔ سقراط جاہل اور ان پڑھ شخص کو قابل رحم سمجھتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ اس شخص کو ہمدردی کے قابل گردانتا ہے۔ جس کا پرورش کرنے والا بدتہذیب آدمی ہو۔ جو تاریک گڑھے میں ڈال رہا ہو۔ تربیت دینے والا اگر تاریک خیال ہے۔ تو تربیت لینے والا بھی لازمی طور پر تاریک خیال ہوگا۔

## مشقی سوالات کے جوابات

### سوال 1: مختصر جواب تحریر کریں؟

(الف) سقراط کے مخالفین نے اس پر کیا الزامات لگائے؟

(ب) سقراط کیلئے کیا سزا تجویز کی گئی؟

(ج) سقراط کے شاگردوں کے نام لکھیں؟

(د) سقراط کی تعلیمات کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں؟

(ہ) سقراط نے کتنے برس کی عمر پائی؟

**جواب:**



(الف) سقراط کے مخالفین نے سقراط پر الزام عائد کیا۔ کہ وہ اپنے فلسفیانہ موشگافیوں سے نوجوانوں کے خیالات خراب کر رہا ہے۔ اُنہیں آزادی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اُن کو حکومت سے بغاوت پر اکساتا ہے۔ نیز وہ نوجوانوں کو والدین کی اطاعت نہ کرنے کا درس دیتا ہے۔

(ب) سقراط کو سزائے موت دے دی گئی۔ اور اس کی جان لینے کیلئے اسے زہر کا پیالہ پیش کیا گیا۔

(ج) سقراط کے شاگردوں کی تعداد بے شمار تھی۔ اُن میں افلاطون، ذنوفن اور ایلیسی بایڈیز قابل ذکر ہیں۔

(د) سقراط کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) موجودہ وقت کو کسی آنے والے دن کی امید پر ضائع کرنا غلطی ہے۔

(۲) کسی بھی چیز کو ذخیرہ کرنا ایک فضول کام ہے۔

(۳) علم ہر وقت اور ہر عمر میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے وقت اور عمر کی قید نہیں۔

(۴) وہ جاہل شخص کو قابل رحم سمجھتا ہے۔

(۵) جس شخص کا تربیت کرنے والا بدتہذیب اور تاریک خیال ہو۔ وہ سب سے زیادہ قابل رحم ہے۔

(۶) انسان کو وسیع النظر ہونا چاہیے۔ دشمن کے ساتھ بھی عزت اور احترام کا معاملہ کرنا چاہیے۔ دشمن کے ساتھ اس حد تک دشمنی کرو۔ کہ اس کی تکلیف سے محفوظ رہ سکو۔

(۷) غیبت کرنے والے اور دوسروں کی برائی کرنے والے شریف نہیں۔ وہ کمینہ ہے۔

(ہ) سقراط نے اکہتر (71) سال کی عمر میں وفات پائی۔

### سوال 2: خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کریں۔

(الف) سقراط کا باپ ایک ---------- تھا۔

(ب) سقراط کے نزدیک کسی چیز کا ---------- کرنا ایک فضول کام ہے۔

(ج) داروغۂ جیل نے سقراط کو ---------- جانے کی ترغیب دی۔

(د) سقراط کی طبیعت نے تیزی کیساتھ ---------- اثر قبول کیا۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(ہ) سقراط ایک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو قابل رحم سمجھتا تھا۔

**جواب:**

(الف) سقراط کا باپ ایک سنگتراش تھا۔

(ب) سقراط کے نزدیک کسی چیز کا پس انداز کرنا فضول کام ہے۔

(ج) داروغۂ جیل نے سقراط کو بھاگ جانے کی ترغیب دی۔

(د) سقراط کی طبیعت نے تیزی کے ساتھ فلسفہ کا اثر قبول کیا۔

(ہ) سقراط ایک جاہل کو قابل رحم سمجھتا ہے۔

**سوال 3: اس مضمون کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔**

**جواب:** اس مضمون کا خلاصہ اسباق کے خلاصوں میں موجود ہے۔

**سوال 4: درج ذیل الفاظ درست اعراب کیساتھ لکھیں۔**

جمادات، پیروی، رشک وحسد، استقلال، ذلت

**جواب:**

**جَمَادَات ، پِیرَوِی ، رَشَکْ وحَسَد ، اِسْتِقْلَالْ ، ذِلَّتْ**

**سوال 5: تحریک پاکستان کے کسی رہنما کی زندگی اور خدمات پر ایک مفصل مضمون لکھیں۔**

**جواب: قائداعظم محمد علی جناح:**

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے مسلمانوں کے عظیم محسن ہیں اس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوں کی غلامی سے نجات دلائی۔

قائداعظم 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک کا امتحان مشن ہائی سکول کراچی سے پاس کیا۔ اور قانون کی تعلیم کیلئے انگلستان چلے گئے۔ اور مشہور درسگاہ لنکن ان سے بار ایٹ لاء کی سند حاصل کی۔ آپ 1894 کو وطن واپس آ گئے۔ اور کراچی میں وکالت شروع کی۔ پھر وہ



بمبئی چلے گئے۔ لیکن وہاں بھی وکالت نہ چل سکی۔ اور سرکاری ملازمت اختیار کی۔ لیکن ملازمت بھی راس نہ آئی۔ اور استعفیٰ دے دیا۔ آپ نے کبھی جھوٹا مقدمہ نہیں لڑا۔ آپ نے زندگی میں ایک مقدمہ بھی نہیں ہارا۔

قائداعظم کو سیاست سے قدرتی لگاؤ تھا۔ 1905ء میں جب مسٹر دادا بھائی نوروجی کانگریس کے صدر بنے۔ تو جناح نے اس کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے کانگریس پارٹی میں شرکت کی۔ 1909ء میں آپ منٹو مارلے اصلاحات کی وجہ سے آپ بمبئی کی طرف سے وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل کے رکن بن گئے۔ جناح کی گرانقدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کانگریس نے بمبئی میں جناح ہال تعمیر کیا۔

قائداعظم نے 1913ء میں مسلم لیگ کی رکنیت حاصل کر لی۔ اور بیک وقت دونوں جماعتوں کے رکن بن گئے۔ عدم تعاون کی تحریک کے دوران چند اصولی اختلافات پر وہ کانگریس سے الگ ہو گئے۔ اور مسلم لیگ کے سازشی اور مادہ پرست عناصر کے رویے سے دل برداشتہ ہو کر انگلستان چلے گئے۔ 1934ء میں علامہ اقبال اور کچھ مخلص مسلمانوں کے مشورے سے وطن واپس آ گئے۔ اور مسلم لیگ کے صدر بنا دئے گئے۔

23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قائداعظم کے زیر صدارت ایک قرارداد منظور کی گئی۔ جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام دیا گیا۔ اس کے بعد قائداعظم نے مسلمانان ہند کیلئے ایک الگ وطن بنانے کے سلسلے میں اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ اور کانگریس کی مخالفت کے باوجود انگریزوں سے ایک آزاد اور مختار وطن کا مطالبہ منوالیا۔ اور آخرکار 14 اگست 1947ء کو قائداعظم کی رن تھک کوششوں پاکستان دنیا کے نقشے پر اُبھر آیا۔ وہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔ اس نے پاکستان کیلئے دن رات کام کیا۔ جس کی وجہ سے اُن کے تپ دق کے مرض میں اضافہ ہو گیا۔ اور کام کی زیادتی نے بالآخر اُس کی جان لے لی۔ وہ 11 دسمبر 1948ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔

**سوال 6: درج بالا رموز اوقاف کو استعمال کرتے ہوئے کم از کم**

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**پانچ جملے لکھیں۔**

واوین (" ") سوالیہ (؟) ندائیہ یا فجائیہ (!)

**جواب:**

(۱) سقراط کا قول ہے "جاہل آدمی واجب الرحم ہوتا ہے" (واوین)

(۲) حدیث نبوی ہے "علم مومن کی میراث ہے" (واوین)

(۳) جمال کیوں روتا ہے؟ (سوالیہ)

(۴) حارث نے امجد کو کیوں مارا؟ (سوالیہ)

(۵) الماس! ذرا پانی دے دو۔ (فجائیہ)

(۶) شاباش مشال! تم نے خوب بیٹنگ کی۔ (فجائیہ)

**سوال 7: دیئے گئے مضمون پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بتائیے کہ مصنف نے کس حد تک سقراط کی شخصیت اور کارہائے نمایاں کا ذکر کرتے ہوئے قارئین کو متاثر کیا ہے؟**

**جواب:** مصنف مہدی آفادی نے اگرچہ ایک بہت ہی مختصر مضمون میں سقراط کی زندگی اور کارہائے نمایاں کا احاطہ کیا ہے۔ لیکن مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اتنا جامع ہے۔ کہ سقراط کی پوری زندگی اور نظریات و خیالات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ مصنف نے سقراط کی ابتدائی زندگی اس کی سنگتراشی اور فوجی خدمات کا بھی اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔ اور اس کی فلسفیانہ موشگافیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کے خیالات اور نظریات کو بھی مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کیا ہے۔ جس سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سقراط کی نظریات جو ہم اس مضمون سے اخذ کر سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔ کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔ اور اسے آزادی کیساتھ زندگی گزارنے کا حق ملنا چاہیے۔ وہ بچوں پر والدین کی بے جا پابندیوں کے بھی خلاف ہیں۔ اور حکومت وقت کے بعض قوانین کا بھی مخالف ہے۔

☆.....☆.....☆



## سبق "فاقہ میں روزہ"

(خواجہ حسن نظامی)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| تاجدار | بادشاہ | کنبہ | خاندان | لونڈی | ملازمہ، کنیز |
| قدیم | دوست | خیر باشد | خیر ہووے | مکدر | پریشان |
| دل بہلانا | دل خوش کرنا | مصاحب | ساتھی | جمگھٹے | ہجوم |
| مراقبہ | سر جھکا کر خاموش بیٹھنا | کل جدید لذیذ | ہر نیا چیز میٹھا ہوتا ہے | زیروزبر ہونا | برباد ہونا |
| ماما گیری | گھریلو ملازمت | واگذاشت ہونا | واپس ہونا | تتلے | ٹکڑے |
| چہل پہل | رونق | سماں | منظر | فلک کے مارے | قسمت کے مارے |
| غدر | جنگ آزادی | مینہ | بارش | ظل سبحانی | بادشاہ |
| کوچ کرنا | روانہ ہونا | رتھ | تانگہ | جولاں گاہ | تربیت گاہ |
| لق ودق | سنسان | تاجور | بادشاہ | گنوار | جاہل |
| چوپاڑ | بیٹھک | تفنگ | توپ | بلیاں | کڑا، شہتیر |
| جاڑے | سردی | ابتر | خراب | کھیل | دانہ |
| ڈھارس | امید سہارا | نڈھال | کمزور | نیاز | صدقہ |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| گردش فلاکت | غریبی زمانے کی گردش | متغیر ہونا | بدل جانا | تیور بدلنا | رنگ بدلنا |
|---|---|---|---|---|---|
| تف | لعنت | | | | |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

جب انگریزی توپوں اور سنگینوں نے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اُجڑے قافلے کا سالار بن کر گھر سے کوچ کیا۔

**حوالہ متن:**

یہ عبارت ''خواجہ حسن نظامی'' کے مضمون ''فاقہ میں روزہ'' سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

مرزا سلیم کے بھانجے مرزا شہ زور کا بیان ہے۔ کہ غدر کی وجہ سے دہلی برباد ہوگئی۔ گھر اُجڑ گئے۔ شاہی بیگمات لوگوں کے گھروں میں ملازمت کرنے لگیں۔ جامع مسجد میں رمضان کے مہینے میں رونق ہوا کرتی تھیں۔ اب اس میں چولہے نے ہوئے ہیں۔ اور سپاہی روٹیاں پکا رہے ہیں۔ شاہ جہان کی بے مثل مسجد اصطبل نظر آرہا ہے۔ افطاری کے وقت چند آدمیوں نے کھجوریں اور دال بانٹی۔ چہل پہل اور شان وشوکت مفقود ہے۔ مرزا شہ زور کی پر درد باتیں سن کر میں نے اس سے غدر اور شاہی خاندان کی تباہی کا قصہ سننا چاہا۔ میرے اصرار پر اس نے مجھے اپنی کہانی سنائی۔

**عبارت کی تشریح:** مرزا شہ زور نے اپنی کہانی شروع کی اور کہا۔ جب جنگ آزادی میں مسلمان ناکام ہوئے۔ اور دہلی پر انگریزوں نے دوبارہ قبضہ کیا۔ تو انگریزوں نے اپنی توپوں اور سنگینوں کے زور سے ہمیں غیر مسلح کر دیا۔ بہادر شاہ ظفر کے سر سے تاج شاہی چھین لیا گیا۔ اور دہلی پر انگریزوں نے اپنی عمل داری قائم کر لی۔ شہر میں ہر طرف گولیاں برس رہی تھیں وہ شاہی بیگمات جن کا چہرہ کسی بندہ بشر نے نہیں دیکھا تھا۔ بغیر برقع اور چادر کے گھر سے باہر نکل آئیں۔ اور اپنے والد، بھائی، شوہر اور بیٹے



کی لاشیں تلاش کرنے لگی۔ سب عوتیں بے پردہ ہوگئیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے جو ناز ونعم میں پلے پڑھے تھے۔ بے یارو مددگار بازاروں اور گلیوں میں اپنے والدین کو پکارتے رہے۔ اور والدین کو زندہ نہ پاکر آوارہ پھرنے لگے۔ بادشاہ سلامت جو تمام شاہی خاندان کا واحد سہارا تھا۔ وہ بھی قلعہ چھوڑ کر نکل گئے۔ اور کسی محفوظ مقام کی طرف روانہ ہوگئے۔ بادشاہ کا نکلنا تھا۔ کہ پورے قلعہ شاہی میں ایک کہرام مچ گیا۔ سب لوگ قلعہ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے بھی نکل جانے کا فیصلہ کیا۔ اپنی بوڑھی والدہ کمسن بہن اور بیمار بیوی کو لیکر قلعہ چھوڑا۔ اور اس تباہ حال قافلے کا سالار بن کر نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔

**عبارت نمبر2:**

تاہم ہمارے گاؤں کے چودھری کو خود ہی خیال آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس سے اُن کو کچھ ڈھارس ہوگئی۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ''خواجہ حسن نظامی'' کے مضمون ''فاقہ میں روزہ'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

مرزا شہ زور قلعے سے نکل کر اپنی بوڑھی والدہ، کمسن بہن اور بیمار بیوی کے ہمراہ میواتیوں کے ایک گاؤں پہنچ گیا۔ وہاں کے مسلمانوں نے اُنہیں کھانے کو دیا۔ اور سر چھپانے کیلئے ایک چوپال عطا کیا۔ کچھ عرصے گاؤں والے اُن کا خرچ برداشت کرتے رہے۔ لیکن آخر کار تنگ آگئے۔ مرزا شہ زور نے پیٹ کی خاطر گاؤں کے زمینوں کی رکھوالی شروع کی۔ اور اس کی والدہ اور بیوی نے گاؤں والوں کے کپڑے سینے شروع کیے۔ اور گذ بسر ہونے لگی۔ لیکن بھادوں کے مہینے میں سیلاب کا پانی گاؤں میں گھس آیا۔ اور گھروں میں پڑا اناج بہانے گیا بیوی کو نجار ہوا۔ اور تڑپتے تڑپتے جان دے دی۔ اب ہمیں کھانے فکر ہوئی کھانے کیلئے کچھ نہیں تھا۔ مانگتے ہوئے شرم آتی تھی۔ کیونکہ گاؤں والے بھی مصیبت میں گرفتار تھے۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

**عبارت کی تشریح:** ہم فاقے پر فاقہ کر رہے تھے۔ اور کھانے کیلئے کچھ نہ تھا۔ گاؤں والے بھی مصیبت میں گرفتار تھے۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ گاؤں کے چودھری کو ہمارا خیال آیا۔ اور اس نے آدمی بھیج کر قطب صاحب کے بازار سے ایک روپیہ کا آٹا منگوایا۔ اور ہمارے گھر بھیج دیا۔ آٹا نصف کے قریب خرچ ہوا ہوگا۔ کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ اور روزوں کا مہینہ شروع ہو گیا۔ رمضان کا سن کر والدہ صاحبہ کی عجیب کیفیت ہوگئی۔ اس کا دل بہت نازک ہے۔ گذشتہ اچھے وقتوں کو یاد کر کے کڑھتی رہتی تھی۔ جب اس نے رمضان کا چاند دیکھا۔ تو ٹھنڈی آہیں بھر کر خاموش ہو گئیں۔ اسے پچھلا وقت یاد آ گیا تھا۔ رمضان کے مہینے میں ہمارے گھر میں جو رونق ہوا کرتی تھی۔ اور جو لوازمات تیار کئے جاتے تھے۔ اس کو یاد کر کے ماں جی اس غریب الوطنی کو برداشت نہ کر سکی۔ میں نے اسے تسلی دی۔ اور صبر سے کام لینے کو کہا۔ میری باتوں کا اس پر خوشگوار اثر ہوا اور اس کی حالت کچھ بہتر ہوگئی۔

## مشقی سوالات کے جوابات

### سوال 1: درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں؟

(الف) مرزا سلیم والدہ کی باتوں سے کیوں آزردہ تھا؟

(ب) مغلیہ دور میں رمضان میں جامع مسجد کا کیا سماں ہوتا تھا؟

(ج) 1857ء کے بعد رمضان میں مسجد کی کیا حالت تھی؟

(د) مرزا شہ زور کون تھے؟

(ہ) ظل سبحانی (بہادر شاہ ظفر) قلعہ چھوڑ کر کہاں چلے گئے؟

(و) میورتیوں نے مرزا شہ زور کے خاندان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟

**جوابات:**

(الف) مرزا سلیم گانا سننے کا عادی تھا۔ رمضان کے مہینے میں اس کی ماں نے اسے گانا سننے سے منع کر دیا تھا۔ اس لئے وہ پریشان تھا۔ کہ رمضان کے باقی سولہ دن گانے بجانے کے بغیر کیسے کٹیں گے۔

(ب) مغلیہ دور میں دہلی کی جامع مسجد کا سماں کچھ اور ہوتا تھا۔ افطاری سے پہلے کہیں قرآن مجید کی



تلاوت ہو رہی ہے۔ کہیں حفاظ قرآن سنا رہے ہیں۔ بعض لوگ بیٹھے فقہی مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں۔ ہر طرف اللہ والوں کا ہجوم ہے۔ افطاریاں تقسیم ہو رہی ہیں۔ بادشاہ کی طرف کھانوں کے خواں مسجد میں بھیجے جاتے تھے۔ بیگمات بھی ڈھیروں ساری افطاری بھیجتی تھیں۔ امراء کی طرف سے بھی بے شمار اخوات مسجد پہنچائے جاتے تھے جس کا شمار ناممکن تھا۔

(ج) خواجہ حسن نظامی کہتے ہیں۔ کہ ایک بار رمضان میں مسجد جانے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا کہ ہر طرف چولہے بنے ہوئے ہیں۔ سپاہی روٹیاں پکا رہے ہیں گھاس کا انبار لگا ہے۔ مسجد اصطبل کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ مسجد واگذار ہونے کے بعد دیکھا۔ کہ کچھ غریب مسلمان میلے کچیلے کپڑے پہنے۔ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔ افطاری کے وقت چند آدمیوں نے کھجور ہیں تقسیم کیں۔ نہ وہ اگلا سا سماں اور نہ وہ اگلی سی رونق تھی۔

(د) مرزا شہ زور ہندوستان کے بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے بھائی مرزا سلیم کے بھانجے تھے۔

(ہ) ظل سبحانی (بہادر شاہ ظفر) جب شاہی قلعے سے نکلے۔ تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہمایون کے مقبرے میں پناہ لی۔

(و) میورتیوں نے مرزا شہ زور اور اس کے خاندان کو سر چھپانے کے لئے جگہ دی۔ اور کھانے پینے کا بندوبست بھی کیا۔ چند دنوں بعد میورتیوں نے مرزا شہ زور سے کہا۔ کہ تم ہمارے کھیتوں کی رکھوالی کرو گے اور تمہاری عورتیں ہمارے کپڑے سیاہ کریں گی اس محنت کے صلے میں آپ کو جو رناج ملے گا۔ وہ سال بھر کے لئے کافی ہوگا جسے مرزا شہ زور نے بخوشی قبول کیا۔

### سوال 2: خالی جگہ پر کریں؟

(الف) مرزا سلیم _____ میں گانے بجانے کی محفلیں سجائے۔

(ب) مصاحب کے کہنے پر مرزا سلیم _____ جانے لگے۔

(ج) مرزا شہ زور کی والدہ سلیم کی _____ تھی۔

(د) انگریز 1857 کی جنگ آزادی کو _____ کہتے ہیں۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(ہ) _____ نے مرزا شہ زور اور اُس کے خاندان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔

(و) مغل خاندان _____ کی نسل سے تھا۔

**جوابات:**

(الف) مرزا سلیم **رمضان** میں گانے بجانے کی محفلیں سجائے۔

(ب) مصاحب کے کہنے پر مرزا سلیم **مسجد** جانے لگے۔

(ج) مرزا شہ زور کی والدہ سلیم کی **بھن** تھی۔

(د) انگریز 1857 کی جنگ آزادی کو **غدر** کہتے ہیں۔

(ہ) **گوجروں نے** مرزا شہ زور اور اس کے خاندان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔

(و) مغل خاندان **چنگیز خان اور تیمور** کی نسل سے تھا۔

**سوال 3: درج ذیل رموزِ اوقاف کی وضاحت کریں؟**

رابطہ ، تفصیلیہ ، قوسین ، خط

خط (-) یہ علامت جملہ معترضہ سے پہلے اور آخر میں لگائی جاتی ہے۔ نیز محذوف کلمات کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً (۱) زاہد اور _____ آپ کے پاس آئیں گے۔

(۲) میرے خیال میں _____ وہ اتنا ذہین نہیں۔ جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔

تفصیلیہ (:-) یہ علامت تفصیل بیان یا تشریح کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ جہاں مثال، فہرست یا کوئی تفصیل بیان کرنی ہو۔ اس کا استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً (۱) جو آدمی مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرتا ہے کبھی بیمار نہیں ہوتا:۔

(۲) کرکٹ کی ٹیم میں مندرجہ ذیل کھلاڑی شامل ہیں:۔

قوسین ( ): یہ علامت جملہ معترضہ یا کسی چیز کی تشریح کے موقع پر استعمال ہوتی ہے۔ نیز عبارت میں ایسا جملہ یا بیان جس کا اصل مضمون سے تعلق نہ ہو۔ قوسین میں لکھا جاتا ہے۔



مثلاً (۱) واجد (خدا بہشت نصیب کرے) اچھا آدمی تھا۔

(۲) امین الحق (میرا دوست) نے پی۔ ایچ ڈی مکمل کر لی۔

رابطہ (:) اس کا استعمال وہاں ہوتا ہے۔ جہاں وقفے سے زیادہ ٹھہرنا مقصود ہو۔ جیسے

(۱) کسی نے کیا خوب بات کی ہے: تندرستی ہزار نعمت ہے۔

(۲) صدام دیکھ سکتا ہے: بول نہیں سکتا۔

**سوال 4: اس سبق کا خلاصہ لکھیں۔**

**جواب:** اس سبق کا خلاصہ کتاب کے اگلے حصے میں موجود ہے۔

**سوال 5: اپنے کسی قریبی دوست، استاد یا قریبی رشتہ دار کی شخصیت پر ایک مضمون تحریر کریں؟**

**جواب: میرا دوست فواد:**

فواد میرے بچپن کا دوست ہے۔ ہم ایک ساتھ پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ وہ اگرچہ مجھ سے سات مہینے عمر میں بڑا ہے۔ لیکن ہم دونوں نے ایک ہی دن پہلی جماعت میں داخلہ لیا تھا۔ اُس کے والد ڈاکٹر ہیں۔ اور گاؤں کے چھوٹے اسپتال میں انہی ڈیوٹی انجام دیتا ہے۔ اس کی ماں سکول میں استانی ہے۔ اس کی مالی حیثیت بہت مستحکم ہے۔ فواد کا ایک چھوٹا بھائی جواد اور بہن نادیہ بھی ہے۔ والد اس کو بھی ڈاکٹر بنانا چاہتا ہے۔ جس کے لئے وہ متعدد ٹیوٹروں سے ٹیوشن لیتا ہے۔ مسال اول میں اس نے 461 نمبرات حاصل کئے ہیں۔ اور اگر اس نے محنت سے کام لیا۔ تو میڈیکل کی سیٹ حاصل کر سکتا ہے۔

میں فواد کو اسلئے پسند کرتا ہوں۔ کہ اس کی خوبیاں خامیوں سے زیادہ ہیں۔ وہ لالچی نہیں۔ ایک فیاض اور سخی لڑکا ہے۔ میرے منع کرنے کے باوجود وہ مختلف حیلوں بہانوں سے میری مالی مدد کرتا ہے۔ کیونکہ اسے اس بات کا احساس ہے۔ کہ میرے والد جو محنت مزدوری کرتا ہے۔ میرے کالج کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا اس نے کبھی اپنے آپ کو مجھ سے بڑا نہیں سمجھا۔ اُس کے گھر میں جب بھی کوئی دعوت ہوتی ہے۔ یا کوئی خاص تقریب ہوتی ہے۔ اس میں میری حاضری لازمی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے ماں باپ اور بہن بھائی بھی مجھے چاہتے ہیں۔ اور میری قدر کرتے ہیں۔ گاؤں میں اس کے والد

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

کلینک بھی ہے۔ جس میں فواد شام کو دو گھنٹے کیلئے وہاں ڈیوٹی دیتا ہے۔ میں بھی اکثر کلینک جاتا ہوں۔ کلینک سے فارغ ہونے کے بعد ہم سیر کیلئے نکلتے ہیں۔ اور بہت دیر گے گھروں کو لوٹتے ہیں۔

والد نے فواد کیلئے موٹر سائیکل بھی خریدی ہے۔ کبھی کبھی ہم دونوں موٹر سائیکل پر شہر جاتے ہیں۔ فواد میں یہی ایک خرابی ہے۔ کہ وہ موٹر سائیکل بہت تیز چلاتا ہے۔ میں نے اسے کئی بار منع کیا ہے۔ لیکن وہ باز نہیں آتا۔ وہ اکثر کہتا ہے۔ کہ جب میں موٹر سائیکل پر بیٹھتا ہوں۔ تو اُڑانے کو جی چاہتا۔ اُن کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھنے سے پہلے میں اپنے گناہوں کی معافی ضرور مانگتا ہوں۔

گاؤں کے سب لوگ فواد کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ چھوٹوں اور بڑوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے۔ لڑنے جھگڑنے سے اسے نفرت ہے۔ فضول کاموں سے دور رہتا ہے۔ مفید اور تعمیری کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ اُس کی ان عادتوں سے مجھے بھی بہت فائدہ پہنچا ہے۔ اگر وہ میرا جگری دوست نہ ہوتا۔ تو میں اب تک تعلیم چھوڑ چکا ہوتا۔ یہ فواد کی مہربانی ہے۔ کہ میں نے اب تک تعلیم جاری رکھی ہوئی ہے۔

فواد پینٹنگ بہت اچھی کرتا ہے۔ اس نے اپنے لئے ایک کینوس خرید رکھا ہے۔ اور فارغ وقت میں تصویریں بناتا ہے۔ اس کی بنائی ہوئی تصویریں اگرچہ معیاری نہیں۔ لیکن اگر اس نے مشق جاری رکھا۔ تو ایک بہترین مصور بن سکتا ہے۔

☆.....☆.....☆

## سبق ''پھر وطنیت کی طرف''

(مولانا صلاح الدین احمد)

### مشکل الفاظ اور معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| اسلامیانِ ہند | ہندوستان کے مسلمان | سرشار | مست | وحدت ملت | قومی یکجہتی |



| یکسر | فوراً | معما | مسئلہ | نصب العین | مقصد |
|---|---|---|---|---|---|
| فروغ | ترقی | آفرینش | پیدائش | استخفاف | پوشیدگی |
| الہام | غیبی آواز | اقطاع | علاقے | شرمندہ تعبیر ہونا | پورا ہونا |
| انحراف | روگردانی | سفینے | کشتیاں | بحرِ امکان | دنیا |
| ناپیدا کناریاں | وسعتیں | رفعتیں | بلندیاں | متصرف | قابض |
| آفاق گیر | عالم گیر | رجعت | واپسی | بحرِ بے پایاں | گہرا سمندر |
| بے کراں | وسیع و عریض | بٹ کر | تقسیم ہو کر | والہانہ | شدید |
| مرغزار | سبزہ زار | فوزِ عظیم | عظیم کامیابی | اعمالِ حسنہ | نیک اعمال |
| اعلائے کلمۃ اللہ | حق بات کا اعلان | نام بدہن | منہ میں خاک | ہم آہنگ | ہم آواز |
| تقدس | پاکیزگی | مجال | طاقت | بارا | قوت |
| سربکف | مرنے کیلئے تیار | | | | |

### اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

زمین آخر زمین ہے اور ہمارے تخیل کی ہزار پروازیں ہماری آرزوؤں کی ہزار رفعتیں بھی اسے آسمان نہیں بنا سکتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو اپنی جانیں، اپنا مال اور اپنی اولاد قربان کر دیں۔

**حوالہ متن:**

یہ عبارت ''مولانا صلاح الدین احمد'' کے مضمون ''پھر وطنیت کی طرف'' سے لی گئی ہے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**سیاق و سباق:**

ہندوستان میں جذبہ ملت کا فروغ اور اس کے نتیجے میں ایک قومی وطن کا قیام ایک معمے کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ علامہ اقبال جو وطن اور وطنیت کے سخت مخالف تھے۔ اس نے بھی مجبور ہو کر شمال مغربی ہندوستان میں اسلامیان ہند کیلئے ایک آزاد اور خود مختار وطن کا مطالبہ کیا۔ اور جذبات پر افکار کو ترجیح دی۔ اور اپنے تاریخی خطبے میں ایک قومی وطن کی تشکیل اور تاسیس کی دعوت دی۔ علامہ نے زمینی حقائق کو تسلیم کیا۔ اور اسے ہندوستان کے ایک کونے میں اور ایک محدود خطے میں مسلمانوں کا مفاد نظر آیا۔

**عبارت کی تشریح:** زمین اور آسمان میں بہت فرق ہے۔ زمین اور آسمان ایک نہیں ہو سکتے۔ ہماری سوچ اور ہماری خواہش خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہوں وہ زمین کو آسمان نہیں بنا سکتیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ ہمیں بحیثیت قوم زندہ رہنے کیلئے آسمان کی نہیں زمین کی ضرورت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہماری ضروریات اور لوازمات کا خاطر خواہ بندوبست کیا ہے۔ اسی زمین ہی پر ہم آسمان کی بادشاہت قائم کر سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر اللہ کا نظام نافذ کر سکتے ہیں۔ جب اللہ کے فرمانبردار بندے زمین پر متصرف ہو کر اسے اپنا وطن بنائیں۔ تو پھر اس کی حفاظت اُن کا فرض اور ذمہ داری ہوگی۔ اور اگر ضرورت پڑے تو اپنی اولاد اور تن من دھن اس وطن کی خاطر نثار کر دیں۔

**عبارت نمبر2:**

اقبال نے جب ہمیں پاکستان کا تصور دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جس میں سما کر یا سمٹ کر، پھیل کر یا بٹا کر اسے ایک آزاد اسلامی زندگی بسر کرنی تھی۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ''مولانا صلاح الدین احمد'' کے مضمون ''پھر وطنیت کی طرف'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

علامہ اقبال نے بالآخر جذبات پر افکار کو ترجیح دی۔ اور وہ اس نتیجے پر پہنچے۔ کہ اسلامیان ہند کیلئے ہندوستان میں ایک آزاد اور خود مختار وطن کا قیام ضروری ہے۔ اس نے اپنے تاریخی خطبے میں



مسلمانان ہند کیلئے ہندوستان کے شمال مغربی کونے میں ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا۔ اس نے زمینی حقائق کو تسلیم کیا۔ اور حقیقت بھی یہی تھی۔ کیونکہ زمین آخر زمین ہے۔ ہماری خواہش اسے آسمان نہیں بنا سکتیں۔ ہم اپنی خود مختاری اور نظریے کی حفاظت زمین کے ایک مخصوص ٹکڑے کے اندر رہ کر کر سکتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی زمین پر اللہ کی بادشاہت قائم ہو۔

**عبارت کی تشریح:** جب اقبال نے اپنے خیالات اور تصورات سے انحراف کرتے ہوئے اسلامیان ہند کیلئے ایک آزاد اور خود مختار وطن کا تصور پیش کیا۔ تو یہ ایک حیرانگی کی بات تھی۔ کیونکہ یہ اس کے نظریات کے بالکل برعکس تھا۔ اور اس کے آفاق گیر اور عالمگیر تصور ملت سے کوئی نسبت نہیں رکھتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اس نے اپنے خیالات سے رجوع کیا تھا۔ لیکن اس کی یہ رجعت حقیقت پر مبنی تھی۔ کیونکہ ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے کسی ایسے خطۂ زمین کی ضرورت تھی۔ جہاں وہ آزادی کے ساتھ سانس لے سکیں۔ اپنی حفاظت کر سکیں۔ اور اپنے دین اور نظریات کو قائم رکھ سکیں۔ اس مقصد کیلئے اُنہیں کسی وسیع سمندر اور آسمان کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ بلکہ زمین کا ایک ایسا ٹکڑا چاہیے تھا۔ جس میں پھیل کر اور تقسیم ہو کر آزادی کے ساتھ اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: درج ذیل کے مختصر جواب دیں؟**

(الف) پاکستان کے قیام سے پہلے اسلامیان ہند کے دل کس جذبے سے سرشار تھے؟

(ب) ہمارا قومی نصب العین کیا ہے؟

(ج) قومی نصب العین کے حصول کا سیدھا راستہ کونسا ہے؟

(د) ہمیں پاکستان کا تصور کس نے دیا؟

(ہ) اقبال نے مسلمانان ہند کی عملی سیاسیات کی طرف اپنی توجہ کیوں مبذول کی؟

(و) اقبال کا تصور پاکستان اس کے آفاق گیر تصور ملت سے کیوں نسبت نہیں رکھتا تھا؟

(ز) جب ہم نے آزاد وطن پاکستان حاصل کر لیا۔ تو بقول مصنف اب منطقی طور پر ہمارے لئے کیا

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

لازم ہے؟

(ح) ٹیپو سلطان، سلطان عبدالحمید ثانی، جمال الدین افغانی، اور علامہ اقبال کس مشترک تصور کے مبلغ تھے؟

**جواب:**

(الف) پاکستان کے قیام سے پہلے مسلمانان ہند کے دل وحدت ملت کے جذبے سے سرشار تھے۔ اس جذبے نے ان کے دلوں سے وطنیت کا تصور یکسر مٹا دیا تھا۔

(ب) ہمارا قومی نصب العین وطن پروری اور وطن دوستی ہے۔

(ج) قومی نصب العین کے حصول کا سیدھا راستہ یہ ہے۔ کہ ہم سب اس ملک کے وفادار رہیں۔ اس کی سلامتی کیلئے کوششیں کریں۔ اکثریت اور اقلیت ہاتھوں میں ہاتھ دے کر آگے بڑھیں۔ نیز وطن دوستی ہمارے ملی روابط پر غالب نہ آئے۔

(د) پاکستان کا تصور شاعر مشرق، مصور پاکستان علامہ محمد اقبال نے دیا تھا۔

(ہ) علامہ اقبال نے مسلمانان ہند کی عملی سیاست کی طرف اس لئے توجہ دی۔ کہ اُنہیں اس بات کا ادراک تھا۔ کہ انگریز کے رخصت ہونے کے بعد مسلمانان ہند ہندوؤں کے غلام بن جائیں گے۔ اور ہندو اپنی اکثریت کی طاقت سے حکمران بن جائیں گے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی تھی۔ کہ مسلمانان ہند کیلئے ایک آزاد اور خودمختار ملک کا قیام عمل میں لایا جا سکے۔

(و) اقبال عالمگیر تصور ملت کے حامی تھے۔ اُن کے اس تصور کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نہ تو رانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی — جبان رنگ وخون کو چھوڑ کر ملت میں گم ہو جا

نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر — ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے

جب ہم اقبال کی شاعری میں اس کے عالمگیر تصور ملت پر غور کرتے ہیں۔ تو برصغیر میں ایک الگ ملک پاکستان کا مطالبہ اس کے تصور ملت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ بلکہ ایسا لگتا ہے۔ کہ اقبال نے مجبوراً اس تصور سے رجوع کیا ہے۔



(ز) جب ہم نے ایک آزاد وطن پاکستان حاصل کر لیا۔ تو اب ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کہ ہم اپنے مفاد اور اپنے مقاصد پر ملی مفاد اور ملی مقاصد کو ترجیح دیں۔ اس کے تحفظ اور فروغ کی خاطر دن رات ایک کریں۔ کیونکہ ہماری جان، جسم اور گھر بار کی سلامتی اسی ملک سے وابستہ ہے۔

(ح) ٹیپو سلطان، سلطان عبدالحمید ثانی، جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال عالمگیر اور آفاق گیر تصور ملت کے مبلغ تھے۔

## سوال 2: درج ذیل سوالات کے مفصل جواب تحریر کریں؟

(الف) مضمون میں مصنف نے کن اہم نکات پر روشنی ڈالی ہے؟

(ب) پاکستان کا قیام برصغیر کے مسلمانوں کے لئے کیوں ضروری تھا؟

(ج) ملت اسلامیہ کے اتحاد کے ضمن میں پاکستان کیا کردار ادا کر سکتا ہے؟

(د) بقول مصنف ہم کیوں کر اعلائے کلمۃ اللہ کر سکیں گے؟

(ہ) ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے — نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

یہ کس شاعر کا شعر ہے۔ اس مضمون کے تناظر میں شعر کا مفہوم واضح کریں۔

**جواب:**

(الف) مضمون میں مصنف نے اس اہم نکتے کو اُجاگر کیا ہے۔ کہ اسلام کا عالمگیر اور آفاق گیر تصور ملت وطن اور وطنیت کا مخالف نہیں۔ اقبال نے عالمگیر تصور ملت کا مبلغ ہوتے ہوئے بھی ہندوستان میں ایک آزاد اور خودمختار وطن کی ضرورت کو محسوس کیا۔ کیونکہ زمین کے ایک محدود ٹکڑے پر متصرف ہو کر ہی اپنے خیالات اور نظریات کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔

(ب) پاکستان کا قیام مسلمانان ہند کیلئے اس لئے ضروری تھا۔ کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ہندوستان کے حکمران بن جاتے۔ اور مسلمان ہمیشہ محکوم رہتے۔

(ج) ملت اسلامیہ کے اتحاد کے ضمن میں پاکستان اہم کردار ادا کر سکتا ہے کیونکہ پاکستان کا محل وقوع ایسا ہے۔ جس سے وہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ خشکی کے راستے جڑا ہوا ہے۔ وسط ایشیا

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

کے مسلمان ملکوں اور عرب ممالک کے ساتھ پاکستان کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ مسلمان ممالک کے پاس وسائل کی کمی نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ان وسائل کو کس طرح استعمال میں لایا جائے۔ اس سلسلے میں پاکستان اسلامی ممالک کی مدد کر سکتا ہے۔ پاکستان ایک ایٹمی ملک ہے۔ اگر اسلامی ممالک پاکستان کی قائدانہ کردار کو تسلیم کر لیں۔ تو اسلامی دنیا میں دنیا کی تیسری بڑی طاقت بن سکتی ہے۔

(د) بقول مصنف جب تک ہمارا ملک پاکستان قائم ہے۔ ہم اعلائے کلمۃ اللہ کر سکتے ہیں۔ ہم اپنی نظریات کی حفاظت اس وقت تک نہیں کر سکتے۔ جب تک پہلے اپنے ملک کی حفاظت نہ کریں۔ اگر ملک کی سلامیت کو کوئی خطرہ لاحق ہوا۔ تو دین کی حفاظت بھی ناممکن ہوگی۔

(ہ) ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

یہ شعر شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کا ہے۔ فرماتے ہیں۔ میری تمنا ہے۔ کہ حرم کی حفاظت اور نگہبانی کیلئے تمام مسلمان ایک ہو جائیں۔ رنگ و نسل اور زبان کی تمیز مٹا کر یک جان ہو جائیں مصر سے لیکر چین تک اُن میں ہم آہنگی ہو۔ وہ ایک دوسرے کے درد کو محسوس کریں۔ اور ایک دوسرے پر فضیلت کا دعویٰ نہ کریں۔

**سوال 3: درج ذیل جملوں میں امدادی افعال کی نشاندھی کریں۔**

(الف) میں نے سلیم کو زمین پر پٹخ دیا۔

(ب) اسے اپنی بات واضح کرنے دو۔

(ج) اندھا اچانک گڑھے میں گر پڑا۔

(د) جاگ اُٹھا ہے سارا وطن ساتھیو!

(ہ) جو میں نے سنا ہے۔ وہ مجھ سے بیان نہیں ہو سکتا۔

**جواب: امدادی افعال:**

(الف) دیا (ب) دو (ج) پڑا (د) اُٹھا (ہ) سکتا

**سوال 4: درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔**



وطنیت ، مفکر اسلام ، متصرف ، تصور ملت ، تحفظ ، بر عظیم

**جواب:**

وَطَنِیَّتْ، مُفْکِرِ اِسْلَام، مُتَصَرِّف، تَصَوُّرِ مِلَّتْ، تَحَفُّظْ، بَرِّ عَظِیْم

**سوال 5: درج بالا رموز اوقاف کو مدنظر رکھتے ہوئے دو دو جملے تحریر کریں؟**

قوسین ( ) خط (-)

**قوسین ( ):** (۱) مشال (حارث کا بھائی) سکول جا چکا ہے۔

(۲) میرا دوست شاہد (جو ایم۔اے کا طالب علم تھا) کل وفات پا گیا۔

**خط (-):** (۱) الماس۔ اور اس کے تمام دوست۔ لاہور چلے گئے۔

(۲) جمال۔ اور میں آپ کے پاس آئیں گے۔

☆.....☆.....☆

## سبق ''شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار''

(مولانا محمد حسین آزاد)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| عالی وقار | معزز | زیرک | عقلمند | دوام | ہمیشہ |
| جلوہ گر | تشریف فرما | ناموران | مشہور لوگ | وسیع الفضا | لمبا چوڑا |
| دل فزائی | دلکشی | محاسب | حساب کرنے والا | قلعہ کوہ | پہاڑی قلعہ |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| رفعت | بلندی | انبوہ کثیر | بہت بڑا ہجوم | عہد ہائے متفرقہ | مختلف زمانے |
| عمرہائے متفاوتہ | ہر عمر والے | بیٹے | کم تر۔کم رتبہ | پست | کمتر |
| غول | گروہ | چیدہ | منتخب | برگزیدہ | خاص اور معزز |
| کمپاس | قطب نما | دھرا تھا | رکھا تھا | جرثقیل | بھاری |
| بے تامل | بے سوچے سمجھے | سپاٹے | سیر | بقائے دوام | ہمیشہ باقی رہنے والا |
| سرور | خوشی | حور شمائل | حسین ترین | خیر مقدم | خوش آمدید |
| شق انگیز | پھاڑنے والی | طلسمات | جادو | دیرینہ سال | بوڑھا |
| پنڈت | ہندوؤں کا مذہبی پیشوا | مہاجن | سودی کاروبار کرنے والا | سنہ | تاریخ |
| قیل وقال | بات چیت | مصاحب | قریبی ساتھی | تمکنت | غرور، تکبر، شان |
| اشیرباد | دُعائے خیر و برکت | جھرمٹ | جماعت، گروہ | کالی داس | ایک ہندو شاعر |
| بقعۂ نور | منور | پیل پیکر | بڑے جسم والا | گرز | ایک ہتھیار |
| شاہان کیانی | کیانی خاندان کے بادشاہ | کلہ شیر | شیر کا سر | گل فردوس | جنت کا پھول |



| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| کہن سال | بوڑھا | فردوسی | فارسی زبان کا ایرانی شاعر | شاہنامہ | فردوسی کا دیوان |
| شباب نوخیز | نوجوانی | لبریز | بھرپور | چتر | چھتری |
| وضع | طور طریقہ | کلاہ | پگڑی | درفش کاویانی | ایران کا قومی پرچم |
| پھریرا | جھنڈہ | پارہ پارہ | ٹکڑے ٹکڑے | قیافہ | فال۔قیاس |
| شگفتہ | تروتازہ | شوخی | شرارت | سینہ زوری | زبردستی |
| براہین | دلائل | جبہ وعمامہ | چوغہ ودستار | طبل ودمامہ | نقارہ وڈھول |
| فلک | آسمان | طبل تہی | خالی نقارہ | تاجدار | بادشاہ |
| ولایتی | انگریزی | استخوان | ہڈیاں | گران بہا | قیمتی |
| چال ڈھال | رفتار | کسری | نمدہ۔قالین | بوعلی سینا | ایک مسلمان ماہر طب |
| دھوم دھام | شور وغل | رقم | لکھا ہوا | متاسف | رنجیدہ |
| ہاتف | غیبی آواز | تورہ | قانون، دستور | اضطراب | بے چینی |
| اقلیدس | جیومیٹری | آبدار | چمکدار | شیشہ مینائی | شراب کا کوزہ |
| طرہ | شملہ | ٹہنی | شاخ | اولوالعزم | مضبوط ارادے والا |
| خودسری | سرکشی | چغتائی خاندان | مغل خاندان | سنسکرت | ایک ہندوستانی زبان |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| سانگ | بہروپ، تماشہ | گویا | گانے والا | بھانڈ | مسخرہ |
|---|---|---|---|---|---|
| اسپ نجارائی | بخارا کا گھوڑا | زیردان | ران کے نیچے | مرقع | البم |
| وجد | جذب و مستی | سحر بیانی | جادو بیانی | ذی وقار | صاحب عزت |
| بہروپ | نقلی شکل | داڑھی چٹ | داڑھی صاف | بھنگ | چرس |
| تان | موسیقی کا سر | ناسخ | اردو کا ایک شاعر | متحاج | حاجت مند |
| آتش بیانی | جوشیلی تقریر | جریب | عصا | بانکے | غنڈے، ترچھے |
| گنگ کرنا | خاموش کرنا | ہادی | ہدایت دینے والا | شیر ستان | ایران کا شیر |
| انوری | فارسی زبان کا شاعر | خاقانی | فارسی کا شاعر | ظہیر فاریابی | فارسی کے شاعر |
| چنگیز خان | ایک ظالم حکمران | ہلاکو خان | ایک ظالم منگول سپہ سالار | طوسی | ہلاکو خان کا ایک مسلمان وزیر کا نام |
| متشرع | شریعت کے مطابق | خندہ جبینی | خندہ پیشانی | امیر تیمور | ایک مغل حکمران |
| حافظ شیراز | ایک ایرانی شاعر | شیخ سعدی | مشہور فارسی شاعر | جالینوس | یونانی حکیم |



| افلاطون | یونانی حکیم | | | | |
|---|---|---|---|---|---|

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

دیکھا کہ ایک تخت طلسمات کو بتیس پریاں اُڑائے لئے آتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔نہ آپ کا سنہ ہلے گا۔ نہ سکہ ہلے گا۔ برہمنوں اور پنڈتوں نے تصدیق کی اور اُنہیں لے جا کر ایک مسند پر بٹھایا۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ''محمد حسین آزاد'' کے مضمون ''شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

محمد حسین آزاد فرماتے ہیں۔ کہ میں دنیا کے مشہور اور نامور لوگوں کے متعلق سوچ رہا تھا۔ کہ مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک وسیع و عریض پر فضا میدان ہے۔ جس میں ہر رنگ و نسل اور مرتبے کے لوگ جمع ہیں۔ یکا یک ایک پہاڑی قلعے سے موسیقی کی آواز آتی ہے۔ اور سب لوگ اس طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ خوبصورت پری زاد عورتوں کے حسن و جمال کے تماشے میں محو ہیں۔ لیکن صاحب ہمت اور بلند حوصلہ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر بجنے والی شہنائی سے متاثر تھے۔ اور پہاڑ پر چڑھنے میں مصروف تھے۔ ان میں مختلف پیشوں، عمروں اور مرتبوں کے لوگ شامل تھے۔ ایک فرشتے نے مجھے بھی پہاڑ پر چڑھنے کی دعوت دی۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر دیکھا۔ کہ ایک حور کی طرح حسین عورت شہنائی بجا رہی ہے۔ پر فضا اور خوشگوار ماحول ہے۔ ہر طرف بہار ہی بہار ہے۔ خوش آمدید اور خیر مقدم کے نعرے سنائی دے رہے ہیں۔

**تشریح:** پہاڑ کی پر فضا چوٹی پر لوگ شہنائی کے سروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کہ ایسے میں بتیس پریوں کو دیکھا۔ جو ہوا میں ایک جادوئی تخت کو اُڑائے لئے آ رہی ہیں۔ تھوڑی دیر میں پریوں نے تخت کو اس پر فضا جگہ میں اُتار کر رکھ دیا۔ دیکھا تو تخت پر ایک راجہ بیٹھا تھا۔ جو بہت بوڑھا تھا۔ ہر مسلک و مذہب کے علماء اور مورخ اس کو لینے کیلئے تخت کی طرح بڑھے۔ لیکن سب سے زیادہ پھرتی ہندو پنڈتوں

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

اور مہاجنوں نے دکھائی۔ اور بڑی بے قراری سے راجہ کے تخت کی طرف دوڑنے لگے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ تخت پر بیٹھا ہوا بوڑھا ہندوستان کا مشہور حکمران مہاراجہ بکیر ماجیت ہے۔ اور جس تخت پر وہ بیٹھے ہیں۔ یہ وہ مشہور زمانہ تخت ہے۔ جسے بتیسی تخت کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ تخت جسے بتیس پریاں اُڑائے لئے پھرتی ہیں۔ پریاں تخت زمین پر رکھکر واپس اڑا گئیں اور یہ کہہ کر غائب ہوگئیں۔ کہ جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ چاند اور سورج کی روشنی سے یہ دنیا منور ہے۔ بکر ماجیت کے نام کا کیلنڈر یعنی بکرمی سن قائم رہے گا۔ اس کی شہرت، قوت اور طاقت بھی برقرار رہے گی۔ پنڈتوں اور برہمنوں نے پریوں کی اس بات کی تصدیق کی۔ اور سب نے مل کر بوڑھے بکر ماجیت کو ایک آراستہ تخت پر بٹھادیا۔

**عبارت نمبر2:**

تھوڑی دیر کے بعد ایک خورشید کلاہ آیا۔ جس کو انبوہ کثیر، ایرانی، تورانی اور ہندوستانیوں کے فرقہ ہائے مختلف کا بیچ میں لئے آتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر اس کے تاج پر تمام سنسکرت کے حروف لکھے تھے۔

**حوالہ متن:**

یہ عبارت ''مولانا محمد حسین آزاد'' کی تحریر ''شہرت عام اور بقائے دوام'' سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

محمد حسین آزاد کہتے ہیں۔ کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو پر فضا میدان تھا۔ اس میں دنیا کے تمام نامور لوگ باری باری آرہے تھے۔ اور اپنے منصب اور مرتبے کے مطابق اسے بیٹھنے کیلئے جگہ دی جاتی تھی۔ ان لوگوں میں ایران کے مشہور بادشاہ دارا مشہور پہلوان رستم اور نامور شعراء فردوسی، حافظ، شیخ سعدی اور انوری و فارابی کے علاوہ سکندر رومی بھی تھے۔ چنگیز خان، ہلاکو خان، امیر تیمور، ہمایون، نصیر الدین طوسی، بوعلی سینا، محمود غزنوی، ایاز، ہارون الرشید، مامون الرشید یونان کے حکماء ارسطو، افلاطون، جالینوس اور سقراط کو بھی اس پر فضا میدان میں بیٹھنے کیلئے جگہ دی گئی۔ اس کے بعد ایک خودسر اور سینہ زور شخص آیا۔ اور ایک تیموری مسند پر بیٹھ گیا۔ اس کا اس طرح بے باکانہ داخل ہونا اور مسند پر بیٹھنا تیموری مورخون کو اچھا نہ لگا۔ ہمایون نے اس کی طرف دیکھا۔ تو شرم سے سر جھکالیا۔ محمد حسین آزاد کا اشارہ شیر شاہ سوری کی



طرف ہے۔ جس نے ہمایون سے حکومت چھین کر ہندوستان پر افغان حکومت قائم کی تھی۔

**تشریح:** شیر شاہ سوری کے بعد ایک اور شخص آیا۔ جس کا تاج سورج کی طرح چمک رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بہت بڑا جلوس آرہا تھا۔ اس جلوس میں ایرانی بھی تھے۔ توران کے لوگ بھی تھے۔ اور ہندوستان کے تمام فرقوں کے لوگ یعنی مسلمان، ہندو، عیسائی، سکھ، یہودی اور بدھ مذہب والے سب موجود تھے۔ جب وہ دربار میں داخل ہوا۔ تو تمام اہل دربار نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اور اس کا پرجوش استقبال کیا۔ وجہ یہ تھی کہ مسلمان اسے مسلمان خیال کرتے تھے۔ ہندو اسے کٹر ہندو سمجھتے تھے۔ عیسائیوں کا خیال تھا۔ کہ وہ پکے عیسائی ہیں۔ آتش پرست اسے اپنے مذہب کا ایک فرد خیال کرتے تھے۔ اس کی شخصیت میں ہر رنگ موجود تھا۔ مگر اس کے تاج پر جو عبارت لکھی ہوئی تھی۔ وہ قدیم سنسکرت زبان میں تھی۔ جو تمام ہندوستانی زبانوں کی ماں ہے۔ یہاں مصنف کا اشارہ ہندوستان کے عظیم بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کی طرف ہے۔ جس نے ایک نیا مذہب ''دین الٰہی'' بنایا تھا۔ جس میں تمام مذاہب کی تعلیمات کو جگہ دی گئی تھی۔ لیکن یہ مذہب اس کے مرنے کے بعد ختم ہوگیا۔ اس نئے مذہب کے خلاف حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آواز اُٹھائی۔ اور اسے ختم کر کے دم لیا۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: مندرجہ ذیل الفاظ کس شاعر یا ادیب کے بارے میں کہے گئے؟**

(الف) کوئی سمجھا کوئی نہ سمجھا مگر سب واہ واہ اور سبحان اللہ کرتے رہ گئے۔

(ب) اپنی سحر بیانی سے پرستان کی تصویر کھینچتے تھے۔

(ج) اس کے قلم نے ایک جہاں سے لڑائی باندھ رکھی ہے۔

(د) لیکن چار خاکسار اور پانچواں تاجداران کے ساتھ تھے۔

(ہ) ایک لکھنو کے بانکے پیچھے پیچھے گالیاں دیتے تھے۔

**جواب:**

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(الف) یہ الفاظ مرزا اسد اللہ خان غالب کے بارے میں کہے گئے ہیں۔

(ب) یہ الفاظ مثنوی سحر البیان کے مصنف میر حسن کے بارے میں کہے گئے ہیں۔

(ج) یہ الفاظ اسی مضمون کے مصنف مولانا محمد حسین آزاد کے بارے میں کہے گئے ہیں۔

(د) یہ الفاظ ''قصہ چار درویش'' کے مصنف ''میر امن دہلوی'' کے بارے میں ہیں۔

(ہ) بانکے صاحب سے مراد ''رجب علی بیگ سرور'' ہیں۔

**سوال 2:درج ذیل جملے کن بادشاھان یا مشاھیر کے بارے میں ھیں؟**

(الف) جس کے کپڑوں میں لہو کی بو آئے وہ قصاب ہے۔

(ب) اس سرے سے اس سرے تک ایک گردش کی اور چلے گئے۔

(ج) رنگ زرد تھا اور شرم سے سر جھکائے تھا۔

(د) قیافہ روشن اور چہرہ فرحت روحانی سے شگفتہ نظر آتا تھا۔

(ہ) ہندوستان کے بہت سے گران بہا زیور اس کے ہاتھ میں تھے۔

**جواب:**

(الف) یہ جملہ چنگیز خان کے بارے میں کہا گیا ہے۔

(ب) یہ الفاظ فارسی کے مشہور ایرانی شاعر حافظ شیرازی کے بارے میں ہیں۔

(ج) یہ الفاظ ایران کے مشہور بادشاہ دارا کے بارے میں کہے گئے ہیں۔

(د) یہ جملہ یونان کے مشہور فلسفی سقراط کے بارے میں ہے۔

(ہ) یہ الفاظ افغانستان کے مشہور فاتح محمود غزنوی کے بارے میں ہیں۔

**سوال 3:درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں؟**

**(الف) مصنف نے بقائے دوام کی کتنی قسمیں بتائیں ھیں۔ وضاحت کریں۔**



**جواب:** مصنف نے بقائے دوام کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک مرنے کے بعد جب روح جسم سے الگ ہو جائے گی۔ تو وہ باقی رہے گی۔ اور اس کیلئے فنا نہیں۔

اور دوسری عالم یادگار کی بقا ہے۔ جب دنیا میں بعض نامور لوگ کوئی بڑا کام انجام دیتے ہیں۔ تو اُن کا نام بھی دنیا میں باقی رہتا ہے۔ اور لوگوں اسے یاد رکھتے ہیں۔

**(ب) خوبصورت عورتیں در حقیقت کون تھیں؟**

**جواب:** جو خوبصورت عورتیں نظر آتی تھیں۔ دراصل وہ نہ خوبصورت عورتیں تھیں۔ اور نہ پریاں تھیں۔ بلکہ عیش پسند، غافل، خود پسند اور بے پروا لوگوں کا فریب نظر تھا۔ حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

**(ج) ایرانی شعراء کو دربار میں کیوں نہ آنے دیا گیا؟**

**جواب:** اکثر ایرانی شعراء کو دربار میں اس لئے جگہ نہیں ملی۔ کہ اُنہیں بتایا گیا۔ کہ تم بے شک اچھے مصور ہو۔ لیکن تم لوگوں نے بے اصل اور غیر حقیقی اشیاء کی مصوری کی ہے۔ ان میں اصلیت اور واقعیت نہیں۔

**(د) ''سلطنت میں میراث نہیں چلتی'' سے کیا مراد ھے؟**

**جواب:** چنگیز خان جب دربار میں داخل ہوئے۔ تو اس کے حسب نسب کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے فوراً اپنی تلوار نکال کر سند کے طور پر پیش کی۔ جس پر لکھا تھا۔ ''سلطنت میں میراث نہیں چلتی'' مطلب یہ کہ حکومت بازوؤں کے زور سے کی جاتی ہے۔ جس کے ہاتھ میں طاقت ہو۔ اور جو لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ وہی بادشاہ ہے۔ بادشاہت میراث سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔

**(ہ) شیخ سعدی کیا کہتے ہوئے باھر نکل گئے؟**

**جواب:** شیخ سعدی یہ کہہ کر دربار سے نکل گئے۔ کہ یہ دنیا دیکھنے کیلئے ہے برتنے کیلئے نہیں۔

**سوال 4:روزمرہ کے مطابق خالی جگہ پر کریں؟**

(الف) خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چلا جاتا ہوں۔

(ب) خود بخود پچھلی محنتوں کے غبار دل سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جاتے ہیں۔

(ج) اس نے صلاح دی کہ نقاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر ڈالو۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(د) جرأت کو کوئی خاطر میں نہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔

(ہ) اس کے لئے بھی تکراروں کا ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔

**جواب:**

(الف) خواب میں دیکھتا ہو کہ گویا ہوا پہ چلا جاتا ہوں۔

(ب) خود بخود پچھلی محنتوں کے غبار دل سے نکل جاتے تھے۔

(ج) اس نے صلاح دی کہ نقاب چہرے پر ڈالو۔

(د) جرأت کو کوئی خاطر میں نہ لاتا تھا۔

(ہ) اس کے لئے بھی تکراروں کا غل ہوتا تھا۔

**سوال 5: درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں؟**

(الف) دوسری وہ عالم یادگار کی بقا جس کی بدولت لوگ نام کی عمر سے جیتے ہیں۔ اور شہرت دوام پاتے ہیں۔

(ب) جس طرح ملک و شمشیر کے جوش کو ملک و قوم کے خون میں حرکت دی اگر علوم و فنون کا بھی خیال کرتا۔ تو آج قومی ہمدردی کی بدولت ایسی ناکامی نہ اُٹھاتا۔

**جواب:**

(الف) محمد حسین آزاد کہتے ہیں۔ کہ ایک بقاوہ ہے۔ جس میں مرنے کے بعد روح باقی رہے گی۔ اور اسے فنا نہیں۔ جبکہ دوری بقاوہ ہے۔ جس کی وجہ سے نامور لوگوں کے نام دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ان لوگوں میں بڑے بڑے بادشاہ، نامور سپہ سالار، عظیم علماء و فضلا، مشہور و معروف شعراء اور ادیب، ماہرین طب، سائنس دان انجینئرز اور دانش ور شامل ہیں۔ جن کو اُن کے کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے۔

(ب) جب مشہور و معروف ظالم و سفاک منگول فاتح چنگیز خان دربار میں داخل ہوا۔ تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے چنگیز! جس طرح تم نے اپنی قوم کو لڑنے بھڑنے اور ملک فتح کرنے اور لوگوں کو قتل



کرنے پر اُکسایا اور جس طرح اپنی قوم کے خون میں سفاکی اور قتل و غارتگری کے جراثیم پیدا کئے۔ اسی طرح اگر تم علوم و فنون اور مفاد عامہ کی طرف توجہ دیتے۔ اور علوم و فنون کی ترقی میں کوشش کرتے۔ تو آج تم ناکام نہ ہوتے۔ اور لوگوں کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہوتیں۔

**سوال 6: مندرجہ ذیل الفاظ کو الضبائی ترتیب سے لکھیں۔ اور معنی بھی واضح کریں؟**

جاہ و جلال ، گروہِ کثیر ، اولوالعزم ، قیل و قال ، بلاتامل ، عالی وقار

**جواب:**

| | |
|---|---|
| اولوالعزم | بلند ارادوں والا |
| بلاتامل | بے سوچے سمجھے |
| جاہ و جلال | شان و شوکت، رُعب و دبدبہ |
| عالی وقار | بلند مرتبے والا، صاحب عزت |
| قیل و قال | بحث و مباحثہ، گفتگو |
| گروہ کثیر | بہت بڑی جماعت، ہجوم |

**سوال 7: اپنے کسی دلچسپ خواب کا حال بیان کریں؟**

**جواب:** میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں مدینے کے بازار میں کھڑا ہوں۔ وہی پرانی بوسیدہ دکانیں اور عمارتیں ہیں۔ جو رسول اللہؐ کے دور میں تھیں۔ عمر فاروقؓ خلیفہ ہے۔ بازار میں ایک شخص نے کہا۔ کہ عمر فاروقؓ تشریف لا رہے ہیں میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو ایک لمبے قد والا ادھیڑ عمر شخص ہاتھ میں دُرہ پکڑے آ رہا ہے۔ جب وہ میرے قریب آیا۔ تو مجھے گھور کر دیکھا۔ اور حکم دیا۔ کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ میں سیدنا عمر فاروقؓ کے پیچھے چل پڑا۔ وہ کبھی ایک دکان کے سامنے رکتا اور دکاندار کو ہدایات دیتا اور کبھی دوسرے دکان پر رُک کر دکاندار کو جھڑکتا۔ اور پھر آگے بڑھتا وہ کسی کبھی پیچھے دیکھتا۔ اور یہ تسلی کرتا۔ کہ بس اس کے پیچھے چل رہا ہوں عمر فاروقؓ کے چہرے پر اتنا جاہ و جلال اور رعب و دبدبہ تھا۔ کہ اس کی طرف دیکھنا ناممکن تھا۔ وہ بازار میں آگے بڑھ رہا تھا۔ گلیوں میں سے گذر رہا تھا۔ اور میں اس کے پیچھے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

پیچھے چل رہا تھا۔ اسی طرح چلتے چلتے میری آنکھ کھل گئی۔

☆.....☆.....☆

## سبق ''چند روز ایک روڈ رولر کیساتھ''

(ڈاکٹر وزیر آغا)

### مشکل الفاظ اور معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| قوی الجثہ | بڑی جسامت والا | سواگت | استقبال | ماند پڑنا | کمزور ہونا |
| اللہ لوک | اللہ والا | دھونی رمانا | آلتی پالتی مار کر بیٹھنا | گھسا پٹا | پرانا |
| مارکوپولو | اٹلی کا ایک سیاح | ابن بطوطہ | ایک عرب سیاح | اسپ تازی | تازی گھوڑا |
| ہودہ | عماری | انارکلی | جہانگیر بادشاہ کی محبوبہ | چھتنار | پھیلاؤ |
| کھل اُٹھنا | خوش ہونا | خلا | خالی جگہ | آہستہ خرامی | آہستہ چلنا |
| نٹ کھٹ | شریر | نونہال | چھوٹے بچے | دیدے | آنکھیں |
| بھاشا | زبان، بولی | فلاسفر | بڑا عالم | پرت | پردہ |
| مستورات | خواتین | اُتھل پتھل | اُوپر نیچے، اُلٹ | عمل معکوس | اُلٹا عمل |
| لرزہ بداندام | کانپنا | دوشیزہ | کنواری لڑکی | سکرین | پردہ |



| تغیر | تبدیلی | ثبات | دوام | بُعد | دوری |
|---|---|---|---|---|---|
| ہڑبڑانا | چونکنا | سل | بڑانکڑا | قاش | ٹکڑہ |
| کھنکتی ہوئی | بجتی ہوئی | ہست | موجود | نبت | بنی ہوئی چیز |
| جھریاں | شکنیں | ابدیت | ہمیشگی | سمادھی | یادگار، گیان دھیان |
| متمنی | خواہش مند | مرقد | قبر، لحد | مہین | نرم، شفاف |
| انگ | عضو، اندام | | | | |

### اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

گھنٹہ بھر کے لگا تار سفر میں ہم نے بمشکل پچاس گز کا فاصلہ طے کیا ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک بل بتوڑی (چھوٹے اُلو کی مادہ) اپنے تین نٹ کھٹ نونہالوں کے ساتھ ایک شاخ پر بیٹھی دکھائی دی۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس مشہور انشائیہ نگار لگا وزیر آغا کے مضمون ''چند روز ایک روڈ رولر کے ساتھ'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں۔ کہ گاؤں کے ایک کچی سڑک کو پختہ کرنے کیلئے ایک روڈ رولر تمہارے گاؤں میں آیا۔ گاؤں والوں کیلئے یہ ایک نئی چیز تھی۔ بچے بوڑھے اور جوان سب اسے دیکھنے کیلئے اُمڈ پڑے۔ جب ڈرائیور اپنا کام ختم کر کے چلا جاتا ہے۔ تو میں بھی اسے دیکھنے اور معائنہ کرنے کیلئے آجاتا ہوں۔ اور دیر تک اسے دیکھتا رہتا ہوں۔ ایک روز میں نے ڈرائیور سے روڈ رولر پر بیٹھنے کی

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

خوشی ظاہر کی۔ ڈرائیور بخوشی راضی ہوگیا۔ اور پروگرام طے پا گیا۔ دوسرے روز میں روڈ رولر پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ روڈ رولر چل پڑا تھا۔ لیکن میں تادیر یہ فیصلہ نہ کر سکا۔ کہ رولر چل رہا ہے یا کھڑا کیے۔ وہ ٹھہراؤ اور رفتار کے بین درمیان کی حالت میں تھا۔ لیکن ایک زاویے سے دیکھیں تو کھڑا تھا۔ دوسرے زاویے سے چل رہا تھا۔ ٹھہراؤ اور رفتار کے درمیانی وقفے کا تجربہ میں نے پہلی بار کیا تھا۔

**عبارت کی تشریح:** ہم نے روڈ رولر پر ایک گھنٹے سفر کیا۔ اور اس ایک گھنٹے میں بمشکل پچاس گز فاصلہ طے کیا۔ رولر چلتے چلتے ایک گھنے درخت کے نیچے پہنچ گیا۔ اب روڈ رولر درخت کے سائے میں چل رہا تھا۔ لیکن رفتار کا یہ حال تھا۔ کہ پندرہ منٹ میں درخت کے سائے سے نکل سکا۔ اس عرصے میں مجھے یہ موقعہ ملا۔ کہ میں نے اس گھنے درخت کے پھیلاؤ کو بڑے غور سے دیکھا۔ میں نے پرندوں کو دیکھا۔ جو خوش خوش درخت کی شاخوں پر بیٹھے تھے۔ روڈ رولر ان پرندوں کے آرام میں مخل نہیں ہوا تھا۔ کوئی اور سواری جیسے تانگہ، ٹریکٹر، ٹرک، موٹر کار یا سکوٹر وغیرہ ہوتی تو یہ پرندے خوفزدہ ہو کر اُڑ چکے ہوتے۔ لیکن روڈ رولر کی رفتار میں اتنی نرمی اور آہنگی تھی۔ کہ پرندے قطعاً بے قرار اور پریشان نہ ہوئے۔ ان مختلف قسم کے پرندوں میں ایک بل تیوڑی بھی تھے۔ جو اپنے تین شرارتی بچوں کیساتھ ایک شاخ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

**عبارت نمبر2:**

نہر کنارے کپڑے دھوتی ہوئی دوشیزہ، مکان کی چھت سے سڑک کو بے معنی نظروں سے دیکھتی ہوئی ایک بوڑھی عورت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ تو محض آنے جانے کا ایک سلسلہ ہے۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ڈاکٹر "وزیر آغا" کے انشائیہ "چند روز ایک روڈ رولر کے ساتھ" سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

میں نے ریل اور کار میں بھی سفر کیا ہے۔ یہ دونوں جب رفتار پکڑ لیتی ہیں۔ تو باہر جتنی بھی اشیاء ہوتی ہیں۔ وہ متحرک ہو جاتی ہیں۔ ریل یا کار آگے کی طرف بڑھتی ہے۔ جبکہ باہر موجود تمام اشیاء کو



ٹھوکر لگا کر نیند سے بیدار کرتی ہے۔ اور عمل معکوس کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیچھے کی طرف بھاگتی نظر آتی ہیں درخت، پہاڑ، مکان، پل، دریا اور نہریں سب کار یا ریل گاڑی کی الٹی سمت بھاگتی ہیں۔ ایسا نظر آتا ہے۔ جیسے یہ گھر میں کوئی شے بھول آئی ہیں۔ اور اسے واپس لانا چاہتی ہیں۔ کسی شے پر نظر نہیں جمتی۔ جو شے نظر کی گرفت میں آتی ہے۔ فوراً غائب ہو جاتی ہے۔

**عبارت کی تشریح:** جب ہم موٹر کار یا ریل گاڑی میں سفر کرتے ہیں تو باہر نہر کے کنارے کپڑے دھوئی کنواری لڑکی، مکان کی چھت سے سڑک کا نظارہ کرتی ہوئی بوڑھی عورت، چارپائی پر لیٹا ہوا شخص اور دو آدمی جو چارپائی کو اُٹھائے ہوئے ہیں بے شمار اونٹ جو قطار میں چل رہے ہیں ان اونٹوں پر بیٹھے ہوئے سرخ و سفید رنگ کے بچے سب چشم زدن میں نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ کسی چیز پر نظر نہیں ٹکتی ایسا دکھائی دیتا ہے۔ جیسے یہ کوئی سینما کی سکرین ہے۔ جس پر ہر شے ایک لمحے کیلئے نمودار ہوتی ہے۔ اور پھر فنا ہو جاتی ہے۔ اور انسان کا یہ خیال اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔ کہ تبدیلی واقعی ایک مثبت شے ہے۔ اس زندگی اور کائنات کا کوئی بنیاد نہیں۔ اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے۔ کہ ایک چیز آئی۔ اپنی جھلک دکھائی اور فنا ہو گئی۔

## مشقی سوالات و جوابات

**سوال 1: درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں؟**

(الف) روڈ رولر کی شکل و صورت کیسی تھی؟

(ب) روڈ رولر کس رفتار سے چل رہا تھا؟

(ج) مغرب میں اُلو کو کس چیز کی علامت سمجھا جاتا ہے؟

(د) مصنف روڈ رولر پر کتنی دیر سفر کیا؟

(ہ) مصنف نے روڈ رولر کی رفتار پر کن خیالات کا اظہار کیا؟

**جوابات:**

(الف) روڈ رولر بہت قوی الجثہ تھا۔ دینو ساری جاپانی پہلوانوں کی طرح ایک پہاڑ دکھائی دیتا تھا۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

فرق یہ تھا۔ کہ پہلوان گوشت کا جبکہ روڈ رولر کالے لوہے کا پہاڑ تھا۔

(ب) مصنف کہتا ہے۔ جب روڈ رولر چل پڑا۔ تو تادیر میں یہ فیصلہ نہ کرسکا۔ کہ یہ چل رہا ہے۔ یا کھڑا ہے۔ اس نے پچاس گز کا فاصلہ صرف ایک گھنٹے میں طے کیا۔

(ج) مغرب میں الو کو عقلمندی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اور لوگ اسے پرندوں کا فلسفی کہتے ہیں۔

(د) مصنف نے روڈ رولر پر دو گھنٹے سفر کیا۔

(ہ) مصنف کہتا ہے۔ کہ روڈ رولر چل پڑا تھا۔ لیکن میں یہ فیصلہ نہ کرسکا۔ کہ یہ کھڑا ہے یا چل رہا ہے۔ دراصل وہ ٹھہراؤ اور رفتار اور رفتار کے بین درمیان کی حالت میں تھا۔ یعنی ایک زاویے سے دیکھیں تو یہ چل رہا تھا۔ دوسرے زاویے سے دیکھیں۔ تو کھڑا لگ رہا تھا۔

## سوال 2: خالی جگہ پر کریں؟

(الف) کتوں نے ---------- کر روڈ رولر کا استقبال کیا۔

(ب) بلکہ ---------- کی ایک کھنکتی ہوئی قاش بن گئی۔

(ج) ہر خواہش کے اندر ایک ---------- ہوتا ہے۔

(د) یہ چیزیں ---------- کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیچھے بھاگتی ہیں۔

## جواب:

(الف) کتوں نے بھونک کر روڈ رولر کا استقبال کیا۔

(ب) بلکہ موجودگی کی ایک کھنکتی ہوئی قاش بن گئی۔

(ج) ہر خواہش کے اندر ایک خلا ہوتا ہے۔

(د) یہ چیزیں عمل معکوس کا مظاہرہ کرتی ہوئی پیچھے بھاگتی ہیں۔

## سوال 3: درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں؟

(الف) رفتار ہی انتشار ہے۔

(ب) واقعی تغیر کو ثبات ہے۔



(ج) میں نے کہا شکریہ! مجھے ذرا جلدی گھر پہنچنا ہے۔

## جواب:

(الف) مصنف کہتا ہے۔ کہ جب ہر شے ساکن ہو۔ اور اس میں حرکت نہ ہو۔ تو ماحول پرسکون ہوتا ہے۔ لیکن جب کوئی ایک یا زیادہ چیزیں متحرک ہو جاتی ہیں۔ تو انتشار اور بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔

(ب) کوئی شے کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو۔ اگر وہ ہمیشہ نظروں کے سامنے رہے۔ اور اس کی حالت بالکل ایک جیسی رہے۔ تو انسان اس سے رُکتا جاتا ہے۔ اور اس کا حسن ماند پڑ جاتا ہے۔ اگر کسی چیز کی حالت میں تبدیلی آتی رہے۔ اور نئے رنگ اور نئی شکل میں انسان کے سامنے آتی رہے۔ تو وہی چیز حسین اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اقبال کا شعر ہے۔

ہوئی ہے رنگ تغیر سے جب نمود اس کی — وہی حسیں ہے حقیقت زوال ہے جس کی
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں — کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

(ج) جب روڈ رولر کے ڈرائیور نے وزیر آغا سے کہا۔ کہ میں روڈ رولر پر آپ کو گھر چھوڑ آؤنگا۔ تو وزیر آغا نے جلدی جواب دیا۔ کہ شکریہ! مجھے ذرا جلدی گھر پہنچنا ہے۔ کیونکہ جو گاڑی ایک گھنٹے میں پچاس قدم چلتی ہے۔ وہ وزیر آغا کو گھر دس گھنٹے میں بھی گھر نہیں پہنچا سکتی تھی۔

## سوال 4: درج ذیل جملوں کو قواعد کے مطابق درست کریں۔

(الف) بوڑھا شخص بہت سے گھاٹوں کا پانی پی چکا تھا۔

(ب) پاکستان کے اندر افرادی قوت کی کمی نہیں ہے۔

(ج) میں نے اپنے کالج کی لائبریری سے استفادہ حاصل کیا۔

(د) لڑکا ڈرتا ڈرتا پرنسپل کے دفتر میں داخل ہوا۔

(ہ) ملتان اولیاؤں کی سرزمین ہے۔

## جواب:

(الف) بوڑھا شخص گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکا تھا۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

(ب) پاکستان میں افرادی قوت کی کمی نہیں ہے۔

(ج) میں نے اپنے کالج کی لائبریری سے استفادہ کیا ہے۔

(د) لڑکا ڈرتے ڈرتے پرنسپل کے دفتر میں داخل ہوا۔

(ہ) ملتان اولیاء کی سرزمین ہے۔

**سوال 5: درج ذیل جملوں میں مناسب مقامات پر رموز اوقاف لگائیں۔**

(الف) وہ بازار سے سبزیاں دالیں اور گوشت لایا۔

(ب) وہ شخص خوشبو کی طرح آیا جھوما خوشیاں بکھیریں اور چلا گیا۔

(ج) قائداعظم بانی پاکستان بہت بڑے سیاستدان تھے۔

(د) تم اچھے ہو یا برے عالم ہو یا جاہل دین دار ہو یا دنیادار اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہو۔

**جواب:**

(الف) وہ بازار سے سبزیاں، دالیں اور گوشت لایا۔

(ب) وہ شخص خوشبو کی طرح آیا، جھوما، خوشیاں بکھیریں اور چلا گیا۔

(ج) قائداعظم (بانی پاکستان) بہت بڑے سیاستدان تھے۔

(د) تم اچھے ہو یا برے، عالم ہو یا جاہل، دین ہو یا دنیادار، اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہو۔

☆.....☆.....☆

## سبق ''منظور''

(سعادت حسن منٹو)

### مشکل الفاظ اور معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| شرابور | تر، بھیگا ہوا | کروٹ لینا | پہلو بدلنا | گانٹھ | ٹکڑا |
| بانسا | اوپر والا حصہ | ڈلی | ٹکڑا | رعشہ | لرزہ |



| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| کرب | تکلیف، درد | نڈھال | کمزور | عارضہ | بیماری |
| کوٹنا | کسی چیز سے مارنا | نقاہت | کمزوری | صعوبت | تکلیف |
| داغ مفارقت | جدائی کا داغ | ٹیس | ہلکا ہلکا درد | تمتمانا | سرخ ہونا |
| ہالہ | گول گھیرائی | چڑچڑا | غصیلا | اکلوتا | تنہا، اکیلا |
| افراتفری | انتشار، بدنظمی | عالم | حالت | چہکنا | ہنس ہنس کر بات کرنا |
| دھڑ | جسم | جھنجھوڑنا | ہلانا | سدا | ہمیشہ |
| گر | طریقہ | معین | مقرر | نیم مندی | نیم کھلی |
| نحیف | کمزور | تقویت | طاقت | کھسکنا | سرکنا |
| تناؤ | کھینچاؤ | مسیحا | معالج، طبیب | گھٹی گھٹی | تنگ |
| قنوطیت | نا اُمیدی | رجائیت | پرامیدی | شگفتہ | تروتازہ |
| چہکارنا | دلاسہ دینا | پچکارنا | میٹھی میٹھی باتیں کرنا | اوندھ گئی | بند ہوگئی |
| ریلیز | ڈسچارج | سناٹا | خاموشی | | |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر 1:**

سب اُسے پیار کرتے تھے۔ اس کی شکل وصورت معمولی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کی یہ عادت کھلتی نہیں تھی۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ''سعادت حسن منٹو'' کے افسانے ''منظور'' سے لیا گیا ہے۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

**سیاق و سباق:**

اختر دل کا مریض تھا۔ اسے ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ ساری رات سے آکسیجن پر رکھا گیا۔ صبح جب اس نے آنکھیں کھولیں۔ تو دل میں میٹھا میٹھا درد ہو رہا تھا۔ اس کی عمر بتیس سال تھی۔ والدین اس کے بچپن میں مر گئے تھے۔ وہ ایک ہسپتال کے بڑے وارڈ میں تھا۔ جس میں اس کی طرح اور مریض بھی چارپائیوں پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ کی چارپائی پر دس برس کا ایک لڑکا پڑا تھا۔ لڑکے نے اختر کی طرف دیکھکر سلام کیا۔ اس کا نام منظور تھا۔ اسے فالج ہو گیا تھا۔ اور نچلا دھڑ مفلوج ہو چکا تھا۔ منظور وارڈ کے ہر مریض، ڈاکٹر اور نرس میں دلچسپی لیتا تھا۔

**عبارت کی تشریح:** وارڈ میں موجود تمام مریض، ڈاکٹر اور نرسیں منظور سے پیار کرتے تھے۔ وہ کوئی خوبصورت لڑکا نہیں تھا۔ اس کی شکل وصورت معمولی سی تھی۔ مگر اس میں بلا کی کشش تھی۔ سب کی نظریں اس پر ٹھہرتی تھیں۔ اس کا چہرہ ہمیشہ سرخ رہتا۔ اس کے چہرے کی سرخی بالکل اس طرح تھی۔ جس طرح چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے۔ اس ہالے میں منظور کی معصومیت صاف جھلکتی تھی۔ وہ بہت زیادہ باتیں کیا کرتا تھا۔ اور ہر وقت خوش رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ اختر دل کا مریض تھا۔ جس کی وجہ سے اس میں چڑ چڑا پن بہت زیادہ تھا۔ اور اُسے زیادہ باتیں کرنے سے بھی منع کیا گیا تھا۔ لیکن منظور کی باتوں میں اتنی معصومیت تھی۔ کہ اس نے کبھی منظور کی باتوں پر نہ تو اعتراض کیا تھا۔ اور نہ بیزاری کا اظہار کیا تھا۔

**عبارت نمبر2:**

اختر اور منظور کی دوستی بہت بڑھ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور ایک صحت مند زندگی بسر کرنی شروع کر دے۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ''سعادت حسن منٹو'' کے افسانے ''منظور'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

ہسپتال میں اختر اور منظور کے بستر ساتھ ساتھ تھے۔ منظور ہر وقت اختر سے باتیں کیا کرتا



ہے۔ اور اسے بڑی معصومیت سے تسلی دیتا رہتا تھا۔ منظور کا نچلا دھڑ مفلوج تھا۔ اور اس کے ٹھیک ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔ اس کے باوجود وہ ہمیشہ خوش رہتا۔ اختر کو جب ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ تو وہ چند گھڑیوں کا مہمان تھا۔ اس کی بعض غائب ہو چکی تھی۔ یہ منظور کی دُعاؤں اور تسلیوں کا نتیجہ تھا۔ کہ وہ مرتے مرتے بچ گیا تھا۔ کیونکہ منظور کی میٹھی میٹھی باتیں اختر کے دل کو تقویت پہنچا رہی تھیں۔ ہسپتال میں ایک مہینے کے دوران اختر پر دل کے تین جان لیوا دورے پڑے تھے۔ لیکن اس کی حالت اب اچھی تھی۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا۔ کہ اب وہ قطرے سے باہر ہے اختر جانتا تھا۔ کہ اس کا بچانے والا کوئی ڈاکٹر یا انجکشن نہیں۔ بلکہ منظور اور مفلوج منظور تھا۔

**عبارت کی تشریح:** اختر اور منظور اب پکے دوست بن گئے تھے۔ اختر منظور کو دیکھتا، تو اسے لگتا۔ کہ منظور فالج زدہ بیمار نہیں بلکہ اس کا معالج اور مسیحا ہے۔ کیونکہ منظور ہی نے اسے نئی زندگی عطا کی تھی۔ اس وقت جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ منظور ہی نے اسے زندہ رہنے کا حوصلہ عطا کیا تھا۔ دل کی بیماری کی وجہ سے اختر کے دل و دماغ پر جو کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔ منظور کی باتوں نے وہ سب ہٹا دیئے تھے۔ اب وہ گھٹن اور چڑ چڑا پن محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اسکی مایوسی اور نا امیدی ختم ہو چکی تھی۔ اب اس کو یقین ہو چلا تھا۔ کہ وہ صحت یاب ہو جائے گا۔ اب وہ زندہ رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور زندگی سے پیار کرنے لگا تھا۔ اس کی خواہش تھی۔ کہ صحت یاب ہو کر ہسپتال سے نکلے اور معمول کی زندگی دوبارہ شروع کر دے۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال1: خالی جگہ پر کریں؟**

(الف) اس کے دل کی رفتار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھی۔

(ب) مریض کو دل کا عارضہ ہے جسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہتے ہیں۔

(ج) وہ ہوش میں تھا اور اپنے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا جائزہ لے سکتا تھا۔

(د) اس نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہوئی آنکھوں سے منظور کی طرف دیکھا۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

(ہ) منظور کی ذات اس کی نظر میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا درجہ رکھتی تھی۔

**جواب:**

(الف) اس کے دل کی رفتار ٹھیک تھی۔

(ب) مریض کو دل کا عارضہ ہے۔ جسے کورونری تھرمبوس کہتے ہیں۔

(ج) وہ ہوش میں تھا اور اپنے گردو پیش کا جائزہ لے سکتا تھا۔

(د) اس نے نیم مندی ہوئی آنکھوں سے منظور کی طرف دیکھا۔

(ہ) منظور کی ذات اس کی نظر میں مسیحا کا درجہ رکھتی تھی۔

**سوال 2: درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں؟**

(الف) اختر کو کس حالت میں ہسپتال لایا گیا؟

(ب) منظور کی بیماری کی وجہ کیا تھی؟

(ج) منظور ہسپتال سے کیوں گھر نہیں جانا چاہتا تھا؟

(د) اختر کے خیال میں اس کے صحت مند ہونے کی کیا وجہ تھی؟

(ہ) ہسپتال کے اہلکاروں کا منظور سے کیسا رویہ تھا؟

**جوابات:**

(الف) اختر کو بہت خراب حالت میں ہسپتال لایا گیا تھا۔ اسے دل کا دورہ پڑا تھا۔ رات بھر اسے روکسیجن پر رکھا گیا۔ رُکی نبض کی رفتار غیر یقینی تھی۔ اس نے ساری رات شدید کرب میں کاٹی۔

(ب) منظور کو فالج ہو گیا تھا۔ اور اس کا نچلا دھڑ مکمل طور پر مفلوج ہو چکا تھا۔ جس کا علاج ناممکن تھا۔

(ج) منظور نے اختر کو بتایا۔ کہ وہ ہسپتال سے گھر اسلئے نہیں جانا چاہتا۔ کہ گھر میں وہ اکیلا پڑا رہے گا۔ کیونکہ ابا دکان پر جاتا ہے اور ماں ہمسائی کے گھر میں کپڑے سینے جاتی ہے۔ وہاں وہ کس سے باتیں کرے گا۔



(د) اختر کا خیال تھا۔ کہ اسے بچانے والا منظور ہے۔ اس کے صحت مند ہونے کا راز نہ ڈاکٹر ہے نہ انجکشن ہے اور نہ دوائی۔ بلکہ صرف منظور ہی اس کا معالج اور مسیحا ہے۔ جس نے اسے زندہ رہنے کا طریقہ سکھایا۔

(ہ) ہسپتال کے تمام ڈاکٹر منظور کے دوست تھے۔ تمام نرسیں اس کی بنیں تھیں۔ مریضوں میں کوئی اس کا چچا کوئی ماموں اور کوئی بھائی جان تھا۔ سب اس کو پیار کرتے تھے۔ ڈاکٹر اس کے پاس آ کر بیٹھتے تھے۔ اُس میں ایک غیر معمولی کشش تھی۔

**سوال 3: منظور کے کردار پر ایک پیراگراف لکھیں۔**

**جواب:** منظور نو دس سال کا لڑکا تھا۔ اس پر فالج کا دورہ پڑا تھا۔ اور نچلا دھڑ مفلوج ہو چکا تھا۔ اسے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ اس کی بیماری لا علاج تھی۔ لیکن ہسپتال میں تمام مریضوں ڈاکٹروں، نرسوں اور دیگر اہلکاروں کیساتھ اس کی دوستی تھی۔ وہ بہت زیادہ باتونی تھا۔ وہ معمولی شکل و صورت کا لڑکا تھا۔ لیکن اس میں بلا کی کشش تھی۔ وہ ہر مریض کو تسلی دیتا تھا۔ ہر وقت خوش رہتا۔ اور دوسروں کو خوش رہنے کی تلقین کرتا تھا۔

**سوال 4: اس افسانے کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔**

**جواب:** اس افسانے کا خلاصہ کتاب کے اگلے حصے میں موجود ہے۔

**سوال 5: اس افسانے سے کم از کم ایسے پانچ جملوں کا انتخاب کریں۔ جن میں امدادی افعال کا استعمال کیا۔**

**جواب:**

| | | |
|---|---|---|
| (۱) | بے چارہ صبح ساڑھے پانچ بجے مر گیا۔ | گیا |
| (۲) | اپنے دوستوں سے کھیلا کرنا، سکول جایا کرنا۔ | کرنا |
| (۳) | وہ خود اسی کی طرح چہکنے چہکارنے لگا۔ | لگا |
| (۴) | پھر ٹوٹے ٹوٹکوں کا سہارا لیا۔ | لیا |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(۵) لڑکے کا چہرہ اور زیادہ تمتما اُٹھا۔ اُٹھا

**سوال 6: اعراب لگائیں۔**

مفلوج ، معجزہ ، معین ، مسیحا ، مریض ، مرض ، مانند

مَفْلُوْج ، مُعْجِزَہ ، مُعَیَّن ، مَسِیْحَا ، مَرِیْض ، مَرَض ، مَانِنْد

**سوال 7: سرکاری ہسپتال میں داخل کسی مریض کی آپ بیتی لکھیں۔**

**جواب:** میرا نام رشید احمد ہے۔ میں موٹر سائیکل پر اپنے دوست محمد گل کیساتھ بیٹھا تھا۔ کہ تیز رفتاری کی وجہ سے موٹر سائیکل کا توازن بگڑ گیا۔ اور ہم نے موٹر سائیکل لڑھکتے ہوئے دور چلے گئے۔ میرے سر ٹانگوں اور ہاتھوں پر شدید زخم آئے۔ جس سے خون بہہ رہا تھا۔ معلوم نہیں وہ کون لوگ تھے۔ جنہوں نے ہمیں پشاور کے ایک سرکاری ہسپتال پہنچا دیا۔ مجھے سٹریچر پر ڈال کر ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ سجایا گیا۔ جہاں میں بے یارومددگار دو ڈھائی گھنٹے سٹریچر پر پڑا رہا۔ کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ میں درد سے کراہ رہا تھا۔ زخموں سے خون بھی اس رہا تھا۔ میرے چیخوں سے تنگ آ کر ایمرجنسی کے ایک اہل کار کو رحم آ گیا۔ اور وہ مجھے اندر لے گیا۔ اندر کچھ ڈاکٹری لوگ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اُنہوں نے عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اُنہوں نے میرے خون سے لت پت بدن کو دیکھ کر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ خاصی دیر بعد ایک لڑکا میرے پاس آیا۔ اور میری قمیص اُتار دی۔ خون وغیرہ صاف کیا۔ اور میرے زخموں پر پایوڈین کی پٹیاں باندھ دیں۔ اور ایک اہل کار سے وارڈ لے جانے کو کہا۔ مجھے وارڈ میں لا کر داخل کرایا گیا۔ اور ایک نرس نے مجھے ڈرپ چڑھا دیا۔ جس سے میری ٹیسیں کچھ کم ہوئیں۔ لیکن وارڈ میں کسی ڈاکٹر نے مجھے پوچھا تک نہیں۔ شام کو میرے والد ہسپتال پہنچ گئے۔ اور میری حالت دیکھ بہت پریشان ہوئے۔ جب اسے پتہ چلا کہ زخموں کی مرہم پٹی اور ایک ڈرپ کے علاوہ ابھی تک میرا کوئی علاج نہیں ہوا ہے۔ تو اس نے دوڑ دھوپ شروع کی۔ وارڈ میں موجود نرس نے بتایا۔ کہ ڈاکٹر صبح نو بجے آئے گا۔ کیونکہ شام کو جو ڈاکٹر راؤنڈ لیئے آتا ہے۔ آج اس کی سالی کی شادی ہو رہی ہے۔ ساری رات نرس مجھے درد کے انجکشن لگاتی رہی۔ میں ساری رات کراہتا رہا۔ اور میرے والد صاحب بھی جاگتے



رہے۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ نو بجے تو نہیں البتہ پونے دس بجے ایک شخص بڑی شان بے نیازی سے وارڈ میں داخل ہوا۔ چند تیز و طرار نرسیں اس کے ساتھ تھیں۔ دوسرے مریضوں سے نمٹ کر میرے پاس آیا۔ تو میز پر پڑے ہوئے میرے کاغذات دیکھے۔ اور اس پر کچھ لکھ کر آگے بڑھ گیا۔ میرے والد صاحب نے ڈاکٹر کا رویہ دیکھا۔ تو فوراً ایک سٹریچر ٹرالی منگوا کر مجھے ایک پرائیویٹ کلینک پہنچا دیا۔

**سوال 8: مندرجہ ذیل پیراگراف میں مناسب مقامات پر رموز اوقاف لگائیں۔**

**جواب:** دور حاضر میں بجلی ایک خادم کی حیثیت رکھتی ہے، گھروں، کارخانوں اور دفتروں میں ہر جگہ، یہ ہماری روزمرہ زندگی کا لازمہ ہے، بٹن دبایا، پنکھا چل پڑا، روشنی ہوگئی، ہیٹر جل اُٹھا، ائیر کنڈیشن نے کمرہ ٹھنڈا کر دیا، ریفریجریٹر میں ہر چیز یخ بستہ ہوگئی، کھانا تیار ہے، کپڑے دھل گئے، استری ہوگئی، لفٹ نے آپ کو سینکڑوں فٹ بلندی پر پہنچا دیا، غرض سوئچ دباتے ہی سب کچھ آن کی آن میں موجود ہوتا ہے۔

**سوال 9: سبق کے مطابق جو جملے درست ہیں۔ اُن کے سامنے (✓) اور جو غلط ہیں اُن کے سامنے (×) کا نشان لگائیں۔**

(الف) اختر کے بدن پر رعشہ طاری تھا۔ (✓)

(ب) اختر اور منظور ہم عمر تھے۔ (×)

(ج) اختر کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کی۔ (×)

(د) منظور صحت یاب ہو کر گھر چلا گیا۔ (×)

(ہ) کامیاب علاج نے ہی اختر کی بیماری ختم کی۔ (×)

(و) منظور کی چارپائی پر ایک نحیف و نزار بوڑھا پڑا تھا۔ (✓)

**سوال 10: کم از کم تین چار سو الفاظ پر مشتمل ایک افسانہ لکھنے کی کوشش کریں۔ جس کا مرکزی خیال ایثار و قربانی ہو۔**

**جواب: ایثار و قربانی:**

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

شاہد علی خان میرے دوست تھے۔ میری اور اس کی دوستی مثال تھی۔ ہم ایک ساتھ سیر کیلئے جایا کرتے تھے۔ ایک ساتھ کھیلتے تھے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے کے حجرے میں رات بھی گذارتے تھے۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ ایک دن ہم نے لاہور کی سیر کا پروگرام بنایا۔ ہمارے پاس پیسے نہیں تھے۔

کافی سوچ و بچار کے بعد ہم نے فیصلہ کیا۔ کہ نہر کے کنارے سرکاری درختوں کو رات کے وقت کاٹ کر فروخت کر دیں گے۔ اور سیر کیلئے پیسے کھرے کر دیں گے۔ چنانچہ ہم نے رات کو پانچ درخت کاٹے۔ اور راتوں رات ٹھکانے لگا دیا۔ اور محمد اسرار کا کا کے ٹریکٹر میں لاد کر ٹال والے کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ لیکن میری بدقسمتی یہ ہوئی۔ کہ جائے وقوعہ پر میری جیب سے ایک خالی پاکٹ بک گر گئی تھی۔ جو صبح محکمہ انہار کے اہلکاروں نے جائے وقوعہ سے حاصل کر کے قبضے میں لے لی۔ اس میں میرا نام پتہ اور دیگر حساب کتاب اور یادداشتیں درج تھیں۔ چنانچہ میرے خلاف مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ میری پہلی پیشی ہوئی۔ لیکن میں نے عدالت میں صاف انکار کر دیا۔ لیکن جو ثبوت عدالت کے پاس موجود تھا۔ اس سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ مقدمہ چلتا رہا۔ شاہد علی خان ہر پیشی میں میرے ساتھ ہوتا تھا۔ لیکن اس پر کوئی دعویٰ نہیں تھا۔

اس دوران میرے والدین نے میرے لئے ایک لڑکی کا رشتہ مانگا۔ جو طے ہو گیا۔ اور میرے منگنی کا دن مقرر ہوا۔ منگنی سے ایک دن پہلے میرے ایک اور دوست ناصر خان نے آ کر مجھے بتایا۔ کہ شاہد علی خان اس رشتے سے ناخوش ہے۔ کیونکہ اس لڑکی کا رشتہ دو مہینے پہلے شاہد علی خان کیلئے مانگا گیا تھا۔ اور لڑکی کے والدین نے انکار کر دیا تھا۔ شاہد نے مطالبہ کیا تھا۔ کہ وہ اس لڑکی کے ساتھ شادی نہ کرے۔ یہ میرے عزت کا سوال ہے۔ لیکن بہت سوچ و بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ یہ اب میری عزت کا بھی سوال ہے۔ چنانچہ منگنی ہو گئی۔ اور شاہد علی خان اب مجھ سے کترانے لگے۔ نہ مجھ سے ملتے۔ نہ میرے قریب آتے تھے۔ گاؤں کے لوگ بھی ہم دونوں کی عداوت محسوس کر رہے تھے۔

چند مہینے بعد میری شادی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ اتفاق سے شادی سے دو دن پہلے میرے مقدمے کی آخری تاریخ تھی۔ جس میں فیصلہ ہونے والا تھا۔ مضبوط ثبوت کی وجہ سے سب کا خیال تھا۔



کہ مجھے جیل بھیج دیا جائے گا۔ جب میں عدالت میں داخل ہوا۔ تو شاہد علی خان عدالت میں موجود تھا۔ کاروائی شروع ہوئی۔ تو شاہد نے اُٹھ کر درختوں کی چوری کا اعتراف کر لیا۔ اور مجھے بے گناہ ثابت کیا۔ اسے ہتھکڑیاں لگا کر جیل بھیج دیا گیا۔ شاہد نے جیل جا کر مجھے شادی کا تحفہ دیا تھا۔

شاہد نے عدالت کو بتایا۔ کہ جواد کا پاکٹ بک اسی رات میری جب میں تھا۔ اور میری جیب سے گر گیا تھا۔

میں بوجھل قدموں سے عدالت سے باہر آیا۔ شاہد کو جیل جاتے دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے میری خوشیوں کے لئے ایک عظیم قربانی دی تھی۔

☆.....☆.....☆

## سبق "کتبہ"

### مشکل الفاظ معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|
| پھلواری | پھولوں کی کیاری | وضع | بناوٹ |
| چہل پہل | آمدورفت | گہما گہمی | رونق |
| تپش | گرمی | میکے | باپ کا گھر |
| پوریاں | گھی میں تلی روٹیاں | اثاثہ | سامان |
| رکھوالی | حفاظت | وضع قطع | شکل وصورت |
| نیکر | چست پاجامہ | توند | پیٹ |
| بیڑی | دیسی سگریٹ | گتھیاں | مسائل |
| سلجھانا | حل کرنا | یکسوئی | تنہائی |
| گرہستی | گھر کے کام | جوں ماتوں | وہی کا وہی |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| منچلے | شرارتی | سیٹھی پن | حفاظتی سوئی |
|---|---|---|---|
| انگروٹ | زیرتربیت | تتربتر | آلودہ |
| خراماں | خوش | طمانیت | مسرت |
| سیس بھیکنا | مونچھ نکل آنا | جہاندیدہ گھاگ | تجربہ کار |
| گدی | گردن | خم | ٹیڑھا پن، کُب |
| پھنسی | گرمی دانے | چڑچڑا | ضدی، غصیلا |
| نالاں | بیزار | کہنہ فروش | کباڑی |
| قماش | قسم، طرز | مول تول | بھاؤ تاؤ |
| سنیاسی | جڑی بوٹیاں | سائیں | فقیر |
| ظروف | برتن | مسخ | خراب |
| گراموفون | باجا | جراحی | آپریشن |
| نفاست | صفائی | دام | قیمت |
| اوجھل ہونا | غائب ہونا | مرمریں | سفید |
| مصرف | استعمال | ولولہ | جذبہ |
| سعی لاحاصل | بے سود کوشش | ہل چل | ہنگامہ |
| جلی | واضح | قفل | تالا |
| پھانک | صدر دروازہ | کواڑ | دروازہ |
| جویا | متلاشی | مگن | ڈوبا ہوا |
| سہانی | خوبصورت | دھندلی | مدہم |
| رنگ ڈھنگ | طور طریقہ | کڑی | سخت |



| جان کھپانا | سخت محنت کرنا | پے در پے | مسلسل |
|---|---|---|---|
| مژدہ | خوش خبری | اُمنگیں | خواہش |
| کاٹھ | لکڑی | کھٹن | سخت |
| ابتر | بُرا | اکس | سستی |
| تیور | انداز | دھک اُٹھنا | چمک اُٹھنا |
| انٹرنس | الیف۔اے | مندا | نقصان |
| نمونیا | نجار | ساجھا | شراکت |
| ہیجان | ہل چل | پٹی | چارپائی |
| افاقہ | مرض میں کمی | لطیفہ غیبی | غیب کی مدد |
| غل غپاڑہ | ہنگامہ | چھاتا | چھتری |

## اہم عبارات کی تشریح

### عبارت 1:

رات کو جب وہ کھلے آسمان کے نیچے اپنے گھر کی چھت پر اکیلا بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا۔۔۔۔۔اور اس مرمریں ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کرا کے دروازے کے باہر نصب کر دے۔

### حوالہ متن:

یہ عبارت غلام عباس کے افسانے ''کتبہ'' سے لی گئی ہے۔

### سیاق و سباق:

شریف حُسین ایک دفتر میں کلرک تھا اس کی زندگی ایک ڈگر پر چل رہی تھی گھر سے دفتر جاتا اور دفتر سے گھر واپس آتا اور گھر میں سارا وقت بیوی بچوں کے ساتھ گزارتا آج بھی جب وہ دفتر سے چھٹی کر کے باہر نکلا تو حیران تھا کہ کیا کرے اور کدھر جائے کیونکہ اس کے بیوی بچے میکے گئے ہوئے تھے

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

اس نے سوچا سنسان گھر میں جا کر کیا کرے گا وہ دفتر سے باہر کسی سواری کے انتظار میں کھڑا تھا مختلف وضع قطع کے کلرکوں کی ٹولیاں دفتر سے نکل رہی تھیں۔ایک تانگے میں خالی جگہ دیکھ کر اس پر سوار ہو گیا اور شہر کی طرف چل دیا۔شہر میں تانگے سے اُتر کر مختلف بازاروں کی سیر کرتا ہوا ایک کباڑی کی دکان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔دکان میں اسے سنگ مرمر کا ایک حسین ٹکڑا نظر آیا۔جو بڑی فن کاری سے تراشا گیا تھا۔محض یہ دیکھنے کے لئے کہ کباڑی اس کی کیا قیمت لگائے گا اس نے اس ٹکڑے کی قیمت پوچھی۔ کباڑی نے تین روپے بتائے۔شریف حسین نے جان چھڑانے کے لئے ایک روپیہ کہہ دیا۔ جسے کباڑی نے منظور کیا۔اور شریف حسین نے نہ چاہتے ہوئے بھی سنگ مرمر کا چوکور ٹکڑا خرید لیا اور شام کو گھر پہنچا۔

**عبارت کی تشریح:** شریف حسین کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سنگ مرمر کا ٹکڑا اس نے کیوں خریدا۔اور یہ اس کے کس کام آ سکتا ہے۔رات کو وہ گھر میں اکیلا تھا بڑی بے فکری سے کوٹھے کی چھت پر بستر بچھا کر لیٹ گیا۔لیٹتے ہی اسے سنگ مرمر کے ٹکڑے کا خیال آیا۔بڑے سوچ و بچار کے بعد اس نے اس مسئلے کا حل سوچ لیا۔اس نے سوچا کہ خداوند تعالیٰ بڑا رحیم اور بخشنے والا ہے خُدا ایسے کام بھی کرتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آئے ہو سکتا ہے وہ کلرک درجہ دوم سے ترقی پا کر اپنے دفتر سپرنٹنڈنٹ بن جائے اسی طرح عہدے کی ترقی کے ساتھ اس کی تنخواہ چالیس روپے ماہوار سے بڑھ کر چار سو روپے ہو جائے۔سپرنٹنڈنٹ کا عہدہ نہ بھی ملے ہیڈ کلرکی مل جائے پھر بھی یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔تنخواہ میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا۔تنخواہ میں بچت کر کے اپنا ذاتی مکان بھی خرید لوں گا شراکت داری کے مکان سے چھٹکارا مل جائے گا۔ذاتی مکان مل جائے تو سنگ مرمر کے اس خوبصورت ٹکڑے پر کسی ماہر سنگتراش سے اپنا نام کندہ کروالوں گا اور گھر کے باہر والے دروازے پر اسے نصب کروں گا۔تا کہ آنے جانے والے کی نظر اس پر پڑے۔

**عبارت 2:**

اس کے بعد جو دن گزرے وہ اس کے لئے بڑی مایوسی اور افسردگی کے تھے۔۔۔۔۔۔۔



افسروں کے تیور اسے جلد ہی راہ راست پر لے آئے۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس غلام عباس کے افسانے ''کتبہ'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

شریف حسین نے سنگ مرمر کے ٹکڑے کا جو مصرف اپنے دل میں سوچ لیا تھا وہ اس بات سے مشروط تھا کہ اسے ترقی مل جائے اور ذاتی مکان کا مالک بن جائیاس کی یہ امید اس وقت بندھ گئی جب درجہ اول کا ایک کلرک تین مہینے کی چھٹی پر گیا اور اسے اس کی جگہ پر بٹھا دیا گیا لیکن تین مہینے کے بعد کلرک کام پر واپس آیا اور شریف حسین واپس اپنی جگہ پر آ گیا اس دوران کتبہ مختلف جگہیں تبدیل کرتا رہا۔الماری سے نکال کر میز پر سجا دیا گیا لیکن بڑے لڑکے نے اسے میز سے ہٹا کر پھر بے کواڑ الماری میں رکھ دیا۔ک ءسال اور گزر گئے کتبہ بھی الماری میں تو کبھی میز پر کبھی کسی بوری مین تو کبھی چارپائی کے نیچے پڑا رہتا تھا۔شریف حسین کو درجہ اول کی کلرکی کی جو تھوڑی سی خوشی حاصل ہوئی تھی وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔

**اقتباس کی تشریح:** شریف حسین جب واپس کلرک درجہ دوم کی سیٹ پر آ گیا تو اسے سخت مایوسی ہوئی اس دن کے بعد وہ غمزدہ اور پریشان رہنے لگا اس کے خواب چکنا چور ہو گئے تھے تھوڑی سی خوشی دیکھی تھی اور اسے امید ہو چکی تھی کہ یہ خوشی مستقل بھی ہو سکتی ہے لیکن اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ اس کی قسمت نہیں بدلے گی۔اب اسے اپنی حالت پہلے سے بھی بری لگ رہی تھی اس میں سستی پیدا ہو گئی اور اس کا دل کام میں نہیں لگ رہا تھا وہ کمزوری اور سستی محسوس کر رہا تھا دنیا سے بیزار ہو گیا تھا۔لوگوں سے بول چال بند کر دی تھی اور ہنسنا چھوڑ دیا تھا۔اس کے دفتر میں افسروں نے بھی محسوس کیا کہ شریف حسین کام چوری سے کام لیتا ہے۔انہوں نے اسے تنبیہ کی جس کے ڈر سے پھر کام میں دلچسپی لینے لگا اور اس کا دماغ درست ہو گیا۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**1۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔**

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**سوال 1: کلرکوں میں کس عُمر کے لوگ شامل تھے؟**

**جواب:** کلرکوں میں ہر عمر کے لوگ شامل تھے ان میں ایسے بھی تھے جن کے داڑھی مونچھ ابھی نہیں آئے تھے ایسے جہاندیدہ، تجربہ کار اور عمر رسیدہ لوگ بھی تھے جو سالہا سال سے اسی دفتر میں کام کر رہے تھے۔

**سوال 2: شریف حسین اس دن گھر کے بجائے جامع مسجد کی طرف کیوں چل دیا؟**

**جواب:** شریف حسین کی بیوی میکے چلی گئی تھی بچے بھی ساتھ گئے تھے اس لئے وہ آزاد تھا چاہتا تھا کہ گھر جانے سے بہتر ہے کہ شہر کی سیر کی جائے چنانچہ وہ جامع مسجد کی طرف چل دیا۔

**سوال 3: شریف حسین نے سنگ مرمر کے ٹکڑے کا کیا مصرف سوچا؟**

**جواب:** اس نے سوچا کہ خدا کارساز ہے ہوسکتا ہے میری ترقی ہو جائے اور کلرک درجہ دوم سے ہیڈ کلرک یا سپرنٹنڈنٹ بن جاؤں اپنا گھر مل جائے تو سنگ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کر کے باہری دروازے پر نصب کر دوں گا۔

**سوال 4: سنگ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام گھدا ہوا دیکھ کر شریف حسین نے کیا محسوس کیا؟**

**جواب:** جب اس نے سنگ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کروایا اور اس کی طرف دیکھا تو اسے دلی مسرت ہوئی کیونکہ اس نے اپنا نام پہلی بار جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔

**سوال 5: اس افسانے سے کیا اخلاقی سبق حاصل ہوتا ہے؟**

**جواب:** اس افسانے سے افسانہ نگار لوگوں کو یہ اخلاقی سبق دیتا ہے کہ زندگی تھوڑی ہے اور خواہشات بہت زیادہ۔ ایک شخص کتنا ہی کوشش کرے اس کے تمام خواہشات پوری نہیں ہوسکتیں ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو دوسری خواہش سر اُٹھا لیتی ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے



**2۔ سبق کے حوالے سے مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔**

**جملہ 1:** دن کے وقت اس علاقے کی چہل پہل اور گہما گہمی عموماً کمروں کی چار دیواری ہی میں محدود رہتی ہے۔

**وضاحت:**

اس جملے میں جس علاقے کا ذکر کیا گیا ہے اس میں گھروں کے علاوہ دفتر بھی تھے مصنف کہتا ہے کہ دن کے وقت سڑکوں پر کوئی خاص چہل پہل اور آمد و رفت نہیں ہوتی لوگ زیادہ تر گھروں میں بند رہتے ہیں البتہ صبح ساڑھے سات بجے اور چھٹی کے وقت خوب رونق ہوتی ہے۔

**جملہ 2:** دنیا بھر کی چیزیں اور ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ یہاں ملتے ہیں۔

**وضاحت:**

مصنف اس جملے میں شہر کی اس بازار کا ذکر کرتے ہیں جہاں کباڑیوں کی دکانیں تھیں وہاں رش بہت زیادہ تھا دکانوں میں ہر قسم کی نئی پرانی چیزیں باسانی مل جاتی تھیں۔ نیز ہر قسم کے یعنی ہر رنگ و نسل، زبان، قومیت اور حیثیت کے لوگ یہاں موجود تھے۔

**جملہ 3:** وہ بڑا غفور الرحیم ہے کیا عجب اس کے دن پھر جائیں۔

**وضاحت:**

شریف حسین نے سنگ مرمر کا ٹکڑا خریدا تو اسے خیال آیا کہ خدا غفور الرحیم ہے سب کچھ کر سکتا ہے ہوسکتا ہے میری قسمت بدل جائے میری ترقی ہو جائے۔ تنخواہ بڑھ جائے میں اپنا گھر بنانے کے قابل ہو جاؤں تو سنگ مرمر کے اس ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کر کے باہری دروازے پر نصب کر دوں گا۔

**جملہ 4:** دفتر میں جب کبھی اس کا کوئی ساتھی کسی معاملے میں اس کی رہنمائی کا جویا ہوتا تو اپنی برتری کے احساس سے اُس کی آنکھیں چمک اُٹھتیں۔

**وضاحت:**

شریف حسین دفتر سینئر اور تجربہ کار ملازموں میں سے ایک تھے دفتری کام پر اسے مکمل عبور

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

حاصل تھا۔ دفتر کے باقی کلرک کسی بھی کام کے سلسلے میں اس کی راہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس آتے تھے ان کی راہنمائی کر کے وہ نہ صرف خوش ہوتا بلکہ اپنی برتری اور مہارت کے احساس سے وہ پھولے نہ سماتا۔

جملہ 5: ترقی لازماً قسمت سے نصیب ہوتی ہے کڑی محنت جھیلنے اور جان کھپانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

**وضاحت**

شریف حسین کو یقین ہو چلا تھا کہ ترقی سخت محنت، کوشش اور جان کھپانے سے نہیں ملتی اس میں قسمت کا عمل دخل ہوتا ہے اور یہ غیب سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ اس نے حد سے زیادہ کام کرنا چھوڑ دیا اور اپنی ترقی کا معاملہ قسمت کے حوالے کر دیا۔

**3۔ مندرجہ ذیل جملوں کی تکمیل کے لئے دئیے ہوئے جوابات میں سے درست جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگائیں۔**

۱۔ شریف حسین کو سنگ مرمر کا ٹکڑا۔۔۔۔۔۔

(الف) وراثت میں ملا (ب) راستے میں پڑا ہوا ملا

(ج) کسی دوست کی طرف سے تحفے میں ملا (د) کباڑی کی دکان سے ملا

**جواب: (د) کباڑی کی دکان سے ملا**

۲۔ شریف حسین سنگ مرمر کا ٹکڑا اس لئے خریدا کہ۔۔۔۔۔۔

(الف) اس کی بیوی نے فرمائش کی تھی (ب) اس کی قیمت بہت کم تھی

(ج) وہ اسے اپنے دروازے پر نصب کرنا چاہتا تھا

(د) قیمت پوچھنے پر کباڑی اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

**جواب: (د) قیمت پوچھنے پر کباڑی اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔**

۳۔ شریف حسین کے خیال میں سنگ مرمر کا مصرف یہ تھا کہ۔۔۔۔



(الف) اسے افسر کو تحفے کے طور پر دیا جائے (ب) اسے کارنس پر سجا دیا جائے

(ج) اس پر اپنا نام گھدوا کر دروازے پر لگا دیا جائے

(د) اسے مطالعے کی میز پر رکھ دیا جائے

**جواب: (ج) اس پر اپنا نام گھدوا کر دروازے پر لگا دیا جائے**

۴۔ شریف حسین کی موت کے بعد سنگ مرمر کا ٹکڑا۔۔۔۔۔۔

(الف) یونہی گھر میں پڑا رہا (ب) کہیں گم ہو گیا

(ج) بیچ دیا گیا (د) اس کی قبر پر لگا دیا گیا

**جواب: (د) اس کی قبر پر لگا دیا گیا**

**4۔ افسانہ "کتبہ" کا خلاصہ لکھیں۔**

**خلاصہ:**

شریف حسین ایک دفتر میں کلرک تھا۔ صبح دفتر جانا اور شام کو واپس گھر آنا روز کا معمول تھا ایک دن شریف حسین کی بیوی میکے گئی ہوئی تھی اور بچے بھی ساتھ گئے تھے تنخواہ کے آٹھ دن بعد آج بھی شریف حسین کے جیب میں پانچ روپے کا نوٹ موجود تھا چھٹی کے بعد دفتر سے نکلا تو سوچا کہ گھر جانا بیکار ہے۔ گھر میں نہ بیوی ہے نہ بچے ہیں کیوں نہ شہر کی سیر کی جائے ایک تانگے میں خالی سیٹ دیکھ کر اس پر سوار ہو گیا اور شہر میں تانگے سے اتر پڑا۔ بے فکری سے بے مقصد گھومتا رہا۔ چلتے چلتے وہ کباڑیوں کی دکانوں کے پاس پہنچا اور دکانوں میں تانک جھانک کرنے لگا۔ دکانوں میں دنیا بھر کی نئی اور پرانی چیزیں موجود تھیں۔ ایک دکان پر شریف حسین کو سنگ مرمر کا ایک نفیس ٹکڑا نظر آیا اور صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کی قیمت کیا ہوگی کباڑی سے اس کے دام پوچھے کباڑی نے تین روپے بتا دیئے۔ شریف حسین نے ایک روپے کی بولی لگا دی جسے بھاؤ تاؤ کے بعد کباڑی نے منظور کیا۔ شریف حسین سنگ مرمر کے ٹکڑے کو گھر لے آیا اور سوچتا رہا کہ میں اس کا کیا کروں گا آخر کار اسے خیال آیا کہ خدا کارساز ہے اگر میری ترقی ہو جائے تنخواہ بڑھ جائے اپنا گھر بن جائے تو اس ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کر کے دروازے پر نصب کر دوں

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

گا۔ چنانچہ اس نے اپنا نام نکڑے پر کندہ کروایا۔

بڑا عہدہ ملنے، تنخواہ بڑھنے اور نئے گھر بنانے کے انتظار میں سالہا سال گزر گئے لیکن نہ ترقی ملی اور نہ نیا اور اپنا گھر بنا۔ اس عرصے میں کتبہ کبھی الماری میں، کبھی میز پر کبھی کسی کمرے کے کونے میں اور کبھی کسی بوری میں بند پڑا رہا آخر کار اسے پنشن مل گئی بیٹے بیٹیوں کی شادیاں کروائیں اب اس کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اور زیادہ تر بیمار رہنے لگا تھا وہ کتبے کو بھول چکا تھا۔ وہ بیماری کا مقابلہ نہ کر سکا اور ایک دن مر گیا اس کی موت کے بعد اس کا بڑا بیٹا کاٹھ کباڑ کی ایک بوری کھول کر دیکھ رہا تھا کہ اسے اپنے باپ کے نام کا وہ کتبہ مل گیا اگلے روز اس نے کتبے کی عبارت میں تھوڑی سی ترمیم کر کے اپنے باپ کے قبر پر نصب کر دیا۔

**5۔ غلام عباس پر سوانحی اور تنقیدی نوٹ لکھیں۔**

**جواب:**

**غُلام عباس تنقیدی نوٹ**

**سوانحی خاکہ:**

غلام عباس 1909ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا وہ لاہور چلے آئے اور ابتدائی تعلیم لاہور کے دیال سنگھ ہائی سکول میں حاصل کی اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز بھی لاہور ہی میں کیا اس نے اپنی زندگی میں مختلف ''ہفت روزہ'' اور ''ماہنامہ'' رسالوں میں کام کیا اور ان کے مدیر رہے۔ کچھ عرصے محکمہ تعلقات عامہ میں بھی کام کیا اور آخر کار بی۔ بی۔ سی ریڈیو سے وابستہ ہو کر لندن چلے گئے۔ غلام عباس نے ترکی ادب کا بڑا گہرا مطالعہ کیا اور اس سے بہت متاثر ہوئے۔ موسیقی سے اسے بہت لگاؤ تھا گٹار بجانے کے ماہر تھے۔ شطرنج بھی کھیلتے تھے اس کے ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے اسے ''ستارۂ امتیاز'' کا تمغہ عطا کیا تھا وہ ایک باوقار اور کامیاب شخص تھے 1982ء میں کراچی میں انتقال کر گئے۔

**تنقیدی نوٹ:** غلام کو ناولوں اور افسانوں سے بے حد لگاؤ تھا اس نے عبدالحلیم شرر، پنڈت رتن ناتھ سرشار، خواجہ حسن نظامی اور مرزا ہادی رسوا کے ناولوں اور افسانوں کا مطالعہ کیا تھا۔ جدید افسانہ نگاروں میں اس کا مقام بہت بلند ہے۔ غلام عباس نے جس وقت افسانہ نگاری شروع کی اس وقت مغربی تعلیم و



معاشرت اور انگریزی اقدار معاشرے میں اپنے پاؤں جما رہے تھے اور لوگ اس کشمکش میں تھے کہ کونسا راستہ اختیار کیا جائے کیونکہ چند واقعات کے رونما ہونے سے ہندوستان کے روایت پسند معاشرت میں ٹوٹ پھوٹ کا آغاز ہو گیا تھا۔

غلام عباس نے بڑی خوبصورتی اور فنکاری سے غیر جذباتی انداز میں معاشرے کی عکاسی کی ہے۔ اس کے افسانوں کے موضوعات اگرچہ نئے نہیں ہیں لیکن اس نے جو انداز بیان اختیار کیا اس سے افسانوں میں نہ صرف جدت پیدا ہو گئی ہے بلکہ اس انداز تحریر کی وجہ سے اس نے جدید افسانہ نگاری میں ایک منفرد مقام بھی حاصل کیا ہے ان کی جدیدیت کا ثبوت اس کا افسانہ ''آنندی'' ہے۔ غلام عباس معمولی کو غیر معمولی اور چھوٹے کو بڑے بنانے میں خاص مہارت رکھتا ہے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اس کا قلم مکمل غیر جانبداری کے ساتھ رواں دواں رہتا ہے ان کی تحریر کی ایک اور اہم خصوصیت جزئیات نگاری ہے۔

**6۔ مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔**

مستقبل، معمول، اثاثہ، ادنیٰ و اعلیٰ، بے مصرف

| الفاظ | جملے |
|---|---|
| مستقبل | اپنا مستقبل سنوارنے کے لئے تعلیم کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ |
| معمول | میرا معمول بن چکا ہے کہ میں صبح سیر کے لئے جاتا ہوں۔ |
| اثاثہ | الیکشن کمیشن نے انتخابات میں حصہ لینے والے اُمیدواروں سے اثاثوں کی فہرست طلب کی ہے۔ |
| ادنیٰ و اعلیٰ | مسجد میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ |
| بے مصرف | اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کوئی چیز بے مصرف پیدا نہیں کی۔ |

☆.....☆.....☆

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

# سبق "مائیں"

(احمد ندیم قاسمی)

## مشکل الفاظ اور معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| تو تکار | برا بھلا کہنا بحث | بے نقط سنانا | برا بھلا کہنا | زناٹے | زور |
| | تو تو، میں میں | جھینپی | شرمائی | واک | سیر، چلنا پھرنا |
| چھان بورا | آٹے کا برادہ | چنگھاڑ | سخت آواز | تاک کر | نشانہ لگا کر |
| بہشتی | پانی بھرنے والا | چڑیل | بلا | ہوتوں سوتوں | زندوں مردوں |
| گھور کے دیکھنا | غصے سے دیکھنا | ختم ٹھونک کر | کشتی کے لئے تیار ہو کر | میرے لال | میرے بچے |
| لونڈے | لڑکے | خراش | معمولی زخم | جان ہلکان کرنا | جان کو دُکھ دینا |
| بک جھک | بے ہودہ باتیں | سجانا | پھلانا | نکیلی | نوکدار |
| مس سے | چھونے سے | بلبلا اُٹھنا | چیخ اُٹھنا | خضر کی عمر پانا | لمبی عمر پانا |
| تیمور | رویہ، خیالات | کڑکنا | زور سے بولنا | بلکتے ہوئے | روتے ہوئے |
| یکا یک | اچانک | چمٹائے | لگائے | | |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ خواجہ صاحب اور راجہ صاحب کے لیے ان بیگموں کی لڑائی معمول بن چکی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پورا محلہ بدنام ہو رہا ہے۔



**حوالہ متن:**

یہ عبارت "احمد ندیم قاسمی" کے افسانے مائیں سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

گھر میں راجہ صاحب اور خواجہ صاحب کی بیویاں روزانہ کسی بات پر لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں۔ پورا محلہ اُن کی لڑائی سے تنگ آچکا تھا۔ جس دن دونوں کے درمیان جھگڑا نہ ہوتا۔ یہ ایک انہونی سی بات ہوتی تھی لیکن راجہ صاحب اور خواجہ صاحب کو اپنی بیویوں کے جھگڑے کی کوئی پروا نہیں تھی وہ دونوں اس کے عادی ہو چکے تھے۔ اور ان کے جھگڑے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کبھی کبھار ان دونوں کی موجودگی میں دونوں عورتیں ایسی مڑتیں۔ اور ایک دوسرے وہ برا بھلا کہتیں۔ کہ جو سنتا۔ کانوں کو ہاتھ لگاتا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد راجہ صاحب کھڑکی میں سے خواجہ صاحب کو پکارتے۔ چلو خواجہ صاحب سیر کرنے چلیں۔ اور دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سیر کیلئے نکل جاتے ہیں۔

**عبارت کی تشریح:** راجہ صاحب اور خواجہ کے خوشگوار تعلقات کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کی بیویوں کی لڑائی معمول کی بات ہے۔ وہ دونوں اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ وہ اس لڑائی سے ایسے لاتعلق رہتے تھے۔ جیسے کچھ ہو رہی نہ ہو۔ جس طرح آٹے کا بورا خریدنے والا گلی میں چیخ چیخ کر آواز لگاتا ہے۔ اور لوگوں کے کان برے کرتا ہے۔ لیکن لوگ یہ حق نہیں رکھتے۔ کہ اس کو گلی میں اس طرح زور زور سے چیخنے سے روکے۔ اس طرح وہ دونوں بیویوں کے جھگڑے میں مداخلت کو ایک فضول کام سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ محلے کے ایک نیک اور شریف آدمی نے دونوں کو روک کر یہ مشورہ دیا تھا۔ کہ آپ دونوں اچھے اور شریف لوگ ہیں لیکن آپ کی بیویوں نے آپ کو بدنام کر رکھا ہے۔ اُن کی روز کی یہ لڑائیاں بند کروا دیجئے۔ اس سے نہ صرف تمہاری بدنامی ہو رہی ہے۔ بلکہ پورے محلے کی عزت اور شرافت پر حرف آرہا ہے۔

**عبارت نمبر2:**

بیگم راجہ نے دونوں ہاتھ بڑھا کر بیگم خواجہ کے بچے کو اُٹھا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس اللہ

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

کرے تیری ماں مرجائے۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس "احمد ندیم قاسمی" کے افسانے "مائیں" سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

بیگم خواجہ اور بیگم راجہ ویسے تو روز جھگڑتی تھیں۔ لیکن عام طور پر جھگڑے کا آغاز بیگم راجہ کی طرف سے ہوتا تھا۔ لیکن آج بیگم خواجہ منہ ٹھونک کر میدان میں آگئیں۔ اور بیگم راجہ کو آواز دیکر کر کہا۔ تیرے لڑکے نے میرے بچے کے ران میں پنسل ماری ہے۔ اور اس کی کھال ادھیڑ دی ہے۔ تمہارا بچہ میرے ہاتھ لگا۔ تو چاقو ماروں گی۔ بیگم راجہ نے کہا۔ پھر میں تیرا کلیجہ چبادوں گی۔ اچانک بیگم خواجہ نے اپنے زخمی بیٹے کو لا کر کھڑکی میں بٹھادیا۔ اور اس کی ران سے پاجامہ ہٹا کر بیگم راجہ سے کہا۔ اپنی منحوس آنکھوں سے خود دیکھو۔ بیگم راجہ کو غصہ تو بہت آگیا۔ لیکن بچے کو دیکھنے کیلئے اس کے پاس آئی۔ بچے کے زخم کو دیکھا تو دم بخود رہ گئی۔ اس نے زخم کو ہاتھ سے چھوا۔ تو بچہ بلبلا اُٹھا۔

**عبارت کی تشریح:** بیگم راجہ نے بیگم خواجہ کے بچے کو اُٹھا کر گود میں لے لیا۔ اسے اپنے کو لہے پر بٹھا کر تھپکیاں دینے لگیں۔ وہ دیر تک اسے مناتی رہیں اور خود ساتھ ساتھ روتی بھی رہیں۔ اس نے بچے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ خدا اُن ہاتھوں کو جلادے۔ جس نے تمہارے پھول جیسے بدن کو زخمی کر کے اس کی کھال ادھیڑ دی ہے۔ میں کوشہ کو نہیں چھوڑ دوں گی۔ وہ میرے ہاتھ لگے۔ تو تمہارے سامنے اس کی ایسی پٹائی کرونگی۔ ایسی ماروں گی۔ کہ اس کا فراج ٹھکانے آجائے گا۔ وہ بچے کو تسلی کی باتیں کر رہی تھیں۔ اس کے آنسو صاف کر رہی تھیں۔ اور اسے بار بار بوسے دیتی تھی۔ وہ بچے کو دعائیں دیکر کہہ رہی تھیں۔ تو ہمیشہ زندہ رہے۔ تو جوان ہوجائے تو شادی کا سہرا باندھے۔ بلکہ میری خواہش ہے۔ کہ تو ایک لمبی عمر پائے۔ جو خضر علیہ السلام کی عمر جتنی ہو۔ بس میری خواہش ہے۔ کہ اللہ تیری ماں کو اس دنیا سے اُٹھادے۔ اور اسے موت آئے۔



## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: سبق کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں؟**

(الف) دونوں بیگمات کے برعکس اُن کے شوہروں کے تعلقات کیسے تھے؟

(ب) لڑائی کا آغاز عموماً کس طرف سے ہوتا تھا؟

(ج) زلزلہ آنے پر بیگم راجہ کا کیا ردعمل تھا؟

(د) محلے کے بزرگ کے سمجھانے پر راجہ صاحب کا کیا جواب تھا؟

(ہ) پانی کی بالٹی میں گیند گرنے پر دونوں بیگمات کا کیا موقف تھا؟

(و) بچے کا زخم دیکھ کر بیگم راجہ نے کیا ردعمل ظاہر کیا؟

**جوابات:**

(الف) دونوں بیگمات کے برعکس (جو ہر وقت لڑتی جھگڑتی تھیں) اُنکے شوہروں کے تعلقات بہت خوشگوار تھے۔ وہ ان کی لڑائی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اکھٹے واک کیلئے جاتے تھے۔

(ب) لڑائی کا آغاز عموماً بیگم راجہ کی طرف سے ہوتا تھا۔

(ج) ایک روز زلزلہ آیا۔ بیگم راجہ سمجھیں۔ کہ بیگم خواجہ نے اپنے کمرے میں پلنگ گھسیٹا ہے۔ فوراً کھڑکی میں منہ ڈال کر بیگم خواجہ کو برا بھلا کہنے لگیں۔

(د) محلے کے بزرگ کے سمجھانے پر راجہ صاحب نے جواب دیا۔ یہ عورتوں کا معاملہ ہے۔ مردوں کو اس میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ اگر آپ اپنی بیگم صاحبہ کو بھیج کر انہیں سمجھائیں۔ تو وہ درست رہے گا۔ ویسے یہ کوئی خاص بات نہیں۔ اکٹھے رکھے ہوئے دو برتن بھی ٹکراتے ہیں۔

(ہ) بیگم راجہ کے بیٹے کی گیند بیگم خواجہ کے بالٹی میں جا گری بیگم خواجہ کا اصرار تھا۔ کہ گیند بیگم راجہ نے خود بالٹی میں پھینک کر پانی گندا کیا ہے۔ جبکہ بیگم راجہ نے الزام لگایا۔ کہ گیند بالٹی میں نہیں گری تھی۔ بلکہ بیگم خواجہ نے اسے خود بھگوئی۔ تا کہ وہ مٹی سے آلودہ ہوجائے۔ اور مٹی سے بچے کے ہاتھ اور کپڑے گندے ہوجائیں۔ اور مجھے کپڑے دھونے پڑ جائیں اور صابن بھی خرچ ہوجائے۔

(و) بچے کا زخم دیکھ کر بیگم راجہ نے بچے کو گود میں اُٹھالیا۔ اور کو لہے پر بٹھا کر کہنے لگیں۔ وہ ہاتھ جل

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

جائیں۔جس نے تمہارے جسم کو زخمی کیا ہے۔وہ میرے ہاتھ لگے۔تو ایسی ماروں گی۔کہ مزاج ٹھکانے آجائے گا۔اور بچے کو تسلی دیتے ہوئے چومنے لگی۔

**سوال2:شاید یہی وجہ تھی۔ کہ محلے والوں کو جھگڑے کا زیادہ لطف نہیں آتا تھا۔ اس جملے میں ایک مخصوص ذہنیت کی عکاسی ہوتی ہے۔ وضاحت کریں۔**

**جواب:** بیگم راجہ اور بیگم خواجہ جب لڑتی تھیں۔تو ایک دوسرے کو عام طور پر بددعائیں دیتی تھیں۔ اُنہوں نے ایک دوسرے پر کبھی کوئی الزام نہیں لگایا تھا۔نہ ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کیا تھا۔نہ فحش باتوں کا استعمال کیا تھا۔اسلئے محلے کی عورتوں اور مردوں نے ان کے جھگڑے میں دلچسپی لینا چھوڑ دی تھی۔اور اُنہیں اس جھگڑے کا زیادہ لطف نہیں آتا تھا۔

**سوال3:متن کے حوالے سے خالی جگہ پر کریں؟**

(الف) بیگم خواجہ کو وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سنائیں کہ وہ بے چاری زلزلے کو بھول گئی۔

(ب) اکٹھے رکھے ہوئے دو برتن بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔کر بجتے ہیں۔

(ج) اُن کی باتوں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور بددُعائیں زیادہ ہوتی تھیں۔

(د) جیسے مریض۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا کھانا کھانے پر مجبور ہوتا ہے۔

(ہ) بیگم خواجہ اپنے۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی بددعا سن کر مسکرا رہی تھی۔

**جواب:**

(الف) بیگم خواجہ کو وہ **بے نقط** سنائیں کہ وہ بے چاری زلزلے کو بھول گئیں۔

(ب) اکٹھے رکھے ہوئے دو برتن بھی **ٹکرا** کر بج اُٹھتے ہیں۔

(ج) اُن کی باتوں میں **الزام تراشی کم** اور بددعائیں زیادہ ہوتی تھیں۔

(د) جیسے مریض **بے نمک مرچ** کا کھانا کھانے پر مجبور ہوتا ہے۔

(ہ) بیگم خواجہ اپنے **مرنے** کی بددعا سن کر مسکرا رہی تھی۔

**سوال4:ان الفاظ پر سامنے دیئے گئے معنی کے مطابق اعراب لگائیں۔**



| | | | |
|---|---|---|---|
| عالم (علم والا) | عالم (حالت، دنیا) | علم (معلومات) | علم (جھنڈا) |
| ملک (وطن) | ملک (جاگیر، جائداد) | ملک (فرشتہ) | ملک (بادشاہ) |

**جواب:**

| | | | |
|---|---|---|---|
| عَالِمْ (علم والا) | عَالَمْ (حالت، دنیا) | عِلْمْ (معلومات) | عَلَمْ (جھنڈا) |
| مُلْکْ (وطن) | مِلْکْ (جاگیر، جائیداد) | مَلَکْ (فرشتہ) | مَلِکْ (بادشاہ) |

**سوال5:اس سبق میں امدادی فعل کی نشاندھی کریں۔**

امدادی فعل وہ ہوتا ہے۔جو کسی اصل فعل کے ساتھ مل کر مرکب بناتا ہے۔اسکے معنی میں زور پیدا کرتا ہے۔اور کام کی تکمیل کو واضح کرتا ہے۔

سبق سے چند جملے جن میں امدادی افعال کو واضح کیا گیا ہے۔

(۱) بیگم صابہ کو اُن کے پاس بھیج کر اُنہیں سمجھا سکیں۔

(۲) اور بیگم راجہ کو پھر سے کپڑے دھونے پڑھیں۔

(۳) بیگم راجہ نے دونوں ہاتھ بڑھا کر بیگم خواجہ کے بیٹے کو اُٹھالیا۔

(۴) اور اسے اپنے کولہے پر بٹھا کر تھپکنے لگیں۔

(۵) پھر زخم کی بڑھتی ہوئی سرخی دیکھکر وہ روتی ہوئی بچے سے لپٹ گئیں۔

(۶) اور اُسے سینے سے لگا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

☆.....☆.....☆

## سبق "سیاہ فام"

**مشکل الفاظ کے معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|
| آناً فاناً | اچانک | ہکا بکا | حیران |
| بُت بنا | خاموش | کراہنا | فریاد کرنا |

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

| | | | |
|---|---|---|---|
| دھندلی | مدھم | سنسان | خالی |
| کپکپاتے | لرزتے | وحشت زدہ | ڈرا ہوا |
| حواس | ہوش | ایکسیڈنٹ | حادثہ |
| لُتھڑا ہوا | آلودہ | جھٹ | فوراً |
| مڈبھیڑ | آمنا سامنا | نویت | قسم، حالت |
| بے سدھ | بے خبر | چھونا | ہاتھ لگانا |
| مہلک | ہلاک کرنے والی | چکنا چور | ریزہ ریزہ |
| اسکیم | منصوبہ | روزنامچہ | ڈائری |
| کاری | سخت، گہرا | گہرا | عیب والا |
| نچلا طبقہ | غریب طبقہ | امتداد زمانہ | زیادہ زمانہ |
| کتبہ | وہ شے جس پر عبارت کندہ کی گئی ہو | غنیم | دشمن |
| بھوت | جن | منڈلاتے | چلتے پھرتے |
| پس منظر | واقعہ، کہانی | جی دار | دلیر |
| اوسان خطا | ہوش اُڑ جانا | سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا | بہت تیز بھاگنا |
| روٹھ کر | ناراض ہو کر | ارہر کی | ارہر اور چاول |
| ناساز | خراب | عینی گواہ | موقع کا گواہ |
| کھچڑی | ملا کر پکانا | صاحب زادہ | بیٹا، لڑکا |
| ہاتھ دھو کر پڑنا | سب کچھ چھوڑ کر صرف ایک کام کرنا | کوسنے | یاد دہانی |



| | | | |
|---|---|---|---|
| ٹھگنا | لوٹنا | قضیہ | تنازعہ |
| اینٹھ کر | حاصل کر کے | تہوار | مذہبی تقریب |
| مشاطائیں | میک اپ کرنے والی عورتیں | باسی | بدبودار |
| فاقہ | بھوک | سناٹا | خاموشی |
| ملحق | پیوست | ٹھٹک کر | حیران ہو کر کھڑا ہونا |
| یکبارگی | فوراً | گھگھنی بندھنا | سانس رُک جانا |
| سکتہ | بے حس | عالم | حالت |
| ہولناک | خوفناک | نکڑ | آخری سرا |
| کرب | تکلیف | بھولا بھٹکا | مارا مارا پھرنے والا |
| آہٹ | آواز | سٹی گم ہونا | اوسان خطا ہونا |
| گلا پھاڑ کر | تیز آواز | بھیانک | خوفناک |
| دیدہ دلیری | بے شرمی | چمٹ کر | لگ کر |
| سرپٹ بھاگنا | تیز دوڑنا | بوچھاڑ | مسلسل برسنا |
| ماتھا | پیشانی | کن پٹی | کان کا پچھلا حصہ |
| نڈھال | کمزور | التجا کرنا | منت کرنا |
| بے تحاشا | لاتعداد | غلیظ | گندہ |
| منہ اوندھائے | اُلٹا | لت پت | تر بتر |
| سنگسار کرنا | پتھر مارنا | بدرو | دیوار کا بڑا سوراخ |

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

# اہم عبارات کی تشریح

**عبارت 1:**

رات کے پچھلے پہر جب درانی گھر پہنچا۔۔۔۔۔۔ وہ دیر تک بستر پر پڑا اس کے متعلق اسکیم بناتا رہا۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس شوکت صدیقی کے افسانے ''سیاہ فام'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

رات کا وقت تھا درانی صاحب بڑی بے فکری سے کار چلا رہا تھا کہ اچانک ایک شخص سڑک پر آ گیا۔ درانی نے اسے بچانے کی بہت کوشش کی لیکن کار اسے ٹکر مار چکی تھی۔ درانی نیچے اتر آیا دیکھا کہ ایک شخص زمین پر پڑا کراہ رہا ہے اور ہر طرف خون ہی خون بکھرا ہوا ہے۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا لیکن ایسا نہ کر سکا اتنے میں ایک ٹرک آتا دکھائی دیا۔ درانی نے اسے روکا اور ٹرک ڈرائیور سے کہا کہ حادثہ ہو گیا ہے مجھے تھانے لے چلو ٹرک والا اسے تھانے لے گیا۔ رات کی ڈیوٹی پر تعینات سب انسپکٹر کو درانی نے حادثے کی نوعیت بتائی۔ سب انسپکٹر دو سپاہیوں کو لے کر درانی کے ہمراہ جائے حادثہ پہنچا حادثے کا شکار شخص زمین پر بے سدھ پڑا تھا لیکن ابھی زندہ تھا۔ انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ زخمی کو فوراً ہسپتال منتقل کیا۔

**اقتباس کی تشریح:** اس بھاگ دوڑ میں رات بہت زیادہ بیت چکی تھی درانی رات کے آخری حصے میں گھر پہنچا تھکاوٹ کی وجہ سے اس کا جسم درد کر رہا تھا۔ اسے آرام کی ضرورت تھی ہسپتال سے فون کے ذریعے اسے اطلاع دی گئی تھی کہ حادثے کا شکار آدمی کی حالت خطرے سے باہر ہے اور تشویش کی کوئی بات نہیں اس کے زخم اتنے گہرے نہیں ہیں لیکن اس کی ایک ٹانگ کی ہڈی ریزہ ریزہ ہو چکی ہے اور اس کا ٹھیک ہونا مشکل ہے۔ لیکن اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔ یہ اطلاع پا کر درانی زخمی شخص کے بارے میں مطمئن ہو گیا اب وہ سوچ رہا تھا کہ کار کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کیسے کی جائے۔ اور بیمہ کمپنی سے حادثے کے عوض پانچ ہزار روپے کیسے وصول کیے جائیں گے چونکہ بیمہ کمپنی والوں کو بھی



اطلاع دینی تھی تا کہ وہ آ کر جائے حادثہ اور کار کا معائنہ کریں اور رپورٹ تیار کر لے۔ درانی بستر پر کروٹیں بدلتا رہا اور بیمہ کمپنی سے رقم حاصل کرنے کے بارے میں منصوبے بناتا رہا۔

**عبارت 2:**

محلے والے کچھ اس قدر خوفزدہ ہو گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔ اتفاق ہوا کہ عبداللہ کو کئی روز تک کوئی شکار نہیں ملا۔

**حوالہ متن:**

یہ عبارت شوکت صدیقی کے افسانے ''سیاہ فام'' سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

افسانے کا مرکزی کردار عبداللہ ایک حادثے میں زخمی ہو گیا تھا اور اس کی ایک ٹانگ کٹ چکی تھی وہ کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ معذوری کے ساتھ کمزور ہو گیا تھا اور بیساکھیوں کے سہارے چلتا تھا وہ جس بستی میں رہتا تھا اس کے لوگ بہت غریب تھے۔ غربت کے ساتھ ساتھ وہ توہم پرست بھی تھے اس بستی سے ملحق ایک قبرستان تھا اس میں ایک کرنل کی قبر تھی۔ آخری عمر میں یہ کرنل سودائی ہو گیا تھا جس سے بھی ملتا اس کے ہونٹوں پر ایک ہی سوال ہوتا ''مکھن ٹوش''۔ کرنل کا اس سے کیا مطلب تھا یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ کرنل کے مرنے کے بعد جو شخص بھی رات کو قبرستان کے قریب سے گزرتا یہی آواز ضرور سنتا لوگوں کو وہم ہو گیا تھا کہ کرنل بھوت بن گیا ہے اور مرنے کے بعد بھی لوگوں کو ڈراتا ہے۔

محلہ میں ایک عورت سکینہ بیگم بھی تھی جس کا بیٹا گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا وہ ہر روز اپنے بیٹے کا انتظار کرتی اور اپنے بیٹے کا من پسند کھانا ارہر کی کھچڑی ہر روز تیار کرتی لیکن اس کا بیٹا نہیں آیا وہ ہر شام یہ کھچڑی غریبوں میں تقسیم کرتی۔ عبداللہ اور اس کی بیوی کو بھی اس کھچڑی سے حصہ مل جاتا تھا عبداللہ کے دن اسی طرح گزرتے گئے ایک بار عبداللہ کو تین بار فاقہ کرنا پڑا دسمبر کا مہینہ تھا۔ رات تاریک تھی عبداللہ قبرستان سے ملحق ایک تاریک گلی میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک راہگیر وہاں سے گزرا۔ راہگیر کے قریب آتے ہی اس نے نعرہ لگایا ''مکھن ٹوش'' یہ سن کر راہ گیر کے ہاتھ سے ایک بنڈل گر پڑا اور بھاگنے

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

لگا۔عبداللہ نے وہ بنڈل اُٹھایا کھول کر دیکھا اس میں گرم گرم امرتیاں تھیں۔اب عبداللہ رات کو گلی میں چھپ کر کھڑا ہو جاتا اور توہم پرست لوگوں کو کرنل کی بھوت سے ڈرا کر کچھ نہ کچھ حاصل کرتا۔

**عبارت کی تشریح:** محلے میں کرنل کے بھوت کا چرچا ہونے لگا تمام محلے کے لوگوں کو یقین ہو چلا تھا کہ کرنل مرنے کے بعد بھوت بن گیا ہے اور لوگوں کو ڈرا رہا ہے محلے کے لوگ کرنل کے بھوت سے اس قدر دہشت زدہ ہو گئے تھے کہ شام ہوتی ہی لوگ گھروں کے دروازے بند کر دیتے تھے اور ہر طرف خاموشی کا راج ہوتا۔کوئی گھر سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرتا اس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے عبداللہ بڑے اطمینان سے رات کو گھر سے باہر نکلتا اور گلی کے کونے میں دبک کر کھڑا ہو جاتا۔غربت، معذوری اور فاقے سے اس کا چہرہ اور بھی ڈراؤنا ہو گیا تھا اور وہ سچ مچ بھوت نظر آتا تھا۔اس کی آنکھیں بھی خوفناک ہو گئی تھی وہ جب کسی راہ گیر کو گلی سے گزرتے دیکھ کر ''مکھن ٹوش'' کا نعرہ لگاتا تو اس کی آواز میں ایسی درد اور کرب ہوتی تھی جیسے کوئی انسان مرنے کے قریب ہو اور آخری سانسیں لے رہا ہو۔عبداللہ سارا دن گھر میں سوتا رہتا تھا اور رات کو نکل کر گلی میں کھڑا ہو جاتا تھا ایک کمبل اپنے جسم کے گرد لپیٹ کر کسی دیوار کے سائے میں خاموشی سے چھپ جاتا تھا۔وہ ساری رات سنسان گلیوں میں کبھی ایک جگہ اور کبھی دوسری جگہ جا کر کھڑا رہتا۔اور انتظار کرتا کہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر گلی سے گزرے اور وہ اسے کرنل کے بھوت سے ڈرا کر اس سے کچھ چھین لے لیکن اتنی محنت اور مشقت اُٹھانے کے باوجود اس کے کئی راتیں خالی گئیں اور اسے کوئی راہ گیر نہیں ملا تا کہ اسے ڈرا کر کچھ حاصل کرے۔

## مشقی سوالات

**1۔ درج ذیل سوالات کے جوابات لکھیں۔**

**سوال (الف): بُرے کا بُرا انجام کے عنوان سے کہانی تحریر کریں؟**

**جواب:** **بُرے کا برا انجام** **(کہانی)**

ایک لڑکا اپنے گاؤں کے قریب ایک جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا ایک دن اسے شرارت سوجھی اور ایک درخت پر چڑھ کر گاؤں کے لوگوں کو پکارا۔کہ شیر آ گیا ہے اس نے دو بکریوں کو پھاڑ کھایا



ہے اور مجھے کھانے اور پھاڑنے کے لئے میری طرف بڑھ رہا ہے جلدی پہنچو اور مجھے بچاؤ۔گاؤں کے لوگ بندوقیں اور لاٹھیاں لے کر جنگل پہنچے جب لڑکے کے قریب گئے تو لڑکا ہنس پڑا اور کہا۔میں تو مذاق کر رہا تھا۔لوگ اس بدکردار لڑکے کی یہ بری حرکت دیکھ کر بہت غصہ ہوئے اور لڑکے کو برا بھلا کہہ کر واپس چلے گئے۔

اتفاق سے ایک دن سچ مچ شیر جنگل میں نمودار ہوا۔لڑکا شیر کو دیکھ کر کسی اونچی جگہ پر چڑھا اور گاؤں کے لوگوں کو پکارا کہ شیر آ گیا ہے آ کر مجھے بچاؤ لیکن لوگوں نے اس کی پکار پر کان نہ دھرا۔اور پہلے کی طرح یہ بات بھی جھوٹ سمجھے اور اس کی مدد کو کوئی نہیں آیا۔شیر نے آ کر لڑکے کو پھاڑ کھایا اور اپنے برے فعل کی پاداش میں انجام کو پہنچا۔سچ ہے کہ برے کا انجام برا ہوتا ہے۔

**سوال (ب): سکینہ بیگم کے بیٹے کو کیا ہو گیا تھا؟**

**جواب:** سکینہ بیگم کے بیٹے نے اپنی ماں سکینہ سے فرمائش کی تھی کہ وہ اس لئے ارہر کی کھچڑی پکائے۔سکینہ بیگم کی طبیعت ان دن خراب تھی وہ کھچڑی نہ پکا سکی دسترخوان پر کھچڑی نہ پا کر صاحب زادہ ناراض ہوا اور دسترخوان سے اُٹھ کر گھر سے باہر چلا گیا وہ دن اور آج کا دن واپس نہیں آیا کئی سال گزر گئے لیکن اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

**سوال (ج): ''مکھن ٹوش'' کا نعرہ کس کا تھا؟**

**جواب:** جنگوں میں حصہ لینے والے ایک کرنل اپنی آخری عمر میں سودائی ہو گیا تھا جو شخص بھی اس کے سامنے آتا وہ اس کو دیکھ کر ''مکھن ٹوش'' کا نعرہ لگاتا۔

**سوال (د): جب کوئی راہ گیر ڈر کر بے ہوش ہو جاتا تو عبداللہ کیا کرتا؟**

**جواب:** جب کوئی راہ گیر ''مکھن ٹوش'' کا نعرہ سن کر بے ہوش ہو جاتا تو عبداللہ اس کی جیب سے نقدی اور سامان لوٹ کر بھاگ جاتا۔

**سوال ہ: جب لوگوں نے شام کے بعد گھروں سے نکلنا چھوڑ**

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**دیا تو عبداللہ نے خوراک کے حصول کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا؟**

**جواب:** جب لوگوں نے شام کے بعد گھروں سے نکلنا چھوڑ دیا تو عبداللہ نے خوراک کے حصول کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دن بھر سویا کرتا اور رات کو گھر سے نکل کر گلی میں کھڑا ہو جاتا اور جو راہ گیر گلی سے گزرتا اس کے سامنے آ کر ''مکھن ٹوش'' کا نعرہ لگاتا راہ گیر کرنل کے بھوت کے ڈر سے بے ہوش ہو جاتا تو عبداللہ اس کے جیب سے پیسے اور سامان سمیٹ کر غائب ہو جاتا۔

**سوال و: بھوت کاسن کر محلے والوں نے کیا کیا؟**

**جواب:** بھوت کاسن کر محلے والوں نے شام کے بعد اپنے گھروں سے نکلنا چھوڑ دیا۔

**سوال (ز): عبداللہ کی موت کہاں واقع ہوئی؟**

**جواب:** عبداللہ کی موت اس گلی میں واقع ہوئی جہاں وہ واردات کرنے اور لوگوں کو لوٹنے کے لئے کھڑا رہتا تھا۔ محلے والوں نے اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔

**2۔ خالی جگہیں درست روزمرہ کے مطابق پر کریں۔**

(الف) مگر یہ شخص تو ــــــــــ کے فرشتے کی طرح نازل ہوا۔

(ب) میری آواز خوف سے ــــــــــ رہی تھی۔

(ج) دونوں مزے سے ــــــــــ پھیلا کر سوئیں گے۔

(د) بلی کی طرح ــــــــــ کر میرا گلا دبوچ لیا۔

(ہ) میری طبیعت اب ذرا ــــــــــ چکی تھی۔

**جواب:**

(الف) مگر یہ شخص تو موت کے فرشتے کی طرح نازل ہوا۔

(ب) میری آواز خوف سے نہیں نکل رہی تھی۔

(ج) دونوں مزے سے پاؤں پھیلا کر سوئیں گے۔

(د) بلی کی طرح لپک کر میرا گلا دبوچ لیا۔



(ہ) میری طبیعت اب ذرا سنبھل چکی تھی۔

**3۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔**

**سنسان، مڈ بھیڑ، چوڑ چکا، ابتدا زمانہ، سنگسار کرنا، ہو کا عالم، باچھیں کھلنا**

**جواب:**

| الفاظ | جملے |
|---|---|
| سنسان | میں گھر میں داخل ہوا تو وہ سنسان پڑا تھا۔ |
| مڈ بھیڑ | شہر کے ایک مصروف بازار میں اس کے ساتھ مڈ بھیڑ ہو گئی۔ |
| چوڑا چکلا | زاہد چوڑے چکلے جسم کا مالک ہے۔ |
| امتداد زمانہ | امتداد زمانہ سے ہمارے گاؤں کی حالت بدل گئی ہے |
| سنگسار کرنا | سانپ کے نکلتے ہی لوگوں نے اسے سنگسار کرنا شروع کیا۔ |
| ہُو کا عالم | سخت گرمی کی وجہ سے گلیوں میں ہُو کا عالم ہے |
| باچھیں کھلنا | بیٹے کو زندہ پا کر ماں کی باچھیں کھل گئیں۔ |

**سوال: درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔**

نوعیت، غنیم، برافروختہ، سناٹا، مڈ بھیڑ، بدرو

**نُوعِیَّت، غَنِیم، بَرَافْرُوخْتَہ، سَنَّاٹَا، مُڈْبَھیڑ، بَدرُو**

**سوال: درج ذیل جملے روز مرہ کے مطابق درست کریں۔**

(الف) چور بمع مال مسروقہ گرفتار ہو گیا۔

(ب) عمارت کے روپر سرکاری پرچم لہرا رہا ہے۔

(ج) وادی کاغان کے مناظر تو دیکھنے والے ہیں۔

(د) مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(ہ) مورخہ یکم تمبر کو میرا کالج کھلے گا۔

**جواب: درست جملے:**

(الف) چور مع مال مسروقہ گرفتار ہو گیا۔

(ب) عمار پر سرکاری پرچم لہرا رہا ہے۔

(ج) وادی کاغان کے مناظر دیکھنے کے قابل ہیں۔

(د) مجھے سمجھ میں نہیں آتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

(ہ) یکم ستمبر سے میرا کالج کھلے گا۔

**سوال: درج عبارت میں مناسب مقامات پر رموزِ اوقاف لگائیں۔**

سنو بیٹا! ملک کو انجینئروں اور ڈاکٹروں کے علاوہ دوسرے دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بھی ضرورت ہے اس ملک میں کوئی چوٹی کا مورخ ماہر اقتصادیات یگانہ روزگار ادیب یا شاعر بہترین منتظم بین الاقوامی معیار کا قانون دان یا سیاست دان ستائش دان نہیں ہے یہ سب کچھ تو آرٹس کے شعبے سے متعلق ہیں۔

**رموز اوقاف:** سنو بیٹا! ملک کو انجینئروں اور ڈاکٹروں کے علاوہ دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بھی ضرورت ہے اس ملک میں کوئی چوٹی کا مورخ، ماہر اقتصادیات، یگانۂ روزگار ادیب یا شاعر، بہترین منتظم، بین الاقوامی معیار کا قانون دان یا سیاست دان، سائنس دان نہیں ہے یہ سب کچھ تو آرٹس کے شعبے سے متعلق ہے۔

☆.....☆.....☆

## سبق ''محسن محلّہ''

(اشفاق احمد)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| | | | | | |



| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| بولی | زبان | چھلا | انگوٹھی | ڈور | تار |
| دہلیز | دروازہ | پھیری لگانا | گلی گلی پھرنا | دہاڑی | مزدوری |
| تنگی ترشی | غربت | ڈھنگ | طریقہ | ہیرا پھیری | دھوکہ دہی |
| مبالغہ | جھوٹ | شیخی بگھارنا | اپنی تعریف خود کرنا | جھلا کر | غصہ ہو کر |
| گھگی بندھنا | سانس بند ہونا | تڑنگ ہونا | ڈٹ جانا | حویلی | بڑا مکان |
| بزاز | کپڑے کا تاجر | وید | حکیم | نمونیہ | باری کا بخار |
| کنگنی | اناج، غلہ | آبخورہ | پانی کا برتن | مرنجان مرنج | شگفتہ مزاج |
| یکمشت | اکھٹے | | | | |

## اہم عبارت کی تشریح

**عبارت نمبر 1:**

وعدے کے مطابق مالک مکان نے اُن کا سامان اُٹھا کر باہر پھینک دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ اپنی کوٹھریوں کا کرایہ وصول کرنے ماہ بہ ماہ آیا کرتا تھا۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس اشفاق احمد کے افسانے ''محسن محلّہ'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

ماسٹر الیاس کے متعلق کسی کو معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ کون ہے۔ اور کب اس محلے میں آیا تھا۔ لیکن وہ ایک شریف اور بھولا بھالا آدمی تھا۔ اس نے دو بٹیر اور ایک اصیل مرغا پال رکھا تھا۔ محلے کے لڑکے گنتی سیکھنے اور پہاڑے یاد کرنے اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ شاید وہ کوئی اور کام بھی کرتا تھا۔ لیکن اس کے متعلق لوگوں کو معلوم نہیں تھا۔ وہ مفلس اور غریب تھا۔ لیکن اس کے متعلق لوگوں کو معلوم نہیں تھا۔ وہ مفلس

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

اور غریب تھا۔ اس کی زندگی بہت تنگ تھی۔ ایک شام مالک مکان نے ماسٹر الیاس کو دھمکی دی۔ کہ اگر اس نے چھ ماہ کا کرایہ یکمشت ادا نہ کیا۔ تو اس کا سامان باہر پھینک دیا جائے گا۔ اس نے پچاس روپے دینے چاہے۔ لیکن مالک مکان نے ایک سو اسی روپے یکمشت طلب کیے۔ شدید غم کے باعث ماسٹر الیاس کی ہچکی بندھ گئی۔

**عبارت کی تشریح:** مالک مکان نے جو دھمکی دی تھی۔ اس پر من وعن عمل کیا۔ اور اس نے ماسٹر الیاس کا سامان گھر سے نکال کر سڑک پر پھینک دیا۔ باہر گلی میں ٹرانسفارمر کے جو دو کھمبے کھڑے تھے۔ ماسٹر الیاس کی چارپائی وہاں رکھدی گئی۔ اور باقی سامان چارپائی کے اردگرد ڈھیر کر دیا گیا۔ اور ایک نیا چینی تالا لا کر کوٹھری کے باہر والے دروازے کو مقفل کر دیا۔ اور اپنا سکوٹر سٹارٹ کر کے گھر چلا گیا۔ مالک مکان کا گھر اس محلے سے بہت زیادہ دور تھا۔ وہ ہر ماہ کوٹھریوں کا کرایہ وصول کرنے کیلئے محلے میں نازل ہوتا تھا۔ اور کرایہ وصول کر کے چلا جاتا تھا۔

**عبارت نمبر2:**

شیخ کریم نواز نے دو سو روپے نکال کر سعید اور بلال کو سکوٹر پر بھیجا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محسن محلہ کے لوگوں نے آٹھ سو گیارہ روپے جمع کر کے شیخ کریم نواز صاحب کے پاس محفوظ کرا دیئے۔

**حوالہ متن:**

یہ عبارت اشفاق احمد کے افسانے ''محسن محلہ'' سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

ماسٹر الیاس ایک بھولا بھالا شریف آدمی تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ کہاں سے اس محلے میں آیا تھا۔ وہ محلے کے بچوں کو گنتی سکھاتا تھا۔ اور پہاڑے یاد کراتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی وہ کوئی نہ کوئی کام کرتا تھا۔ لیکن اس کے متعلق کسی کو علم نہیں تھا۔ وہ بہت غریب تھا۔ اس کی زندگی بہت تنگ تھی۔ ایک دن مالک مکان نے اسے دھمکی دی کہ اگر چھ مہینے کا یکمشت کرایہ ادا نہ کیا۔ تو سامان باہر پھینک دونگا۔ کچھ روز بعد مالک مکان نے اس کا سامان باہر سڑک پر پھینک دیا۔ وہ شیخ کریم نواز، جبار حلوائی اور محلے



کے دوسرے لوگوں کے پاس گیا۔ اور دو سو روپے ادھار مانگے۔ لیکن کسی نے ایک روپیہ نہ دیا۔ وہ آٹھ دن اور راتیں شدید سردی میں سوتا رہا۔ ٹھنڈ کی وجہ سے اسے نمونیہ ہو گیا۔ مسلسل تین دن وہ چارپائی پر پڑا رہا۔ چوتھے دن اس کا انتقال ہو گیا۔ محلہ کے لوگوں کو اس کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ ایک بڑی سی دری لا کر بچھا دی گئی۔ اور محلے کے لوگ آ کر بیٹھ گئے۔

**عبارت کی تشریح:** شیخ کریم نواز نے اپنی جیب سے دو سو روپے نکالے۔ تاکہ ماسٹر الیاس کے کفن دفن کا بندوبست ہو جائے۔ اس نے سعید اور بلال سے کہا۔ کہ سکوٹر پر جا کر قبر کا بندوبست کرو۔ پھر اس نے تین سو روپے بابو جلال کے حوالے کیے۔ تاکہ کفن کے لئے لٹھا خریدا جائے۔ اور اسکے علاوہ کافور، عرق گلاب اور پھولوں کا بندوبست بھی ہو جائے۔ جبار حلوائی نے دودھ [illegible] سے بھرا ایک پتیلا لا کر رکھدیا۔ محلے کے دوسرے لوگ بھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مالی معاونت کرتے رہے۔ اور ماسٹر الیاس کے رسم قل پر اُٹھنے والے اخراجات کیلئے پیسے جمع کرنا شروع کیے۔ اور تھوڑی دیر میں محسن محلہ کے لوگوں نے آٹھ سو گیارہ روپے جمع کرا دیئے۔ اور یہ رقم شیخ کریم نواز کے پاس محفوظ کروی گئی۔ تاکہ تیسرے دن ماسٹر الیاس کے رسم قل کے موقعہ پر خرچ کی جا سکے۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: سوالوں کے جواب لکھیں؟**

(الف) محسن محلہ کے لوگ ماسٹر صاحب کے بارے میں کیا جانتے تھے؟

(ب) ماسٹر الیاس کس طرح کے آدمی تھے؟

(ج) لوگ ماسٹر صاحب سے دوستی کرنا کیوں پسند نہیں کرتے تھے؟

(د) مالک مکان نے ماسٹر صاحب سے کیا سلوک کیا؟

(ہ) ماسٹر صاحب کے مرنے کے بعد لوگوں نے کیا طرز عمل اپنایا۔

(و) ماسٹر صاحب کا کیا انجام ہوا؟

(ز) اس افسانے کا مرکزی خیال لکھیں؟

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

**جوابات:**

(الف) محسن محلّہ کے لوگوں کو ماسٹر الیاس کے بارے میں صرف اتنا پتہ تھا۔ کہ وہ مہاجر ہے۔ اور انبالے کے کسی علاقے کا رہنے والا ہے۔ کیونکہ اسکا لہجہ انبالے والوں جیسا تھا۔

(ب) ماسٹر صاحب سیدھے سادھے شریف آدمی تھے۔ دھوکہ باز نہیں تھے جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ شیخی خور نہیں تھے۔ کسی کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا اس کی شکل دیکھ کر اس کے ساتھ لوگوں کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔

(ج) اس کے لہجے میں گرامر اور علم بیان کی بہت سی غلطیاں تھیں سننے والا اس کی محبت سے بہت جلد بیزار ہو جاتا تھا۔ وہ اس قدر سیدھے سادھے اور بھولے بھالے تھے۔ کہ انسان ہی نہیں لگتے تھے۔ اس کا کوئی قریبی دوست نہیں تھا۔ لوگ اس کے ساتھ راہ و رسم پیدا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

(د) جب ماسٹر صاحب نے مقررہ دن کرایہ ادا نہیں کیا۔ تو مالک مکان نے اس کا سامان گھر سے نکال کر گلی میں ڈھیر کر دیا۔ اور گھر خالی کرا دیا۔

(ہ) ماسٹر صاحب کے مرنے کے بعد محسن محلّہ کے لوگ جمع ہوئے شیخ کریم نواز نے پانچ سو روپے ماسٹر صاحب کی قبر اور کفن دفن کیلئے دیئے۔ جبار حلوائی نے دودھ پتی کا بندوبست کیا۔ اور محلے کے باقی لوگوں کے رسم قل کیلئے آٹھ سو گیارہ روپے جمع کئے۔ محسن محلّہ کے تمام لوگوں کو ماسٹر صاحب کی موت سے صدمہ پہنچا تھا۔

(و) ماسٹر صاحب کا سامان جب مالک مکان نے باہر پھنکوا دیا۔ تو وہ مجبوراً گلی میں ایک ٹرانسفارمر کے نیچے اپنی چارپائی پر سوتے تھے۔ آٹھ دن اور راتیں اس نے سخت سردی میں بسر کیں۔ شدید سردی کی وجہ سے اسے نمونیہ ہو گیا۔ اور بیماری کے چوتھے دن فجر کے وقت وہ فوت ہوئے۔

(ز) اس افسانے کا مرکزی خیال یہ ہے۔ کہ محسن محلّہ کے لوگ اگر ماسٹر الیاس کے ذمے واجب الادا ایک سو اسی روپے کرایہ جمع کر کے ادا کرتے تو نہ وہ باہر سڑک پر شدید سردی میں لاتیں بسر کرتے۔ نہ اسے نمونیہ ہوتا۔ نہ وہ مرتے۔ اگر اس کے کفن دفن اور رسم قل کیلئے وہ سینکڑوں ہزاروں روپے جمع کر سکتے



ہیں۔ تو اُن کو ایک سو اسی روپے کرایہ ادا کرنا چاہیے تھا۔

**سوال 2: خالی جگہ پر کریں؟**

(الف) اس کو زمانے کے ساتھ چلنے کا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نہیں آتا تھا۔

(ب) خوف کے مارے اس کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بندھ گئی۔

(ج) وہ سردی کے موسم میں باہر بیٹھا دھوپ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رہا تھا۔

(د) شیخی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اچھی بات نہیں۔

(ہ) مالک مکان نے کرایہ دار کو سخت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ڈالنا۔

**جواب:**

(الف) اُن کو زمانے کے ساتھ چلنے کا **ڈھنگ** نہیں آتا تھا۔

(ب) خوف کے مارے اس کی **گھگی** بندھ گئی۔

(ج) وہ سردی کے موسم میں باہر بیٹھا **دھوپ** سینک رہا تھا۔

(د) شیخی **بگھارنا** اچھی بات نہیں۔

(ہ) مالک مکان نے کرایہ دار کو سخت **لہجے** میں ڈالنا۔

**سوال 3: درج ذیل عبارات کی تشریح کریں۔**

(۱) وہ اتنے سیدھے سادھے اور اس قدر بے ہیچ تھے۔ کہ انسان ہی نہیں لگتے تھے۔ سارے محلے اور سوسائٹی پر ایک بوجھ سا لگتے تھے۔ اور چونکہ ایسے لوگوں کیساتھ رسم و راہ پیدا کرنا کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کوئی بھی اس کا دوست نہیں تھا۔

(۲) مسلسل تین دن تک ماسٹر الیاس اپنی رضائی سر پر اگلو کی طرح اوڑھ کر چارپائی پر بیٹھے رہے۔ جو کوئی وہاں سے گذرتا۔ السلام علیکم کہہ کر ضرور یہ پوچھتا۔ ''کیوں جی ماسٹر جی دھوپ سینکی جا رہی ہے''۔ اور ماسٹر جی اندر سے بند آواز میں جواب دیتے۔ ''ہاں جی تھوڑی سردی لگ رہی تھی''۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

**جواب:**

(ا) ماسٹر الیاس بھولے بھالے اور بے خطر انسان تھے۔ بلکہ اتنے سیدھے سادھے اور بدھو قسم کے آدمی تھے۔ کہ اس کو انسان نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ محلے اور سوسائٹی سے ایسے کٹے ہوئے تھے۔ کہ ایک بوجھ سا لگتے تھے۔ چونکہ اُن کی باتوں سے لوگ بیزار ہو جاتے تھے۔ اسلئے اُن کے ساتھ تعلق پیدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لوگ اس کے پاس سے واجبی سلام وُعا کر کے گذر جاتے تھے۔ محلے میں اس کا کوئی ایسا دوست نہیں تھا۔ جو اس کے پاس بیٹھتا۔ اور باتیں کرتا۔

(۲) آٹھ راتیں سخت سردی میں گزارنے کی وجہ سے ماسٹر الیاس کو نمونیہ ہو گیا۔ چلنے پھرنے سے مغدور ہو گئے۔ باہر سڑک پر اپنی چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے۔ اور سر کو رضائی سے چھپا دیا تھا۔ محلے کے لوگ جب اس کے پاس سے گذرتے تو ''السلام علیکم ماسٹر جی'' ضرور کہتے۔ اور ساتھ یہ بھی پوچھتے۔ کہ کیوں ماسٹر جی دھوپ سینک رہے ہو۔ ماسٹر جی محلے والوں کیلئے ایک مذاق بن گئے تھے۔ محسن محلّہ کے لوگوں کی دل لگی کا سامان تھے۔ اگرچہ اسے معلوم تھا۔ کہ دھوپ سینکنے کی بات کر کے یہ لوگ میرا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ لیکن وہ اتنے شریف تھے۔ کہ ایک گھٹی سی آواز میں ضرور یہ جواب دیتے۔ جی ہاں دھوپ سینک رہا ہوں۔ ذرا سردی لگ رہی ہے۔

**سوال 4: روزمرہ کے مطابق خالی جگہ پر کریں؟**

(الف) وہ غصے سے ---------- پیتا ہوا آگے بڑھا۔

(ب) جب اس نے پاکستان کی جیت کی خبر سنی تو خوشی سے ---------- ہو گیا۔

(ج) تمہارے ---------- میں خاک، کیسی منحوس باتیں کر رہے ہو۔

(د) تم تو ---------- جھاڑ کر میرے بچے کے پیچھے پڑ گئے ہو۔

(ہ) میں یہ خوفناک منظر نہ دیکھ سکا اور ڈر کے مارے اپنی ---------- بند کر لیں۔

**جواب:**

(الف) وہ غصے سے **دانت** پیتا ہوا آگے بڑھا۔

(ب) جب اس نے پاکستان کی جیت کی خبر سنی تو خوشی سے **پاگل** ہو گیا۔



(ج) تمہارے **منہ** میں خاک، کیسی منحوس باتیں کر رہے ہو۔

(د) تم تو **پنجے** جھاڑ کر میرے بچے کے پیچھے پڑ گئے ہو۔

(ہ) میں یہ خوفناک منظر نہ دیکھ سکا اور ڈر کے مارے اپنی **آنکھیں** بند کر لیں۔

**سوال 5: جملے درست کریں۔**

(الف) ہمارا وطن دن بدن ترقی کر رہا ہے۔

(ب) وہ حیرانگی سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

(ج) میرا بڑا دل کرتا ہے کہ حج پر جاؤں۔

(د) میں آپکو ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں۔

(ہ) اس کی چیخ و پکار سن کر لوگ مدد کے لئے دوڑے۔

**درست جملے:**

(الف) ہمارا وطن روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

(ب) وہ حیرانی سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

(ج) میرا بڑا دل کرتا ہے۔ کہ حج کو جاؤں۔

(د) میں آپ کو ایک ضروری بات بتانے آیا ہوں۔

(ہ) اس کی چیخ و پکار سن کر لوگ مدد کو دوڑے۔

**سوال 6: درج ذیل جملوں میں مناسب مقامات پر رموز اوقاف لگائیں۔**

(الف) اسے جب دیکھو! ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔

(ب) اس مضمون کے اہم نکات یہ ہیں:۔

(ج) رسول اللہؐ نے فرمایا ''سب انسان برابر ہیں''۔

(د) لڑکے! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

(ہ) ''دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا'' احمد فراز کا یہ مصرعہ حقیقت پر مبنی ہے۔

**سوال 7: اردو میں درج ذیل افعال بطور معاون افعال استعمال**

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**کئے جاتے ہیں۔ آپ ان کی مدد سے دو دو جملے بنائیں۔ جن میں یہ بطور امدادی یا معاون افعال استعمال ہوں۔**

دینا ، لینا ، آنا ، ڈالنا ، جانا ، پڑنا ، اُٹھا

دینا(۱): س نے گیند میری طرف اُچھال دیا۔

دینا(۲): میں نے اسے کمرے سے نکال دیا۔

لینا(۱): اس نے اپنے بچے کو منا لیا۔

لینا(۲): میں نے اس کی ٹوپی چرا لی۔

آنا(۱): میں اسے ایک ضروری بات بتانے آیا ہوں۔

آنا(۲): اُن کو زمانے کے ساتھ چلنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔

ڈالنا(۱): استاد نے اسے مرغا بنا ڈالا۔

ڈالنا(۲): الماس نے جمال کو دانتوں سے کاٹ ڈالا۔

جانا(۱): مشال دس آم کھا گیا۔

جانا(۲): حارث آج رات بہت سویرے لیٹ گیا۔

پڑنا(۱): ایک ضروری کام سے مجھے پشاور جانا پڑا۔

پڑنا(۲): ماں کی بیماری کا سن کر اسے جلد واپس آنا پڑا۔

اُٹھنا(۱): وہ مارے درد کے چلا اُٹھا۔

اُٹھنا(۲): دیکھتے ہی دیکھتے ایک آگ سی جل اُٹھی۔

☆.....☆.....☆

## سبق ''کنڈکٹر''

(الطاف فاطمہ)

### مشکل الفاظ اور معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| بزنس | کاروبار | شریک حیات | بیوی | بھول بھلیاں | انجان راستہ |



| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| کھوج | تلاش، سراغ | تتلاہٹ | رُک رُک کر بولنا | رٹنا | زبانی یاد کرنا |
| ٹیوٹر | پڑھانے والا | بیری | بدخواہ، مخالف | بہی خواہ | خیر خواہ |
| سٹیاں مارنا | چھڑیاں مارنا | صلواتیں سنانا | برا بھلا کہنا | کنکھیوں | نیچی نظروں |
| کرب | تکلیف، دکھ | تمتماہٹ | سرخی | اسرار | بھید، راز |
| رُچاٹ | بیزار | باداللنظر | حقیقت | نکھٹو | بیکار |
| ترنگ | جوش، مستی | پچھواڑے | پیچھے | دن | میدان جنگ |
| جلترنگ | باجا | الغوزہ | موسیقی کا ایک آلہ | آلکسی | سست، کاہل |
| آنگن | صحن، دالان | پٹھورے | جانور کا نر بچہ | جید | نیک، زبردست |
| ٹاف ڈاف | کاف، گاف | لقمے دینا | مداخلت کرنا | گوسنا | برا بھلا کہنا |
| من چلا | شرارتی دل والا | اڑھی | ہندوؤں کا خبازہ | گجر | صبح کے وقت گھڑیاں بجنا |
| باج | زمین کا محصول | پھنکار | مار، لعنت | ہونق | بیوقوف، احمق |
| خناس | شیطان | بدکنا | خوفزدہ ہونا | مسوسنا | کھینچنا |
| رُت | موسم | لحن | آواز | اکساہٹ | جذباتی |
| ہم جولی | ساتھی، دوست | ہرج | برائی | جوائن کرنا | داخلہ لینا |
| بیاہ | شادی | مواج | موجزن | | |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر۱:**

یہ صدا ئیں ہمارے لئے آواز ے ---------- کہ ہم امتحان کے ہیبت

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

کے باوجود کتابیں کاپیاں چھوڑ چھاڑ کھڑکی کی طرف لپک لیتے۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس ''الطاف فاطمہ'' کے افسانے ''کنڈکٹر'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

لالو کا خاندان ہمارے گھر میں مقیم تھا۔ لالو اور اس کا بھائی ہمارے ہی کمرے میں بیٹھ کر ہمارے ساتھ ماسٹر صاحب سے پڑھتے لالو تتلا کر بولتا تھا۔ ہم اس کا مذاق اُڑاتے۔ لیکن وہ صرف گھور کر دیکھنے پر اکتفا کرتا۔ گنتگو کے دوران لالو بڑے وقار سے اپنی بات منواتا۔ وہ اکثر کسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر چارپائی پر لیٹ کر نیم وا آنکھوں سے آسمان کی طرف تکتا رہتا۔ اسے کسی بات کا انتظار تھا۔ وہ کبھی کبھی غائب ہو جاتا۔ اور گھنٹوں واپس نہ آتا۔ فضا میں عجیب سی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ نعرہ تکبیر، اللہ اکبر! پاکستان زندہ باد، لے کے رہیں گے پاکستان، قائد اعظم زندہ باد وغیرہ۔ یہ صدائیں سن کر میری والدہ رو پڑتیں۔

**عبارت کی تشریح:** یہ صدائیں ہم روز سنا کرتے تھے۔ اور یہ ہمارے لئے بالکل نئی بات تھی۔ کیونکہ یہ نعرے پہلے ہم نے کبھی نہیں سنے تھے۔ ہم نے جلوس بے شک دیکھے تھے۔ لیکن وہ یا تو ہندو میتوں کے جلوس تھے۔ یا مسلمانوں کے خبازوں کے یا کسی شادی کے بارات کے جلوس ہوا کرتے تھے۔ ان جلوسوں کے سوا کسی دوسرے جلوس کا رواج نہیں تھا۔ ہمارے گھر کے باورچی خانے کی کھڑکی باہر گلی میں کھلتی تھی۔ اور اسے سے گلی کا نظارہ صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ گلی میں سے کوئی جلوس گزرتا۔ تو ہم جھٹ کھڑکی میں جا بیٹھتے۔ اور دیر تک جلوس کو دیکھا کرتے۔ ان جلوسوں کی کوشش کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ہم سارا کام چھوڑ کر اس کو دیکھنے کیلئے لپکتے۔ اگرچہ یہ ہمارے امتحان کے دن تھے۔ لیکن ہم کتابیں اور کاپیاں چھوڑ کر جلوس کا نظارہ کرتے۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیں؟**



(الف) لالو کے بارے میں ماسٹر صاحب کیا کہتے تھے؟

(ب) لالو گھر سے غائب ہو کر کہاں جاتا تھا؟

(ج) ماسٹر صاحب لالو اور اس کے بھائی کو کہاں سے پکڑ کر لائے تھے؟

(د) قیام پاکستان کے بعد لالو نے اپنی زندگی کیسے گزاری۔

(ہ) لالو کی سرگرمیوں پر لالو کے والد نے کن خیالات کا اظہار کیا؟

(و) لارڈ ماؤنٹ بیٹن کون تھے؟

**جواب:**

(الف) لالو کے بارے میں ماسٹر صاحب کا خیال تھا۔ وہ نہیں پڑھ سکتا۔ وہ گھاس کھودے گا۔ اور بہن بھائیوں کی نوکری کرے گا۔

(ب) لالو گھر سے غائب ہو کر مسلم لیگ کے جلسوں میں شرکت کرتا تھا۔ اور جلسوں میں ''لے کے رہیں گے پاکستان'' اور قائد اعظم زندہ باد کے نعرے لگاتا تھا۔

(ج) ماسٹر صاحب لالو اور اس کے بھائی کو مسلم لیگ کے ایک جلسے سے پکڑ کر لائے تھے۔ وہ دونوں لیاقت علی خان کے جلوس میں شامل تھے۔ اور نعرے لگا رہے تھے۔

(د) قیام پاکستان کے بعد لالو ایک بس میں کنڈکٹر بن گئے۔ پھر پتہ چلا۔ کہ ایک سکول ٹیچر سے شادی کر لی ہے۔ اور کالج میں داخلہ لیا ہے۔

(ہ) لالو کی سرگرمیوں پر اس کے والد نے کہا۔ ہم لالو کو نہیں روک سکتے۔ آزادی کی جو لہر چلی ہے۔ یہ وقت کی آواز ہے۔ زبان خلق ہے۔ یہ ایک فطری جذبہ ہے۔

(و) لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے آخری وائسرائے تھا۔

**سوال 2: خالی جگہ پر کریں؟**

(الف) اب تو اس نے کراچی میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جمالی ہے۔

(ب) لالو کے خدوخال پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی گہری چھاپ نمایاں تھی۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(ج) ہم لوگ اپنی ---------- جتانے کیلئے لالو کا مذاق اُڑاتے۔

(د) ان نعروں اور جلوسوں میں عجیب سی ---------- تھی۔

(ہ) اب وہ دیوانہ وار ---------- کے دفتر جاتا۔

**جواب:**

(الف) اب تو اس نے کراچی میں کوئی بزنس جمالی ہے۔

(ب) لالو کے خدوخال پر حماقت کی گہری چھاپ نمایاں تھی۔

(ج) ہم لوگ اپنی بوتری جتانے کیلئے لالو کا مذاق اُڑاتے۔

(د) ان نعروں اور جلوسوں میں عجیب سی کشش تھی۔

(ہ) اب وہ دیوانہ وار مسلم لیگ کے دفتر جاتا۔

**سوال 3: درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں؟**

(۱) اب ہم پلاسی اور سرنگا پٹم کے میدانوں میں اپنی شکست کے اسباب ڈھونڈ رہے تھے۔

(۲) اب ہم کس، کس کو روکیں گے۔ یہ تو وقت کی آواز ہے۔ زبان خلق ہے۔

(۳) کسے خبر تھی کہ وہ انتظار کر رہا ہے۔

**جواب:**

(۱) افسانہ نگار الطاف فاطمہ کہتی ہے۔ کہ لالو پاکستان کی آزادی کیلئے سرتوڑ کوشش کر رہا تھا۔ وہ عملی طور پر اس تحریک میں شامل ہو چکا تھا۔ اور مسلم لیگ کے دوسرے لوگوں کیساتھ پاکستان حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ جبکہ ہم پلاسی کے میدان میں سراج الدولہ اور سرنگا پٹم میں سلطان ٹیپو کی شکست پر غور کر رہے تھے۔ جو ایک فضول کام تھا۔ لالو ہم پر فوقیت حاصل کر چکا تھا۔

(۲) جب والدہ نے لالو کی شکایت اس کے والد سے کی۔ تو والد نے جواب دیا۔ کہ آزادی حاصل کرنا اور اس کے لیے جدوجہد کرنا وقت کی آواز ہے۔ یہ زبان خلق ہے۔ پاکستان ضرور بنے گا۔ میں لالو اور اُسکے بھائی کو کیسے کہہ سکتا ہوں۔ کہ تم لوگ آزادی کی تحریک میں حصہ نہ لو۔ یہ میرے بس سے



باہر ہے۔

(۳) لالو نے اپنی منزل پالی تھی۔ وہ اکثر کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہتا۔ کبھی وہ کسی گھنے درخت کے سائے میں چارپائی ڈال کر تیم و آنکھوں سے نیلے آسما کو تکتا رہتا۔ ہمارا خیال تھا۔ وہ بیکاری سے تنگ آ گیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال غلط تھا۔ وہ انتظار کر رہا تھا۔ اسے اس بات کا انتظار تھا۔ کہ ایک نہ ایک دن پاکستان ضرور بنے گا۔

**سوال 4: لالو اپنی تعلیم اور امتحانوں کو چھوڑ کر جلسے جلوسوں میں شریک ہوتا۔ کیا اپنے مستقبل کو دُوپر لگا کر اس کا یوں جلسوں جلوسوں میں جانا درست تھا؟**

**جواب:** لالو کا جلسے جلوسوں میں شرکت کرنا درست تھا۔ کیونکہ یہ عام جلسے نہیں تھے۔ بلکہ یہ آزادی کی تحریک تھی۔ غلام ملک میں لالو پڑھ بھی لیتا۔ تو اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ آزادی سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں۔ لالو یہ راز جانتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنی تعلیم اور امتحان کی پروانہ کرتے ہوئے آزادی کی تحریک میں شمولیت اختیار کی تھی۔

**سوال 5: استدرا کی اور سببی جملوں کی تمام اقسام کی دو دو مثالیں لکھیں؟**

**جواب:**

استدرا کی جملوں میں دو جملوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ایسے جملوں میں بلکہ، لیکن، مگر، اور، پر وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔

استدرا کی جملوں کی چند مثالیں:

بلکہ: میں نے اس کے ساتھ زبانی ہمدردی نہیں کی بلکہ اس کی مالی مدد بھی کی۔

بلکہ: جواد نے نہ صرف اس کو گالیاں دیں بلکہ مارا پیٹا بھی۔

لیکن: میں اس کو آوازیں دے رہا تھا۔ لیکن اُس نے میری طرف توجہ نہیں دی۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

لیکن: اگرچہ اس نے مجھے برا بھلا کہا لیکن میں خاموش رہا۔

مگر: مشال نے میٹرک پاس کیا مگر جمال ابھی تک پانچویں جماعت میں ہے۔

مگر: میں آپ کی مدد ضرور کرتا مگر میں آج کل تنگ دست ہوں۔

اور: اتنا بڑا جاگیردار اور اس قدر کنجوس۔

اور: اتنا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کتنا احمق۔

پر: وہ میرا دوست ضرور ہے پر رشتہ دار نہیں۔

پر: وہ طاقت ور ہے پر نڈر اور بہادر نہیں۔

## سببی جملے:

سببی جملوں میں دوسرا جملہ پہلے جملے کی وجہ سبب یا نتیجے کو ظاہر کرتا ہے۔ ان جملوں سے پہلے کیوں کہ، اس لئے، لہٰذا اور اس واسطے وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے۔

سببی جملوں کی مثالیں:

اس لئے: وہ اس کا منہ بولا باپ ہے۔ اسلئے اس کا احترام کرتا ہے۔

اس لئے: اس نے مجھے مارا اس لئے میں نے اسے گالی دی۔

کیوں کہ: میں نے اسے اپنی گاڑی میں سوار کرایا کیوں کہ وہ میرے دوست کا بھائی تھا۔

اس واسطے: میں نے اس واسطے اسے اپنے گھر میں جگہ دی۔

## سوال 6: درج ذیل جملوں میں امدادی و معاون افعال کی نشاندھی کریں۔

(الف) ابرار معاشرے میں اپنا وقار کھو بیٹھا۔

(ب) ہجوم میں تو میرا دم گھٹنے لگا تھا۔

(ج) کاش تم میچ جیت سکو۔

(د) تمام طلبہ یک زبان ہو کر بول اُٹھے۔



(ہ) تھانیدار ملزم پر برس پڑا۔

☆ ☆ ☆

## سبق ''ایک وصیت کی تکمیل''

(فرحت اللہ بیگ)

### مشکل الفاظ اور معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| چٹ سے | فوراً | راس نہ آنا | پسند نہ آنا | تیر قضا | موت کا تیر |
| لو | شمع کا شعلہ | گل ہونا | بجھنا | ڈگ بھرنا | قدم رکھنا |
| متوسط | درمیانہ | گھٹیلا | مضبوط | توند | پیٹ |
| کرنجی | نیلی | کتھئی رنگ | گندمی رنگ | شیروانی | لمبا کوٹ |
| عنابی | سرخ | سین | منظر | سر ہونا | ضد کرنا |
| یورش | حملہ | پھبتیاں | تمسخر | غل غپاڑہ | شور و ہنگامہ |
| رکاکت | فحش، بے ہودہ | زود فہم | جلد سمجھنے والا | طبع رسا | درست طبیعت |
| ایڈیٹری | ادارت | آشفتہ حال | خراب حالت | ناتھ | مویشیوں کے ناک کی رسی |
| رچا | باگ ڈور، گلے کی رسی | بے نقط سنانا | فحش گالیاں دینا | مٹھی بند ہونا | کنجوس ہونا |
| صراحت | وضاحت | عذر | بہانہ | کھتے | غلے کے ڈھیر |
| پونجی | دولت، پیسہ | منڈوا | شیشم | ٹرنک | لوہے کا صندوق |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| ٹھاٹھ | شان | ہل چل | بدنظمی | اسپیچ | تقریر |
|---|---|---|---|---|---|
| مطبع | پریس | تاؤ | غصہ | رونٹا | چھکڑے آگے مڑی ہوئی لکڑی |
| ڈھنڈار | ویران، سنسان | چوہا چکٹ | میلے کچیلے | سڑی | گندی |
| کھڑنک | سخت | کھری | بچھونے کے بغیر | جھرجھرے | باریک |
| حاشیہ خیال | فکروخیال | اڑواڑ | سہارا | پاسنگ | ذراسا |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

میں ہمیشہ سے یہ سمجھتا تھا۔ کہ اسپیچ کے پڑھنے میں الفاظ کا زور کم ہوجاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک دریا ہے کہ اُمڈا چلا آرہا ہے۔

**حوالہ متن:**

یہ عبارت فرحت اللہ بیگ کے مضمون ''ایک وصیت کی تکمیل'' سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

میں اور مولوی وحیدالدین دونوں حیدرآباد میں تھے لیکن کبھی ملنا نصیب نہیں ہوا۔ ایک بار میں اورنگ آباد جارہا تھا۔ ریل کی روانگی میں ابھی دیر تھی۔ میں پلیٹ فارم پر کھڑا تھا۔ کہ ایک متوسط بھاری کم جسم اور بڑی توند والا آدمی آیا۔ اور مجھے گلے لگالیا۔ پھر کہنے لگا۔ مجھے تم سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔ میں اس شخص کو بالکل نہیں جانتا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا۔ کہ مولوی وحیدالدین ہیں۔ وہ بھی اورنگ آباد جارہا تھا۔ ریل میں بڑے مزے کی گپ شپ ہوئی۔ اور مولوی صاحب کی زندگی کے کچھ پہلو مجھ پر واضح ہوئے۔ بہرحال ہم اورنگ آباد پہنچے۔ جس جلسے میں شرکت کرنے جارہا تھا۔ مولوی صاحب بھی اسی غرض سے



آئے تھے۔ دوسرے روز جلسے میں اس کا لیکچر تھا۔ اس نے جیب سے میلے کاغذوں کی گڈی نکالی۔ اور لیکچر پڑھنا شروع کیا۔

**عبارت کی تشریح:** شروع سے میرا یہ خیال تھا۔ کہ لیکچر پڑھنے اور فی البدیہہ تقریر کرنے میں فرق ہوتا ہے۔ لکھی ہوئی تقریر پڑھنے میں الفاظ اتنے پرزور نہیں ہوتے۔ اور اس کا زور بہت کم ہوتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب کے لیکچر نے میرا یہ خیال غلط ثابت کردیا۔ کیونکہ اس کے لیکچر پڑھنے کا انداز بالکل نرالا تھا۔ کیونکہ بولنے میں جو زور ہوتا ہے۔ وہ اس کے پڑھنے میں بھی موجود تھا۔ اور احساس ہی نہیں ہورہا تھا۔ کہ وہ تقریر پڑھ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے شیر گرج رہا ہو۔ دو ہزار سے زیادہ افراد جلسے میں موجود تھے۔ لیکن اتنی خاموشی سے مولوی صاحب کی تقریر سن رہے تھے۔ کہ سوئی گرنے کی آواز بھی صاف سنائی دیتی تھی۔ موزوں الفاظ کا برمحل استعمال، زبان کی روانی، اور آواز کے زیروبم سے ایسا لگتا تھا۔ کہ ایک بے لگام دریا کا تند و تیز پانی آگے کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

**عبارت نمبر2:**

تم مان لو، میں تو نہیں مانتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بان کی کھری چارپائی پر لوٹ ماری چلو زندگی کا ایک دن کٹ گیا۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس فرحت اللہ بیگ کے مضمون ''ایک وصیت کی تکمیل'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

اورنگ آباد سے واپس آنے کے بعد میرا مولوی وحیدالدین کے ہاں آنا جانا بہت ہوگیا تھا۔ میں جو کچھ لکھتا اس کو دکھاتا بڑے خوش ہوتے۔ گھر بہت بڑا تھا۔ لیکن اس میں وہ اکیلے رہتے تھے۔ اس کے گھر میں بان کی ایک چارپائی، دو تین ٹوٹی پھوٹی کرسیاں، ایک دری، میلی سی چاندنی، کچھ میلے کچیلے تکیے اور ایک گندی سی رضائی تھی۔ دیوار کی الماری میں پانچ چھ کنڈا ٹوٹی چائے کی پیالیاں، کنارے جھڑی رکابیاں اور کمرے میں کھونٹیوں پر دو تین شیروانیاں اور دو تین ٹوپیاں لٹک رہی تھیں۔ دو انگھٹیاں موجود

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

تھیں۔ایک پر پانی دوسری پر دودھ جوش ہو رہا ہے چائے ہر وقت تیار ملتی ہے۔کھانے کے لئے وہ کچھ پکتا پکا تا نہیں۔باہر سے کھا کر گھر آتا ہے۔ورنہ چائے پر گذارہ کرتا ہے۔

**عبارت کی تشریح:** کوئی مانے یا نہ مانے، مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔تاہم میں نے اسے کئی بار دیکھا ہے۔اور خوب کھاتے پیتے دیکھا ہے۔تاہم اس کے گھر میں کھانا نہیں پکتا تھا۔کیونکہ کھانا پکانے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔مولوی صاحب چونکہ کنجوس تھے۔اور اسے یہ اچھی طرح معلوم تھا۔کہ گھر میں کھانا پکانے کیلئے باورچی کا انتظام کرنا ہوگا۔سامان بھی خریدنا ہوگا۔لکڑی اور تیل بھی خرچ ہوگا۔اتنے ڈھیر سارے اخراجات سے بچنے کیلئے اس نے یہ حل نکالا تھا۔کہ کبھی کسی کے ہاں کھانا کھایا۔کبھی ہوٹل گئے۔ ورنہ چائے پر گذارا کیا۔کھانا پکانے کے جھنجھٹ سے اس نے اپنے آپ کو آزاد کر دیا تھا۔کہیں سے بھی کچھ ملا، کھالیا اور گھر آ کر بان سے بنی ہوئی سخت اور کھردری چارپائی پر دراز ہو گئے۔اس پر پہلو بدلتے رہے۔اور زندگی کا ایک دن گذار دیا۔

## مشقی سوالات کے جوابات

### سوال 1: درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں؟

(الف) مولوی صاحب اور فرحت اللہ بیگ کی ملاقات کب اور کیسے ہوئی؟

(ب) مولوی صاحب کا حلیہ اپنے الفاظ میں بیان کریں؟

(ج) فرحت نے مولوی صاحب کے مزاج کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کیا؟

(د) حیدر آباد کالج کے سالانہ جلسے میں کیا غلط فہمی پیدا ہوئی؟

(ہ) مولوی صاحب اپنی کفایت شعاری کے بارے میں کیا عذر پیش کرتے تھے؟

(و) ''اور مولوی صاحب کی کسی نہ کسی سے بگڑ جاتی'' اس جملے کی وضاحت کریں؟

(ز) مولوی صاحب نے اصطلاحات وضع کرنے کے لئے کن اصولوں کا سہارا لیا؟

**جواب:**

(الف) کالج کے جلسے میں شرکت کرنے کے لئے جب فرحت اللہ بیگ حیدر آباد کے ریلوے سٹیشن



پہنچے۔تو اورنگ آباد کی گاڑی ابھی دیر تھی۔وہ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔کہ ایک صحت مند بڑی توند والا شخص اس سے لیٹ گیا۔فرحت اللہ بیگ حیران تھا۔کہ یہ شخص کون ہے۔اور اتنے تپاک سے کیوں مل رہا ہے۔بعد میں اس نے اپنا تعارف کرایا۔وہ مولوی وحید الدین تھے۔جو فرحت اللہ بیگ کی تحریروں کے شیدائی تھے۔یہ ان دونوں کی پہلی ملاقات تھی۔

(ب) مولوی صاحب درمیانے قد کے آدمی تھے۔جسم بہت بھاری اور پیٹ بہت بڑا تھا۔اس کا رنگ کالا سیاہ تھا۔سفید چھوٹی سی گول داڑھی تھی۔آنکھیں نیلی اور سفید پاجامہ پہنے ہوئے تھا۔کشمیری شیروانی میں ملبوس تھے۔سرخ رنگ کی ترکی ٹوپی سر پر تھی۔پاؤں میں جراب اور انگریزی جوتا پہنے ہوئے تھا۔

(ج) مولوی صاحب کے مزاج میں ظرافت کا مادہ بہت زیادہ تھا۔وہ ہنسی مذاق کے دوران یہ خیال بالکل نہیں کرتے تھے۔کہ اس کی مذاق کا دوسرے پر کیا اثر ہوگا۔اس کی ظرافت میں میں رکاکت ہوتی تھی۔جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی تھی۔جب کہنے پر آتے تو یہ نہ دیکھتے کہ کیا کہہ رہا ہے۔اُن کے علم، زود فہمی اور درست طبیعت کے لوگ تعریف کرتے ہیں۔لیکن اس کے مزاج کا سب لوگ شکوہ کرتے تھے۔اور اس سے بیزار تھے۔

(د) کالج کے سالانہ جلسے میں ''1261ء میں دہلی کا ایک مشاعرہ'' کی پیروڈی کا انتظام کیا گیا تھا۔لوگ اسے دیکھنے اور سننے کے بہت مشتاق تھے۔لیکن مشاعرہ شروع ہونے میں دیر ہوگئی۔میں لوگوں کو مصروف رکھنے کیلئے سٹیج پر چڑھا پہلے پرانی دہلی کا نقشہ کھینچا۔پھر کریم الدین کا پانی پت سے دہلی آنا مذاقیہ پیرائے میں بیان کیا۔اسکی پھٹی ہوئی جوتیوں، خاک آلود کپڑوں اور وحشتزدہ شکل کا ذکر کیا۔میں تقریر کے دوران ہاتھ پاؤں ہلاتا ہوں۔مولوی کریم الدین کا حال بیان کرتے وقت میرا اشارہ مولوی وحید الدین سلیم کی طرف ہو گیا۔مولوی وحید الدین کے والد بھی پانی پت سے دہلی آئے تھے۔لوگ سمجھے کہ مولوی وحید الدین سلیم کے والد کا ذکر ہو رہا ہے۔کیونکہ اس کے والد کا نام بھی کریم الدین تھا مشاعرہ ختم ہونے کے بعد ہر کوئی مولوی صاحب سے پوچھ رہا تھا۔مولوی صاحب! کیا مولوی کریم الدین آپ کے والد تھے؟ جب مولوی صاحب مجھ سے ملے تو بہت ناراض ہوئے۔اور کہا۔کہ تم نے شرارت کر کے

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

کریم الدین کو میرا باپ بنا دیا۔

(ہ) اپنی کفایت شعاری کے بارے میں وہ یہ عذر پیش کرتے تھے۔ کہ اس نے تنگدستی کا دور دیکھا ہے۔ اور میری آنکھیں کھل گئیں ہیں۔ معلوم نہیں میری ملازمت کب تک رہے گی۔ ملازمت جاتی رہی۔ تو گذارا کیسے کروں گا۔

(و) مولوی صاحب میں ظرافت کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ جب کہنے پر آتے تو یہ خیال نہ کرتے تھے۔ کہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس کی ظرافت رکاکت کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ اور مولوی صاحب کی کسی نہ کسی سے بگڑ جاتی اور تعلقات خراب ہو جائے۔

(ز) مولوی صاحب نئے نئے اصطلاحات وضع کرنے میں ماہر تھے۔ ثبوت کے طور پر کسی بڑے شاعر کا شعر پیش کرتے۔ معلوم نہیں یہ شعر اُن کا اپنا ہوتا تھا۔ یا کسی اور کا۔ ایک ایک لفظ کیلئے کون کسی شاعر کا دیوان دیکھتا۔ مجبوراً ماننا پڑتا۔ انگریزی نہیں جانتے تھے۔ مگر انگریزی اصطلاحات پر حاوی تھے۔

## سوال 2: درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

(الف) تیل ختم ہونے سے پہلے چراغ جھلملاتا، ٹمٹماتا، لو بیٹھنی شروع ہوتی اور آخر رفتہ رفتہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اب چراغ کی جگہ زندگی بجلی زندگی کا لیمپ ہو گئی ہے۔ ادھر بٹن دبایا۔ ادھر گھپ اندھیرا۔

(ب) مگر مری زبان کب رُکتی ہے۔ میں نے کہا "مولوی صاحب اگھبراتے کیوں ہیں۔ بسم اللہ کیجئے، مر جایئے، مضمون میں لکھ دونگا۔

(ج) زبان اپنی تھی کسی کا دینا نہیں آتا تھا۔ بے نقط سنا کر دل ٹھنڈا کر لیتے تھے۔

(د) خشک سالی کے اندیشے سے ارزانی کے زمانے میں کھتے بھرنے کی فکر میں رہے۔

(ہ) جتنی اس کی نگاہ وسیع ہوئی، اتنا ہی اس کا دل تنگ ہوا۔

## جواب:

(الف) اس جملے کا مطلب یہ ہے۔ کہ پہلے زندگی کو چراغ سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ تیل ختم ہونے کے بعد چراغ کی روشنی مدھم پڑ جاتی پھر ٹمٹمانا شروع کر دیتا پھر اس کی لو جلنی شروع ہوتی اسکے بعد چراغ بجھ



جاتا ہے۔ اب چراغ کی جگہ بجلی نے لے لی ہے۔ بٹن دبایا۔ اور گھپ اندھیرا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اب لوگ اچانک مرتے ہیں۔ اور مرنے میں دیر نہیں لگتی۔

(ب) مولوی وحید الدین سلیم نے فرحت اللہ بیگ سے کہا۔ کہ مجھے مولوی نذیر احمد پر بہت اشک آتا تھا۔ جس کے شاگرد نے اس کے مرنے کے بعد اس پر مضمون لکھا۔ فرحت نے جواب دیا۔ مولوی صاحب! بسم اللہ کیجئے، تم بھی مر جایئے۔ آپ پر بھی میں مضمون لکھ دونگا۔

(ج) مولوی وحید الدین سلیم جب کسی نا اہل کو کسی بڑے عہدے پر دیکھتے تو آگ بگولہ ہو جاتے تھے۔ اور کہتے گدھا ہے ایک سطر بھی نہیں لکھ سکتا۔ خود بہت ٹھوکریں کھائی تھیں۔ اسلئے دوسروں کو آسانی سے بڑا عہدہ حاصل کر کے دیکھتے۔ تو جل جاتے۔ زبان اس کی اپنی تھی۔ کسی کا دینا نہیں اپنی تھی۔ کسی کا دینا نہیں آتا تھا۔ برا بھلا کہہ کر دل ٹھنڈا کر لیتے تھے۔

(د) مولوی صاحب نے غربت کا زمانہ دیکھا تھا۔ اسلئے بڑے محتاط تھے۔ بلکہ بلا کے کنجوس تھے۔ پیسہ جمع کر کے رکھتے تھے۔ خشک سالی کے اندیشے سے ارزانی کے زمانے میں غلہ ذخیرہ کرنے کی فکر میں رہے۔

(ہ) جتنی اس کی نگاہ وسیع ہوئی دل تنگ ہوا۔ جتنی اس کی قلم میں روانی پیدا ہوئی۔ اور دولت اس کے ہاتھ آنی شروع ہوئی۔ اتنا مولوی صاحب کنجوس بن گئے۔ ماہانہ ہزار روپے کماتے تھے۔ لیکن خرچ صفر کے برابر تھا۔

## سوال 3: خالی جگہ مناسب الفاظ سے پر کریں۔

(الف) صف سے آگے بڑھا اور تیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا شکار ہوا۔

(ب) ایک بڑے میاں بڑے بڑے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھرتے میری طرف آ رہے ہیں۔

(ج) اُن کی زود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی سب تعریف کرتے تھے۔

(د) اہل کمال ہمیشہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حال رہے ہیں۔

(ہ) میں نے اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی دلی کا نقشہ کھینچا۔

(و) خدا شکر خورے کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دیتا ہے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**جواب:**

(الف) صف سے آگے بڑھا اور تیر قضا کا شکار ہوا۔

(ب) ایک بڑے میاں بڑے بڑے ڈگ بھرتے میری طرف آ رہے تھے۔

(ج) اُن کی زود فہمی کی سب تعریف کرتے تھے۔

(د) اہل کمال ہمیشہ آشفتہ حال رہے ہیں۔

(ہ) میں نے اس زمانے کی دلی کا نقشہ کھینچا۔

(و) خدا شکر خورے کو شکر دیتا ہے۔

**سوال 4: درج ذیل الفاظ پر ان کے سامنے لکھے گئے معنی کے مطابق اعراب لگائیں۔**

خم (ٹیڑھا پن) خُم (شراب کا مٹکا) کرم (مہربانی) کِرم (کیڑا)

کُل (تمام) کَل (پرزہ، آنے والا دن) محقق (تحقیق کرنے والا)

محقق (جس پر تحقیق کی گئی ہو) منتظر (انتظار کرنے والا)

منتظر (جس کا انتظار کیا جائے)

**جواب:**

خَمْ (ٹیڑھا پن) خُمْ (شراب کا مٹکا) کُلْ (تمام)

کَلْ (پرزہ، آنے والا کل) کَرَمْ (مہربانی) کِرَمْ (کیڑا)

مُحَقِّقْ (تحقیق کرنے والا) مَحْقِقْ (جس پر تحقیق کی گئی ہو)

مُنْتَظِرْ (انتظار کرنے والا) مُنْتَظَرْ (جس کا انتظار کیا جائے)

## سبق "علامہ اقبال"

(چراغ حسن حسرت)

**مشکل الفاظ اور معانی:**



| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| شرف | عزت | شاگرد پیشہ | نوکر، ملازم | سیلی ہوئی | نم دار |
| بلی ماراں | دہلی شہر کا ایک محلہ | اجلی | صاف | تہہ بند | دھوتی |
| ستیاگرہ | ڈانڈی کا مارچ | کھدر | خامتا | اہنسا | عدم تشدد |
| چرخہ | سوت کاتنے کی مشین | روکھا پھیکا سنجیدہ | سنجیدہ | چٹکلہ | لطیفہ |
| پھبتی | مذاق | باریاب | ملاقات | حاجب | چوکیدار |
| دربان | چوکیدار | فراک | مختصر سی قمیض | ولایت | برطانیہ |
| مرغوب | پسند | شبدیگ | شلغم اور گوشت کا سالن | چاؤ | چاہت |
| لگن | بڑا تال | سینی | ٹرے | ڈنٹر پیلنا | ورزش کرنا |
| مگدر ہلانا | پٹھوں کی ورزش | عرق عرق | پسینہ پسینہ | من | رعشہ |
| دھان پان | کمزور | تنکھے | حسین | مشت استخوان | صرف ہڈیاں |
| کلکہ | گلا | گلوری | پان | دہرا ہونا | جھکنا |
| استعجاب | حیرت | ڈیل ڈول | وضع قطع | حسن و قبح | اچھائی، برائی |
| غارت | برباد | پروں | گھنٹوں | جھنجھلانا | غصے ہونا |
| طاعون | ایک بیماری | نرے | محض | مہتر صاحب | نواب صاحب |
| متانت | سنجیدگی | ابن ہم مہتر | یہ بھی لاہور | آبگینہ | شیشہ |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| گداز | افسردہ، دکھی | لاہور است | کے مہتر ہیں | پگڑ | بڑی پگڑی |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

وہ کھانا کم کھاتے تھے۔ مگر ہمیشہ اچھا کھاتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لطیفے کہتے آپ ہنستے اور دوسروں کو ہنساتے تھے۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس چراغ حسن حسرت کے مضمون ''علامہ اقبال'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو علامہ اقبال سے ملنا چاہتے تھے لیکن نہیں ملے۔ اُن کا خیال تھا۔ کہ اتنا بڑا آدمی اس کے ساتھ ملاقات کرے گا بھی یا نہیں۔ لیکن اُن کا خیال غلط تھا۔ اقبال ہر شخص سے ملتے تھے۔ اس کے دروازے ملنے والوں کیلئے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ اقبال کی زندگی بہت سادہ تھی۔ گھر میں تہہ بند باندھتے تھے۔ باہر نکلتے تو کبھی کوٹ پتلون اور کبھی فراک کوٹ کیساتھ شلوار اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔ عام طور پر وہ پنجابیوں کا عام لباس پہنتے تھے۔ سفید ململ کی پگڑی اور شیروانی بھی زیب تن کرتے تھے۔ لباس میں شیروانی اور چست گھٹنا اُن کے ساتھ اچھا لگتا تھا۔

**عبارت کی تشریح:** علامہ اقبال بہت کم کھانا کھاتے تھے۔ لیکن لذیذ اور اچھا کھانا کھاتے تھے اس نے اپنا ایک دستور بنایا ہوا تھا۔ کہ رات کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ رات کو وہ نمکین کشمیری چائے پیتے تھے۔ علامہ اقبال کے دسترخوان پر دو تین قسم کے سالن ضرور موجود ہوتے تھے۔ وہ خوش خوراک تھے۔ پلاؤ اور کباب بہت پسند کرتے تھے۔ شلغم اور گوشت کا سالن (جسے لاہور کے لوگ شب دیگ کہتے ہیں) اسے بہت مرغوب تھا۔ سردی کے موسم میں شب دیگ کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ وہ بڑی چاہت سے شب دیگ پکواتے اور خشکے کے ساتھ کھاتے تھے۔ پھلوں میں اُن کو آم بہت پسند تھے۔ گھر میں بڑے بڑے تھال اور سینیاں بھری رہتی تھیں۔ آموں کے تھال بھر بھر کر لوگوں کو کھلاتے۔ خود بھی مزے



مزے سے کھاتے تھے۔ آم کھانے کے دوران ہنسی مذاق کی باتیں کرتے، لطیفے اور چٹکلے سناتے، خود ہنستے، اور دوسروں کو ہنساتے تھے۔

**عبارت نمبر2:**

ایک مرتبہ بے تکلف احباب کی محفل میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہاں شہاب الدین پہلے ہی موجود ہیں۔ میری کیا ضرورت رہ گئی۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس چراغ حسن حسرت کے مضمون ''علامہ اقبال'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

علامہ مرحوم کی طبیعت میں ظرافت کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ بعض فلسفیانہ مسائل کو بھی لطیفوں اور چٹکلوں سے دلچسپ بناتے تھے۔ اقبال کی پھبتیوں اور لطیفوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن جو لطیفے اس نے سر شہاب الدین کے متعلق کہی ہیں۔ وہ زبان زد عام ہیں۔ اور اُنہیں تاریخی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ سر شہاب الدین کا رنگ بہت سیاہ تھا۔ ایک بار وہ اسمبلی میں سیاہ سوٹ پہن کر آئے۔ جب علامہ اقبال کی نظر پڑی تو ہنس کے فرمایا۔ ''چودھری صاحب! آج تو آپ ننگے ہی چلے آئے'' سیاہ رنگت پر سیاہ سوٹ بھلا معلوم نہیں ہوتا۔ شہاب الدین نے اس کے بعد سفید سوٹ پہننا شروع کیا۔ ایک بار علامہ نے اسے سفید سوٹ میں دیکھا۔ تو ہنسنے لگے۔ سر شہاب الدین نے غصے ہو کر پوچھا۔ کیوں ہنس رہے ہو۔ علامہ نے فرمایا۔ ''یہ آپ ہیں یا کپاس کے کھیت میں ارنا بھینسا''۔

**عبارت کی تشریح:** ایک مرتبہ علامہ اقبال اپنے دوستوں کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ اور بے تکلف گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ چودھری سر شہاب الدین کا ذکر چھڑ گیا۔ کیونکہ اقبال کی زیادہ پھبتیاں اور لطیفے اسی صاحب کے بارے میں مشہور تھیں۔ علامہ صاحب فرمانے لگے۔ ''میں نے عالم مثال میں ایک بڑھیا کو دیکھا۔ جو ریلوے سٹیشن کی طرف جا رہی تھی۔ وہ بہت جلدی میں تھی۔ اور ایسا لگتا تھا۔ جیسے وہ بھاگ رہی ہو۔ میں نے بڑھیا سے دریافت کیا۔ کہ تو کون ہے۔ اور کہاں جا رہی ہے۔ اس نے جواب

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

دیا۔ میں طاعون کی بیماری ہوں۔ شہر والوں پر مسلط ہونے کے لئے شہر کی طرف جانا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے سنا۔ کہ شہر میں شہاب الدین پہلے سے موجود ہے۔ اسلئے اب میری ضرورت نہیں رہی۔ شہاب الدین ہی شہر والوں کیلئے کافی ہے۔

## مشقی سوالات کے جوابات

### سوال 1: مختصر جوابات لکھیں؟

(الف) علامہ اقبال کے گھر ہونے والی محفلوں کا حال لکھیں؟

(ب) شعر سننے اور سنانے کے معاملے میں یوپی کے شعراء کا کیا طرز عمل ہے؟

(ج) سر شہاب الدین کون تھے؟

(د) علامہ اقبال کے اُن دوست احباب کے نام لکھیں۔ جس کا ذخراس خاکے میں ہے؟

(ہ) ''میں اس فکر میں ہوں کہ کالج کے نوجوانوں کو بھی پردے میں بٹھایا جائے'' علامہ اقبال نے یہ جملہ کیوں کہا۔

**جواب:**

(الف) علامہ اقبال سے ملنے ہر قسم کے لوگ آیا کرتے تھے۔ چراغ حسن حسرت لکھتے ہیں۔ کہ ایک بار میں اور سالک صاحب علامہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ موضوع بہت روکھا پھیکا تھا۔ لیکن علامہ گفتگو کے دوران لطیفے بھی سناتے تھے۔ جب ہم گئے تو سورج ابھی غروب نہیں ہو رہا تھا۔ اُٹھے تو اچھی خاص رات گذر چکی تھی۔ کبھی کبھی بارہ بجے تک محفل جمی رہتی تھی۔ ایک ملاقاتی جاتا۔ تو دوسرا داخل ہوتا۔ باتیں زیادہ تر علامہ اقبال خود کرتے تھے۔ باقی لوگ سنتے تھے ڈاکٹر محمد دین تاثیر کہتے ہیں۔ کہ ایک رات میں علامہ کے پاس موجود تھا۔ ایک بدحواس شخص آیا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ علامہ نے پوچھا۔ کھانا کھایا ہے۔ اس نے نفی میں جواب دیا۔ علامہ نے کھایا منگوایا۔ اور کھلا دیا۔ ہم چلے گئے۔ اور وہ آدمی بیٹھا رہا۔ بعد میں معلوم ہوا۔ کہ اس نے رات علامہ ہی کے کمرے میں گذاری ہے۔ وہ اپنی محفل میں نہ کسی سے شعر سنتے تھے اور نہ سناتے تھے۔



(ب) یو۔پی کے شعراء شعر سننے اور سنانے کے معاملے میں ہمیشہ ''بے پناہ'' ہوتا ہے۔ وہ خود بھی ہر محفل میں اپنے اشعار سناتے ہیں اور دوسرے شعراء سے بھی شعر سننے کا تقاضا کرتے ہیں۔

(ج) سر شہاب الدین علامہ اقبال کے گہرے دوست تھے۔ اور پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے۔

(د) علامہ اقبال کے دوستوں میں سر شہاب الدین، محمد دین تاثیر، چراغ حسن حسرت، سالک صاحب، مولانا گرامی، عبداللہ چغتائی منز چترال وغیرہ شامل تھے۔

(ہ) ایک بار کالج کے لڑکے علامہ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے بال لمبے تھے۔ اور اُنہوں نے سراخی پاؤڈر بھی لگایا تھا۔ ایک طالب علم نے علامہ سے کہا۔ کہ عورتوں کا پردہ اب ختم ہونا چاہیے۔ علامہ نے طالب علم کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ ''میں اس فکر میں ہوں۔ کہ کالج کے نوجوانوں کو بھی پردے میں بٹھایا جائے''۔ اس فقرے میں علامہ نے اُن کے زنانہ پن پر طنز کیا ہے۔

### سوال 2: اس مضمون میں علامہ اقبال کی زندگی کے جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اُن پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

**جواب:**

علامہ اقبال کا رنگ سرخ و سفید جسم بھرا ہوا سر کے بال کچھ سفید کچھ سیاہ، اور گھٹی ہوئی داڑھی تھی۔ مکمل کا کرتہ پہنتے تھے۔ گھر میں اکثر تہہ بند باندھتے تھے۔ باہر نکلتے تو کوٹ پتلون یا فراک کے ساتھ شلوار اور پگڑی کا استعمال کرتے تھے۔ ان کی محفل میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے تھے۔ سنجیدہ گفتگو میں بھی لطیفوں اور چٹکلوں کا پیوند لگاتے تھے۔ زیادہ تر وہ بولتے تھے۔ اور لوگ سنتے تھے۔ اس کے مکان کے دروازے پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ ہر شخص اُن سے مل سکتا تھا۔

وہ سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ بہت کم کھانا کھاتے تھے۔ مگر جو کھاتے تھے۔ اچھا اور لذیذ ہوتا تھا۔ رات کو نمکین کشمیری چائے پیتے تھے۔ اس کے دسترخوان پر دو تین قسم کے سالن ضرور موجود ہوتے تھے۔ وہ کباب اور پلاؤ کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ سردیوں کے موسم میں شب دیگ کا اہتمام زیادہ کرتے تھے۔ پھلوں میں انہیں آم بہت مرغوب تھے۔ آموں سے بھرے تھال لوگوں کو کھلاتے تھے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

اور خود بھی مزے سے کھاتے تھے۔ ساتھ ساتھ لطیفے بھی سناتے رہتے تھے۔ عام طور پر پنجابی زبان بولتے تھے۔ وہ ڈیل ڈول، وضع قطع اور حرکات وسکنات سے شاعر نہیں لگتے تھے۔ نہ اپنا شعر کسی کو سناتے نہ دوسروں سے شعر سنتے تھے۔

طبیعت میں ظرافت بہت تھی۔ خشک فلسفیانہ مسائل کو بھی لطیفوں سے دلچسپ بناتے تھے۔ سر شہاب الدین سے متعلق سینکڑوں لطیفے، تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ نماز روزے کے پابند تھے۔ روزانہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ عشق رسولؐ نے اُن کے دل کو گداز کر دیا تھا۔ رسول اللہؐ کا نام سن کر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔

**سوال 3: خالی جگہ پر کریں؟**

(الف) اُن دنوں نمک کی ۔۔۔۔۔۔۔۔ زوروں پر تھی۔

(ب) موضوع روکھا پھیکا مگر بیچ بیچ میں ۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی ہو جاتے تھے۔

(ج) وہ جاڑے میں بڑے شوق سے ۔۔۔۔۔۔۔۔ پکواتے تھے۔

(د) علامہ اقبال عام طور پر ۔۔۔۔۔۔۔۔ بولتے تھے۔

(ہ) علامہ اقبال کے مطابق شاعروں نے شاعری کو ۔۔۔۔۔۔۔۔ کر ڈالا۔

**جواب:**

(الف) ان دنوں نمک کی **ستیاگرہ** زوروں پر تھی۔

(ب) موضوع روکھا پھیکا مگر بیچ بیچ میں **لطیفے** بھی ہو جاتے تھے۔

(ج) وہ جاڑے میں بڑے شوق سے **شب دیگ** پکواتے تھے۔

(د) علامہ اقبال عام طور پر **پنجابی** بولتے تھے۔

(ہ) علامہ اقبال کے مطابق شاعروں نے شاعری کو **غارت** کر ڈالا۔

**سوال 4: آپ "میرے اساتذہ" کے عنوان پر کم از کم چار سو الفاظ کا مضمون تحریر کریں۔ روزمرہ کا خیال رکھیں۔ اور محاورات استعمال کریں؟**



## جواب: میرے اساتذہ:

ایک مسلمان کیلئے والدین کے بعد اساتذہ سب سے زیادہ قابل احترام ہوتے ہیں۔ کیونکہ ماں باپ بچے کی جسمانی پرورش کرتے ہیں اور اساتذہ روحانی۔ اسی نسبت سے استاد روحانی باپ ہوتا اور اس کا درجہ باپ سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔

میرا پہلا استاد میرے والد صاحب ہیں۔ جس نے مجھے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ چند فارسی کی کتابیں پڑھائیں۔ جن میں گلستان سعدیؒ اور بوستان سعدی شامل ہیں۔ ان دو کتابوں کے پڑھنے سے میں فارسی زبان سیکھ گیا۔ جس کا سیکھنا اردو زبان سمجھنے کیلئے بہت ضروری ہے۔

جب میں پرائمری سکول میں تھا۔ اور اول اعلیٰ میں پڑھ رہا تھا تو میرے پہلے استاد غلام حیات صاحب تھے۔ جو بہت دیندار، اور ذہین آدمی تھے۔ وہ بچوں کو بہت پیار سے پڑھاتے تھے۔ اس کے غصے میں شفقت اور مار میں پیار ہوتا تھا۔ پرائمری سکول کے ایک اور استاد میران شاہ صاحب کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہ سکول کے ہیڈ ٹیچر اور جماعت چہارم کے فارم ماسٹر تھے۔ مجھے یاد نہیں۔ کہ وہ کبھی سکول سے غیر حاضر رہا ہو۔ صبح سویرے سکول میں موجود رہتا۔ اور طلبہ کی کڑی نگرانی کرتا۔ وہ بہت کم گو، شریف اور متین طبیعت کا مالک تھا۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی۔ کہ وہ طلبہ کے گھر کا کام ضرور چیک کرتا۔ اس لئے تمام لڑکے اس سے خائف رہتے تھے۔ اور تیار ہو کر کلاس میں آتے تھے۔

جب میں ہائی سکول میں داخل ہوا۔ تو جماعت پنجم میں ہمارے فارم ماسٹر قدر گل بابا تھے۔ اسے لوگ بابا اُستاد کہتے تھے۔ وہ بہت غصیلے اور سخت آدمی تھے۔ سبق کے معاملے میں کسی سے رعایت نہیں کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے۔

ہمارا ایک اور استاد سید اکبر صاحب تھے۔ جو ہمیں ریاضی پڑھاتے تھے۔ وہ طلبہ کے ساتھ بہت زیادہ سختی کرتے تھے۔ اُس کا کلاس شروع ہوتے ہی کلاس میں خاموشی چھا جاتی تھی۔ بالکل ایسا لگتا تھا۔ جیسے کلاس میں کوئی متنفس موجود نہیں۔

ان کے علاوہ ذاکر صاحب، فضل خالق صاحب، موسیٰ خان صاحب اور میاں عمر صاحب کے ساتھ جبار صاحب سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ میں ان سب کو اپنے باپ کے برابر سمجھتا ہوں۔ ان

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

میں سے جو زندہ ہیں۔ خدا اُن کو خوش وخرم رکھے اور صحت دے اور جو وفات پا چکے ہیں۔ اللہ اُنہیں جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔

**سوال 5: درج بالا اسمی جملوں میں استعمال ہونے والے تمام حروف سے دو دو جملے بنائیں؟**

**جواب: تابع اسمی جملے:**

(۱) میں چاہتا ہوں کہ عامر میرا دوست بن جائے۔
(۲) بجلی کے تار کو ہاتھ نہ لگاؤ ایسا نہ ہو جھٹکا لگ جائے۔
(۳) میری خواہش ہے۔ کہ وہ میرے ساتھ لاہور جائے۔
(۴) وہ بہت پھرتیا ہے۔ کیونکہ وہ اتھلیٹ ہے۔
(۵) میں اس کو پسند کرتا ہوں اس لئے کہ وہ میرا دوست ہے۔
(۶) وہ ہمیشہ افسردہ رہتا ہے۔ کیونکہ وہ تنگدست ہے۔
(۷) میں نے جمال کو ڈانٹا اسلئے کہ وہ شریر ہے۔
(۸) شیر کے پنجرے کے قریب نہ جاؤ ایسا نہ ہو تجھ پر حملہ کردے۔

☆.....☆.....☆

## سبق "طائر لاہوتی"

(فارغ بخاری)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| محال | ناممکن | سجادہ نشین | گدی نشین | چھلاوہ | غول بیابانی |
| حشر | قیامت | براجمان ہونا | تشریف فرما ہونا | طلسمی | جادوئی |



| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| پھبنا | سجنا | بانکپن | بےخوفی، بے باکی | برگد | ایک درخت کا نام |
| زمہریر | ٹھنڈا دوزخ | گھمبیر | گھنے | شاق | دکھ |
| دائمی مفارقت | ہمیشہ کی جدائی | دندی | مستی | گور | پشاور کا ایک قبرستان |
| خراماں | ہشاش بشاش | مسحور | سحرزدہ | مبتدی | شاگرد |
| جنم دیا | پیدا کیا | بھارت سبھا | بھارت کی مجلس | عمر خیام | فارسی کے مشہور شاعر |
| مجذوب | خداست درویش | جید | زبردست | طائر لاہوتی | ذات الٰہی کا عالم |
| منطق | علم دلیل | ادق | پیچیدہ مشکل | منجھے ہوئے | تجربہ کار |
| حلاوت | مٹھاس | رکھ رکھاؤ | سلیقہ | وسیع المشرب | زیادہ پینے پلانے والا |
| اُکھڑنا | تبدیل ہونا | کتا | لگانا | بذلہ سنج | ہنسنے ہنسانے والا |
| رسیا | شوقین | چاٹ | ذائقہ | نوک جھونک | مخالفانہ گفتگو |
| پیش خیمہ | بنیاد | تندمزاج | سخت طبیعت والا | پارہ چڑھنا | غصہ ہونا |
| دبک جانا | نرم پڑنا | چہلیں کرنا | مذاق کرنا | ترویج | ترقی، پھیلاؤ |
| سنگت | ملاپ | کورے | نابلد | رہن منت | زیر بار احسان |

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

| کرتا دھرتا | کام کرنے والا | فروگذاشت | نظرانداز، بھول | ناتا | رشتہ، تعلق |
|---|---|---|---|---|---|
| جھاڑ | ڈانٹ ڈپٹ | بخشش | غلطی، قصور | بے جوڑ | بے ترتیب |
| جُل | شرمسار | نہج | پہلو | طفل | بچہ |
| منہمک | معروف | سونپنا | حوالہ کرنا | منجھانے | چلانے |
| جتن | کوشش، محنت | حریف | مدمقابل | چشمک | حسد |
| ٹھنی رہنی | مقابلہ ہوتا | چڑانا | غصہ دلانا | کھپانے | شرمندہ |
| منقبت | اولیاء اللہ کی مدح | مجادلہ | لڑائی جھگڑا | گل افشاں | رنگین |
| دیدنی | دیکھنے والی | روح فرسا | غمناک | | |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

ضیاء صاحب اور اُن کے ساتھی عبدالودود قمر کی دوستی سارے شہر میں ضرب المثل بن چکی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضیاء صاحب بھری محفل میں اس پر برسنے لگتے۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس فارغ بخاری کے مضمون ''طائر لاہوتی'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

صوبہ خیبر پختونخواہ میں جدید اردو ادب کا آغاز ''دائرہ ادبیہ'' کے قیام سے ہوا۔ یہ ادارہ ضیاء جعفری اور قمر صاحب کی مثالی دوستی کی یادگار ہے۔ اس تنظیم میں نذیر مرزا برلاس، مظہر گیلانی، مبارک جبین عاجز، امیر انور ضیائی، مضمر تاتاری، جگر کاظمی اور خالص کی شامل تھے۔ ضیاء صاحب کی شخصیت



مختلف رنگوں کا مجموعہ تھی اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے رُباعی میں وہ نام کمایا۔ کہ ''خیام سرحد'' کہلائے۔ صوفی منش ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے روشن خیال اور پینے پلانے والے آدمی تھے۔ وہ ہر موضوع پر بول سکتے تھے۔ شعروادب، سیاست آرٹ، اور صحافت پر بولتے بولتے اچانک ''حق ہو'' کا نعرہ لگا کر مراقبے میں بیٹھ جاتے۔ اسی وجہ سے ہم سب اسے طائر لاہوتی کہہ کر پکارتے تھے۔ سنجیدہ گفتگو میں بھی ظرافت کا پیوند لگاتے تھے۔

**عبارت کی تشریح:** ضیاء جعفری اور قمر صاحب جگری دوست تھے۔ اُن کی دوستی ضرب المثل بن چکی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ دونوں کو شعروادب سے لگاؤ تھا۔ اور تصوف سے بھی دونوں کی دلچسپی تھی۔ سیاست میں بھی وہ دونوں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے کرتے جب وہ سیاست پر آتے۔ تو بدمزگی ضرور پیدا ہوتی۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے سیاسی مخالف تھے۔ دونوں کے سیاسی نظریات مختلف تھے۔ اُن کا سیاسی بحث مباحثہ اکثر لڑائی کی بنیاد بنتی۔ سیاسی گفتگو میں اُنہوں نے ایک دوسرے کو کبھی قائل نہیں کیا تھا۔ گفتگو کے آخر میں ضیاء صاحب آپ سے باہر ہو جاتے اور لوگوں کی موجودگی قمر صاحب کو برا بھلا کہتے۔

**عبارت نمبر2:**

دائرہ ادبیہ میں ضیاء اور قمر کے علاوہ دو بزرگ شخصیتیں جگر کاظمی اور خالص کی تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ ان دونگی تلواروں کو اُنہوں نے بڑے سلیقے سے میاں میں رکھا تھا۔

**حوالہ متن:**

یہ عبارت فارغ بخاری کے مضمون ''طائر لاہوتی'' سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

ضیاء صاحب دائرہ ادبیہ کے صدر اور قمر صاحب ناظم اعلیٰ تھے۔ استاد ہونے کے ناتے میں نے ضیاء صاحب سے بے تکلف ہونے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ بحیثیت سید وہ میرا احترام کرتے تھے۔ لیکن ذرا سی غلطی پر ڈانٹ بھی دیتے۔ نثر لکھنے کا فن میں نے قمر صاحب سے سیکھا۔ وہ مجھے شاعروں کی

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

روداد لکھواتے۔ زبان، روزمرہ اور محاورہ کی غلطی کی نشاندہی کرتے۔ ذرا سی بے احتیاطی پر برس پڑتے۔ کبھی بے جوڑ لباس نہیں کرآتے۔ تو مذاق مذاق شرمسار کرتے۔ قمر صاحب نے تھوڑے عرصے میں مجھے ادبی ماحول سے متعارف کرایا۔ اور لائبریرین بنادیا۔ پھر اگلے سال نائب ناظم کی ذمہ داری میرے حوالے کی گئی۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مجھے سخت محنت کرنا پڑی۔

**عبارت کی تشریح:** ضیاء جعفری اور قمر صاحب دائرہ ادبیہ کے بانی اور روح رواں تھے۔ لیکن ان دونوں کے علاوہ اور بھی یگانہ روزگار لوگ اس دائرے میں شامل تھے۔ جن کی موجودگی نے دائرہ ادبیہ کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ ان میں دو نامور بزرگ جگر کاظمی اور خالص مکی تھے۔ ان دونوں کو دائرے کی سرپرستی کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ دونوں بزرگ اردو اور فارسی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ اور دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ دونوں میں پیشہ وارانہ رقابت رہتی تھی۔ اور ایک دوسرے پر چوٹ کرنے اور پنچا دکھانے میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو اپنا حریف سمجھتے تھے۔ اُن کا ایک ساتھ ایک ادارے میں کام کرنا شیر اور بکری کو ایک ساتھ باندھنے کے مترادف تھا۔ لیکن ان دو جنگی تلواروں کو ضیاء صاحب نے بڑی حکمت و تدبر سے ایک ہی میان میں بند کر کے رکھا ہوا تھا۔

## مشقی سوالات کے جوابات

### سوال 1: درج ذیل سوالوں کے جواب لکھئے؟

(الف) مصنف نے ضیاء جعفری کو بوڑھے برگد سے کیوں تشبیہ دی؟

(ب) ضیاء جعفری کا گھر کہاں واقع تھا؟

(ج) دائرہ ادبیہ میں کون کون شامل تھے؟

(د) زیڈ، اے بخاری اور عبدالودود قمر کون تھے؟

(ہ) قمر صاحب دائرہ کے اصول وضوابط کیسے برقرار رکھتے تھے؟

(و) شاعروں کے بارے میں مصنف کے کیا جذبات تھے۔

**جواب:**



(الف) شاہی باغ پشاور کے مغربی کونے میں برگد کا جو پرانا درخت موجود تھا۔ اس کے سائے میں لوگ آرام کرتے تھے۔ درخت کے تنے میں بنی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ کر تھکن دور کرتے تھے۔ اور سردیوں کے یخ بستہ ہواؤں سے بچنے کیلئے اس درخت کے نیچے پناہ لیتے تھے۔ فارغ بخاری نے ضیاء جعفری کو اس درخت سے اس لئے تشبیہ دی۔ کہ ضیاء صاحب کا بڑھاپا بھی ان کے دوستوں احباب اور شاگردوں کیلئے اس سایہ دار بوڑھے برگد سے کسی طرح کم نہ تھا۔

(ب) ضیاء جعفری کا گھر گورگٹھڑی کے قریب تھا۔ گورگٹھڑی کے جنوبی گنبد کے بالمقابل ایک چڑھائی پر چڑھنے کے بعد اس کا گھر آتا تھا۔

(ج) ضیاء جعفری اور عبدالودود قمر دائرہ ادبیہ کے بانی تھے۔ ان کے علاوہ جگر کاظمی اور خلاص مکی اس کے سرپرست تھے۔ جو شاعر اور ادیب وقتاً فوقتاً دائرہ ادبیہ کے اجلاسوں اور نشستوں میں شرکت کرتے تھے۔ ان میں محمود سرحدی، نذیر مرزا برلاس، مسعود انور شفقی، خاطر غزنوی احمد فراز، محسن احسان، مظہر گیلانی، فرید عرش، مجید شاہد، شیخ ثناء اللہ، عاجز، اور مضمر تاتاری شامل ہیں۔ ان کے علاوہ امیر حمزہ شنواری، حکیم عباسی، خالد رام پوری، زیڈ۔ اے بخاری اور قمر سرحدی بھی کبھی کبھار آتے تھے۔

(د) عبدالودود قمر دائرہ ادبیہ کے منتظم اعلیٰ تھے۔ شاعر اور ادیب تھے۔ روزنامہ انگار کے نائب مدیر بھی تھے۔

زیڈ۔ اے بخاری ریڈیو پاکستان ڈائریکٹر جنرل تھے۔ بذلہ سنج اور محفل آرا شخص تھے۔ دائرہ ادبیہ کے جلسوں میں کبھی کبھار شرکت کرتے تھے۔

(ہ) قمر صاحب دائرہ ادبیہ کے شاگردوں کی تربیت میں سختی برتتے تھے اور اصولوں کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ خدا سی سختی اور غروگذاشت پر شاگردوں کو ڈانٹتے تھے۔ جو شاگرد بے جوڑ لباس نہیں کرآتا۔ اس کو مذاق مذاق میں شرمسار کرتے تھے۔ محفل میں اُٹھنے بیٹھنے، بات کرنے اور پڑھنے کے آداب بھی سکھاتے تھے۔

(و) جگر کاظمی اور خالص مکی دائرہ ادبیہ کے سرپرست اور اردو، فارسی زبان کے بڑے شاعر تھے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

فارغ بخاری کہتے ہیں۔ کہ ان دونوں کے درمیانی پیشہ وارانہ رقابت موجود تھی۔ وہ ہر وقت ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ جگر صاحب کہتا میں بڑا شاعر ہوں اور خالص کی اپنے آپ کو سینیئر سمجھتا تھا۔

**سوال 2: خالی جگہ پر کریں۔**

(الف) ضیاء جعفری ایسے دریا تھے جنہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ بند کرنا بھی محال تھا۔

(ب) محفل اس کی طلسمی خوشبو سے ۔۔۔۔۔۔۔۔ لگتی۔

(ج) جب میں نے ۔۔۔۔۔۔۔۔ سنبھالا۔ تو پتہ چلا کہ یہ دونوں حضرات مشہور شاعر ہیں۔

(د) ضیاء جعفری روشن خیال اور ۔۔۔۔۔۔۔۔ تھے۔

(ہ) ضیاء اور قمر کی دوستی سارے شہر میں ۔۔۔۔۔۔۔۔ تھی۔

(و) درحقیقت مجھے قلم ۔۔۔۔۔۔۔۔ قمر صاحب نے ہی سکھایا۔

(ز) سنجیدہ گفتگو بھی اُن کی رگ ظرافت ۔۔۔۔۔۔۔۔ اُٹھتی۔

**جواب:**

(الف) ضیاء جعفری ایسے دریا تھے۔ جنہیں **سمندر میں بھی** بند کرنا محال تھا۔

(ب) محفل اس کی طلسمی خوشبو سے **مہکنے** لگتی۔

(ج) جب میں نے **ہوش** سنبھالا تو پتہ چلا کہ یہ دونوں حضرات مشہور شاعر ہیں۔

(د) ضیاء جعفری روشن خیال اور **وسیع المشرب** تھے۔

(ہ) ضیا اور قمر کی دوستی سارے شہر میں **ضرب المثل** تھی۔

(و) درحقیقت مجھے قلم **پکڑنا** قمر صاحب نے ہی سکھایا۔

(ز) سنجیدہ گفتگو میں بھی اُن کی رگ ظرافت **پھڑک** اُٹھتی۔

**سوال 3: درج ذیل الفاظ پر اعربا لگائیں اور الضبائی ترتیب سے لکھیں۔**

نظم وضبط ، مشاعرہ ، مقالات ، تلخ کلامی ، جاذبیت



**جواب:**

تَلْخ کَلَامِیْ ، جَاذِبِیَّتْ ، مَقَالَاتْ ، مُشَاعِرَہ ، نَظْمُ و ضَبْطْ

**سوال 4: درج ذیل جملوں میں مناسب مقامات پر رموز اوقاف لگائیں۔**

(الف) عمران خان نے جو پاکستان کا نامور فرزند ہے کینسر ہسپتال بنایا۔

(ب) جھیل سیف الملوک تک جو سارا پہاڑی علاقہ ہے سفر آسان نہیں ہے۔

(ج) سنو کیا تم میری مدد کرو گے۔

(د) ماشاءاللہ کتنی ذہین بچی ہے۔

(ہ) بچے بولے ماموں جان آ گئے۔

**جواب:**

(الف) عمران خان نے (جو پاکستان کا نامور فرزند ہے) کینسر ہسپتال بنایا۔

(ب) جھیل سیف الملوک تک (جو سارا علاقہ پہاڑی ہے) سفر آسان نہیں ہے۔

(ج) سنو! کیا تم میری مدد کرو گے۔

(د) ماشاءاللہ! کتنی ذہین بچی ہے۔

(ہ) بچے بولے، ماموں جان آ گئے۔

**سوال 5: درج ذیل جملوں کو قواعد کے مطابق درست کریں۔**

(الف) نیز شاعر کا نام بھی لکھیں۔

(ب) ہمارا گھر شہر میں واقعہ ہے۔

(ج) بزرگوں کی بات کو غور سے سنو۔

(د) تم کب واپس لوٹو گے۔

(ہ) تم نے کیوں شور ڈالا ہے۔

(و) میں آپ کا بے حد مشکور ہوں۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

**جواب: درست جملے:**

(الف) اور شاعر کا نام بھی لکھیں۔

(ب) ہمارا گھر شہر میں واقع ہے۔

(ج) بزرگوں کی بات غور سے سنو۔

(د) تم کب واپس آؤ گے۔

(ہ) تم نے کیوں شور مچایا ہے۔

(و) میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔

**سوال 6: اس سبق میں سے محاورات اور مرکبات کی نشاندھی کریں۔**

**جواب:**

(۱) محاورات سبق: گھل ملنا۔ منہ تکنا۔ چار چاند لگانا۔ فقرہ کسنا۔ پیچ و تاب کھانا۔ جان چھڑکنا۔ پارہ چڑھ جانا۔ پھلنا پھولنا۔ کسر اُٹھا نہ رکھنا۔

مرکبات سبق: (۱) علم و ادب، حرکات و سکنات، زبان و ادب، روزمرہ اور محاورہ، سرخ و سفید، اندی، سرمتی، باغ و بہار، محبت اور خلوص (مرکبات عطفی)

(۲) بٹالہ شریف کی گدی۔ دائرہ ادبیہ کے صدر۔ خیبر میل کے مالک۔ ادبیات سرحد کی تاریخ۔ گور گٹھڑی کے دروازے۔ دائرۂ ادبیہ۔ خیامِ سرحد۔ اساتذۂ فن (مرکب اضافی)

(۳) بزرگانہ شفقت۔ وسیع رقبہ۔ طلسمی خوشبو۔ یخ بستہ فضا۔ بوڑھا برگد۔ شاعرانہ ماحول۔ خوبرو نوجوان۔ دلاویز شخصیت۔ زاہد خشک۔ سدا بہار پھول (مرکب توصیفی)

☆.....☆.....☆



## سبق "مرید پور کا پیر"

(پطرس بخاری)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| فالتو | زائد | رونما | ظاہر | خبط | جنون |
| شائستہ | تہذیب یافتہ | دودمان | خاندان | نیچ ذات | کم ذات |
| ٹھان لی | ارادہ کیا | بیا نگ دہل | علی الاعلان | نخوت | غرور، تکبر |
| بھانڈ | گویا، ذوم | متقی | پرہیزگار | عنداللہ | اللہ کے نزدیک |
| ماجور | ثواب دیا گیا | ہنساری | جڑی بوٹی بیچنے والا | برسبیل تذکرہ | باتوں باتوں میں |
| روئے انور | چمکتا دمکتا چہرہ | براہین | دلائل | ماحضر | تیار کھانا |
| گھٹا | بنڈل | ادبار | بدخواہ | فلاکت | بدقسمتی |
| سماں | منظر | نحوست | منحوس | پس و پیش | آگے پیچھے |
| مایہ ناز | قابل فخر | قلم بند کرنا | لکھنا | عندلیب | بلبل |
| سخی | میڑھا | خفیف | ہلکی سی | خنکی | ٹھنڈک |
| رعشہ | فالج، کانپنا | تمہید | آغاز | اماجگاہ | ٹھکانہ |
| والہٹر | رضا کار | رقت آمیز | رولانے والا | | |

**اہم عبارات کی تشریح**

**عبارت نمبر 1:**

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

جب کانگرس کا سالانہ اجلاس بغل میں ہو رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس پطرس بخاری کے مزاحیہ مضمون ''مرید پور کا پیر'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

پطرس بخاری کہتے ہیں۔ایک سال میں کانگرس کے جلسے میں چلا گیا تھا۔ بلکہ جلسہ خود میرے پاس آیا تھا۔ کیونکہ جس شہر میں، میں موجود تھا۔ کانگریس نے اسی شہر میں جلسہ منعقد کرانے کا فیصلہ کیا۔ بعض لوگ مجھ پر شک کرتے ہیں۔ کہ یہ جلسہ میں نے کروایا تھا۔ اور مجھے ایک مغرور اور متکبر شخص ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ یہ بات ہرگز نہیں۔ یہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو مجھ سے حسد رکھتے ہیں۔ میں نے گویوں کو شہر میں بلوایا ہے۔ بعض تھیٹروں کو دعوت دی ہے۔ لیکن کانگریس کیلئے میں عام شہری ہوں اور بس۔

**عبارت کی تشریح:** پطرس بخاری کہتے ہیں۔ کہ کانگریس نے میرے شہر میں اجلاس منعقد کرنے کا اعلان کیا تھا۔ کانگریس کے سالانہ اجلاس کی اہمیت بہت زیادہ تھی ایسا اہم اجلاس بالکل پہلو میں ہو رہا ہو۔ تو کون ایسا پرہیز گار شخص ہوگا۔ جو اس میں شرکت کرنے سے گریز کرے۔ وقت بھی ایسا تھا کہ فرصت ہی فرصت تھی۔ عام چھٹیاں تھیں۔ بیکار بیٹھا تھا۔ اس جلسے کو بھی شغل بیکاری خیال کیا۔ اور جلسے میں بھرپور شرکت کی۔ جلسے کی تمام کاروائی کے ساتھ ساتھ ہر ایک تقریر غور سے سنی۔ صبح سے شام تک جلسے میں مصروف رہتا۔ اور شام کو جب گھر آتا۔ تو دن بھر کے حالات اور واقعات لکھ کر خط کے ذریعے اپنے بھتیجے کو ارسال کرتا۔ تا کہ ایک دستاویز کے طور پر محفوظ ہو جائے۔ اور ضرورت کے وقت کام آئے۔

**عبارت نمبر2:**

تجھے خدا نے تدبر کی قوت بخشی ہے۔ ہزارہا انسان تیرے منظر ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہندوستان کو اس وقت عمل کی ضرورت ہے۔



**حوالہ متن:**

یہ عبارت پطرس بخاری کے مزاحیہ مضمون ''مرید پور کا پیر'' سے لی گئی ہے۔

**سیاق و سباق:**

کچھ عرصے بعد ملک میں لوگوں کو جلسہ فوبیا کی بیماری لاحق ہوئی۔ اور جس کو ایک میز کرسی اور گلدان میسر آیا۔ جسے کی تیاری کرنے لگے۔ اس جلسوں کے موسم میں ''انجمن نوجوانان ہند'' نے مرید پور میں بھی ایک جلسہ منعقد کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور مجھے خط لکھا۔ کہ آپ کے شہر کے لوگ آپ سے ملاقات کرنے کے متمنی ہیں۔ اور آپ کے خیالات سے مستفید ہونے کیلئے بے تاب ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ آپ اس جلسے میں ہندو مسلم اتحاد پر تقریر کریں۔ میں ایک کمزور انسان ہوں۔ لیکن لیڈری کا نشہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ ایک غیبی آواز نے مجھے خبردار کیا۔ کہ ان لوگوں کی راہنمائی اور بہبودی کا تو ہی ذمہ دار ہے۔

**عبارت کی تشریح:** غیبی آواز نے مزید کہا۔ کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے تدبر کی قوت سے نوازا ہے۔ مرید پور میں ہزاروں لوگ تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ دیر مت کر۔ سینکڑوں ہزاروں لوگ تجھے دعوت دینے کیلئے بیتاب ہیں۔ وہ اپنا سب کچھ تم پر لٹانے کیلئے تیار ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے مرید پور کے جلسے میں شرکت کرنے کی دعوت بخوشی قبول کر لی۔ اور بڑی شانِ بے نیازی سے ایک بڑے لیڈر کے انداز میں تار کے ذریعے مرید پور کے باسیوں کو مطلع کیا۔ کہ ٹھیک پندرہ دن بعد میں مرید پور تشریف لاؤنگا۔ اور اس ریل گاڑی کا نام بھی بتا دیا۔ جس پر بیٹھ کر میں مرید پور پہنچنے والا تھا۔ خاکسار اور عاجزی کا مظاہرہ کرنے کے لئے میں نے یہ بھی لکھا۔ کہ میرے استقبال کیلئے سٹیشن پر ایک فرد بھی نہ آئے۔ ہر شخص اپنے کام میں لگا رہے۔ کیونکہ باتوں سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔ اور ہندوستان کی بستری اسی میں ہے۔ کہ لوگ اپنے اندر قوت عمل پیدا کریں۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: درج ذیل سوالات کے جوابات لکھیں؟**

(الف) لیڈر کے اپنے گاؤں (مرید پور) نہ جانے پر لوگ کیا تبصرے کرتے تھے۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(ب) بھتیجے نے اپنے چچا کو کس طرح مرید پور کا قومی لیڈر قرار دیا۔

(ج) لیڈر نے اپنی تقریر کیلئے کون سے نکات اکھٹے کئے۔

(د) مرید پور میں لیڈر کا استقبال کس طرح ہوا۔

(ہ) جلسے کے دوران لیڈر کے بدحواس ہونے کی کیا وجہ تھی۔

(و) تقریر کے دوران لیڈر کا کیا حشر ہوا۔

**جواب:**

(ا) لیڈر کا مرید پور نہ جانے کی وجہ لوگ یہ بتاتے تھے۔ کہ لیڈر کے خلاف یہاں ایک مقدمہ درج ہے۔ کوئی کہتا۔ یہ یہاں ملازم اور اور اس پر غبن کا الزام ہے۔ اسلئے اس نے مرید پور چھوڑ دیا تھا۔ اور اب آنے کا نام نہیں لیتا۔

(ب) چچا بھتیجے کو کانگریس کے سالانہ اجلاس کی کاروائی بذریعہ خط بھیجا رہتا تھا۔ مرید پور میں بھتیجے یہ خطوط عام لوگوں کو سناتا۔ مقامی اخبار کے ایڈیٹر کے حوالے کرتا۔ جو اسے اخبار میں لیڈر کے نام سے چھاپتا۔ اس اخبار کا نام مرید پور گزٹ ہے۔ لیڈر صاحب کے خطوط کے بل پر اس اخبار نے کانگرس نمبر بھی شائع کیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ مرید پور کے لوگوں نے لیڈر صاحب کو "قومی لیڈر" قرار دیا تھا۔

(ج) لیڈر صاحب نے اپنی تقریر کیلئے مندرجہ ڈل نکات اکھٹے کئے۔ (ا) تمہید اشعار حالی (دردناک آواز سے) (۲) ہندوستان کی موجودہ حالت یعنی افلاس، بعض اور قومی راہنماؤں کی خودغرضی (۳) اس کی وجہ یعنی کیا غیر ملکی حکومت ہے؟ نہیں۔ کیا آب و ہوا ہے؟ نہیں۔ کیا مغربی تہذیب ہے؟ نہیں۔ تو پھر کیا ہے (وقفہ جس کے دوران میں مسکراتے ہوئے تمام حاضرین جلسہ پر ایک نظر ڈالو) (۴) وجہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا نفاق (۵) خاتمہ۔ عام نصیحتیں خصوصاً اتحاد کی تلقین۔

(د) جب لیڈر کی گاڑی مرید پور پہنچی۔ تو تین ہزار آدمیوں نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ جب لیڈر نے گاڑی سے باہر نکالا۔ تو لوگ میں جوش اور بھی بڑھ گیا۔ لوگ اس کا نام لیکر نعرے لگا رہے تھے۔ جب گاڑی سے اترے۔ تو موٹر میں سوار کرایا گیا۔ جلسہ گاہ میں لوگوں کی حالت دیدنی تھی۔ لیڈر کو دیکھ کر



بے قابو ہو گئے۔ سرخ جھنڈوں پر لیڈر لیڈر کی تعریف میں کچھ کلمات بھی درج تھے۔

(ہ) جلسے کے دوران لیڈر کے بدحواس ہونے کی وجہ یہ تھی۔ کہ تقریر کیلئے اس نے جو نکات ایک کاغذ پر لکھے تھے۔ وہ غائب تھا۔ لیڈر صاحب نے جب اپنی تمام جیبیں ٹٹولیں اور کاغذ نہ ملا۔ تو لیڈر بدحواس اور پریشان ہو گیا۔

(و) جب لیڈر صاحب تقریر کے لیے اُٹھے تو اس کا گلا خشک ہو رہا تھا۔ اس نے "پیارے ہم وطنو" سے تقریر کا آغاز کیا۔ لیکن آواز اتنی باریک اور مُنحنی تھی۔ کہ سامعین کو ہنسی آ گئی۔ اس نے تین بار "پیارے ہم وطنو" کہا۔ لیکن کہنے کیلئے اس کے ذہن میں الفاظ نہیں تھے۔ اب تمام لوگ اسے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اسے بیلوں کی کہانی یاد آ گئی۔ جب اس نے کہا۔ کہ "ایک جنگل میں دو بیل رہتے تھے" تو جلسے سے زور کا قہقہہ بلند ہوا۔ پھر اس نے لکڑیوں کے گھٹے والی کہانی شروع کی۔ جب اس نے کہا۔ "آپ لکڑی کے گھٹے کو لے لیجئے لکڑیاں اکثر مہنگی ملتی ہیں۔ افلاس بہت ہے یہ سن کر لوگ ہنستے ہنستے لوٹ گئے۔ ایک نے کہا کیا بکواس کر رہا ہے۔ دوسرے نے کہا اسے باہر نکالو۔ کسی نے اس پر سگریٹ کی خالی ڈبیہ پھینک دی۔ پھر کیا تھا ہر طرف سے سگریٹ کی ڈبیوں اور کاغذ کی گولیوں بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ اپنی یہ درگت دیکھ کر لیڈر صاحب بھاگ کھڑے ہوئے اور سٹیشن پہنچ کر اور گاڑی میں بیٹھ کر دم لیا۔

**سوال 2: خالی جگہ مناسب الفاظ سے پر کریں۔**

(الف) خدا آپ سب پڑھنے والوں کو انصاف کی ۔۔۔۔۔۔۔۔ دے۔

(ب) خط پڑھ کر میری ۔۔۔۔۔۔۔۔ کی انتہا نہ رہی۔

(ج) لیڈر کا ۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک لمحے میں ہی چڑھ جاتا۔

(د) گھٹا سر پہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ کی چھا رہی ہے۔

(ہ) دنیا میری آنکھوں کیسامنے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہو رہی تھی۔

**جواب:**

(الف) خدا آپ سب پڑھنے والوں کو انصاف کی توفیق دے۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

(ب) خط پڑھ کر میری **حیرت** کی کوئی انتہا نہ رہی۔

(ج) لیڈری کا **نشہ** ایک لمحے میں ہی چڑھ جاتا ہے۔

(د) گھناسر پہ **ادبار** کی چھا رہی ہے۔

(ہ) دنیا میری آنکھوں کے سامنے **تاریک** ہو رہی تھی۔

**سوال 3: اس مضمون کا خلاصہ لکھیں۔**

**جواب:** اس مضمون کا خلاصہ کتاب کے اگلے حصے میں موجود ہے۔

**سوال 4: اس مضمون سے کم از کم پانچ وصلی جملے تلاش کریں۔**

**جواب: وصلی جملے:**

(۱) آخر میں اتحاد کی نصیحت کرونگا اور تقریر کو اس شعر پر ختم کرونگا۔

(۲) میں ایک کمزور انسان ہوں اور پھر لیڈری کا نشہ ایک لمحہ ہی میں چڑھ جاتا ہے۔

(۳) وہ یہ کہ بڑوں کی عزت کرتا ہے اور مین اس کے نزدیک علم وفن کا ایک دیوتا ہوں۔

(۴) میری تمام خوبیاں اس میں موجود ہیں اور اس کے علاوہ نئی پود سے تعلق رکھنے کے باعث اس میں بعض فالتو اوصاف نظر آتے ہیں۔

(۵) میں پہلے بھی یہ اعلان کر چکا ہوں۔ اور اب بھی بہ تگ دہل یہ کہنے کو تیار ہوں۔

**سوال 5: اس مضمون سے کم از کم پانچ ایسے جملے تلاش کریں جس میں امدادی افعال ہوں۔**

**جواب:**

(۱) اس پر بہت سے لوگ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

(۲) سب لوگ اطمینان کے ساتھ ایک ایک لفظ سن لیں۔

(۳) اس نے کہانی کو بھی لکھ لیا۔

(۴) جس کسی کو ایک میز ایک کرسی اور ایک گلدان میسر آیا۔



(۵) اور راستہ کچھ صاف ہوتا دکھائی دیا۔

(۶) ایک لمحے کے بعد وہ ٹرین وہاں سے چل دی۔

ان جملوں میں پڑے، لیں، لیا، آیا، دیا، دی امدادی افعال ہیں

**سوال 6: درج ذیل الفاظ پر اُن کے معنی کے مطابق اعراب لگائیں۔**

| | | | |
|---|---|---|---|
| جل (پانی) | جل (دھوکہ) | دور (زمانہ) | دور (فاصلہ) |
| قسم (عہد) | قسم (طرح) | گل (مٹی) | گل (پھول) |
| منت (التجا) | منت (پنت) | نفس (سانس) | نفس (روح، وجود) |

**جواب:**

| | | | |
|---|---|---|---|
| جَلْ (پانی) | جُلْ (دھوکہ) | دَوْرْ (زمانہ) | دُوْر (فاصلہ) |
| قَسَمْ (عہد) | قِسَمْ (طرح) | گِلْ (مٹی) | گُلْ (پھول) |
| مِنَّتْ (التجا) | مَنَتْ (نیت عہد) | نَفَسْ (سانس) | نَفْس (روح) |
| مَلِکہ (خودمختار حکمران عورت) | | مَلْکہ (استعداد، صلاحیت) | |

**سوال 7: کسی تقریب یا جلسے کی روداد لکھیں۔**

**جواب:**

ہمارے کالج کے ہال میں جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ جو لڑکے امتحانوں میں اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کر چکے تھے۔ اُن کو انعامات سے نوازا گیا۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی ہمارے ضلع کے ناظم اعلیٰ تھے۔

ٹھیک نو بجے مہمان خصوصی تشریف لائے۔ کالج کے پرنسپل اور اساتذہ نے کالج کے گیٹ پر اس کو خوش آمدید کہا۔ پرنسپل اور اساتذہ کی معیت میں مہمان خصوصی ہال میں داخل ہوا۔ طلبہ نے اُٹھ کر اور تالیاں بجا کر اس کا خیر مقدم کیا۔

تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد کالج کے پروفیسر تاج الدین

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

جناب صاحب نے تقریب کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اور اپنے کالج کی حسن کارکردگی سے مہمان خصوصی کو آگاہ کیا۔ تاج الدین صاحب کی تقریر کے بعد فورتھ ایئر کے طالب علم شیر زمان نے ایک مختصر تقریر کی۔ اور طلبہ کے مسائل پر روشنی ڈالی۔ اور ناظم اعلیٰ سے اس کے حل کرنے کا مطالبہ کیا۔

آخر میں مہمان خصوصی کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی گئی۔ اس نے اپنی تقریر میں طلبہ کی حسن کارکردگی کو سراہا۔ اور طلبہ کو تعلیم کی اہمیت کا احساس دلانے کیلئے اُن کو مفید مشوروں سے نوازا۔ اور اُن کے مطالبات حل کرنے کا وعدہ کیا مہمان خصوصی کی تقریر کے بعد طلبہ کو باری باری سٹیج پر بلایا گیا۔ اور مہمان خصوصی اور پرنسپل صاحب نے اپنے ہاتھوں سے سب کو انعامات دیئے۔

تقریب کے اختتامی کلمات پرنسپل صاحب نے ادا کئے۔ جس میں اس نے مہمان خصوصی کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔ تقریب کے اختتام پر مہمانوں کی تواضع چائے اور بسکٹ سے کی گئی۔

**سوال 8: اس مضمون سے کم از کم پانچ ایسے جملے لکھیں۔ جس میں "کہ" کا استعمال ہو۔**

**جواب:**

(۱) اکثر لوگوں کو اس بات کا تعجب ہوتا ہے۔ کہ میں اپنے وطن کا ذکر کبھی نہیں کرتا۔

(۲) غرض یہ کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔

(۳) اور اب بھی بانگ دہل یہ کہنے کو تیار ہوں کہ اس میں میرا ذرا بھی قصور نہ تھا۔

(۴) لیکن بہر حال مجھے تو کچھ معلوم ہوتا کہ میں ترقی کر کے کہاں سے کہاں پہنچ جاؤنگا۔

(۵) پھر یاد آیا کہ ایک اور کہانی بھی پڑھی تھی۔

**سوال 9: ذیل میں متن کے مفہوم کے مطابق مختلف جملے لکھے گئے ہیں۔ آپ ان کے سامنے درست یا غلط لکھیں۔**

**جواب:**

(الف) میں اپنے وطن میں نہ جانے سے مشکوک ہو گیا تھا۔ (درست)



(ب) میں کانگرس کے جلسوں میں ذوق و شوق سے شریک ہوتا تھا۔ (درست)

(ج) میرے بھتیجے نے تمام خطوط نشر کر دیئے۔ (درست)

(د) مصنف مرید پور کا رہنے والا تھا۔ (درست)

(ہ) مرید پور کے لوگ مصنف سے حسد کرنے لگے تھے۔ (غلط)

(و) متحد قومیں ہی بام عروج حاصل کرتی ہیں۔ (درست)

(ز) ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ (غلط)

(ح) صدر جلسہ نے پرتپاک استقبال کیا۔ (درست)

(ط) مصنف نے انتہائی موثر تقریر کی۔ (غلط)

(ی) مصنف نے تقریر ختم کی تو لوگوں نے تعریف شروع کر دی۔ (غلط)

☆ ☆ ☆

## سبق "حاجی اورنگ زیب خان"

(مشتاق احمد یوسفی)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| قضیے | جھگڑے، تنازعے | چوب | لکڑی | گھاٹے | نقصان |
| تخمینے | اندازے | گرہ | اپنی طرف، جیب | غلبت | جلد بازی |
| ہتھیانا | چھیننا | آوھتی | ایجنٹ | مدارات | خاطر تواضع |
| مجاور | جاروب کش | پنڈ چھڑانا | گلوخلاصی کرنا | انا | ضد، خودداری |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| استغراق | توجہ | سوغات | تحفہ | دہل جانا | گھبرا جانا |
|---|---|---|---|---|---|
| وجیہہ | حسین، خوبصورت | لغو | فضول | کلاہ | لنگی |
| طُرّہ | شملہ | کاٹھی | ڈیل ڈول، جسم | تن وتوش | صحت، قوت |
| براؤن | خاکی | ہلال | پہلے دن کا چاند | اناردانہ | سرخ رنگ کا |
| ہچکولے کھانا | ہلنا جلنا | طلائی گھڑی | سونے کی گھڑی | پرخور | زیادہ کھانے والا |
| صریح | صاف | ہیئت کذائی | بری حالت | چلتا پھرت | چلنا پھرنا |
| ہنگام قتال | دوران جنگ | سپلک | جراثیم زدہ | کلوروفارم | نشے کی دوائی |
| ڈھاٹا باندھنا | منہ بند کرنا | سوجھ بوجھ | بصیرت | منتہی | انتہا تک پہنچانا |
| ہرج | برائی | باؤٹا | تشخ، جھنڈا | فراڈ | دھوکہ |
| نوسرباز | دھوکے باز | جھمیلے | مصیبت | چق | پردہ |
| فراٹے سے | جلدی سے | باتمثال امر | حکم کے مطابق | ترنت | جلدی، فوراً |
| سلپ | چٹ | کاکروچ | | عجلت | جلدی |
| حجت | عذر | پیچ | طرفداری، ضد، اصرار | آفتابہ | تانبے کا کوزہ |



| گرہ | اپنی طرف | دیہرسل | مشق | السر | زخم |
|---|---|---|---|---|---|
| چونچوں | تلخ باتوں | غنودگی | نیند، خمار | حجت | دلیل |
| انٹرول | وقفہ | پسر گئے | ڈٹ گئے | راڈرولا | تلخ کلامی |
| پوست | افیون | گھٹل | گانٹھ والا | کھٹل | کند |
| چھجت | زوال، جان سے جانا | تڑ سے | جلدی سے | کابلی والا | سودخور |
| الارم | گھنٹی | سہم گئے | خوفزدہ ہو گئے | جوق در جوق | گروہ در گروہ |
| چھید | سوراخ | پنگ پانگ | ایک کھیل | اورلوڈنگ | زیادہ وزن |
| کلبلانا | تکلیف کی وجہ سے فریاد کرنا | چاندنی | تولائی پچھونا | اینچ پینچ | پیچیدگی |
| شاذونادر | کبھی کبھی | فرط سرور | زیادہ خوشی | مکرر | دوبارہ |
| درشت | سخت | دنگ رہ جانا | حیران ہونا | ترکے | وراثت |
| رسیا | شوقین | فیورٹ | پسندیدہ | ابر | بادل |
| شب ماہتاب | چاندنی رات | مکھڑا | چہرہ | الاپ | گانا |
| عشر عشیر | بہت کم | وصل | دیدار | ویٹ لفٹنگ | وزن اُٹھانا |
| مانقہ | گلے ملنا | Liplevel | ہونٹوں کے پاس | نیوٹن | مشہور سائنس دان |
| ڈکار | منہ سے آواز کیساتھ ہوا نکالنا | پالا پوسا | تربیت یافتہ | ہنوز | ابھی تک |
| منجملہ | بشمول | گھاگ | تجربہ کار | منہا کر کے | تفریق کر کے |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| کلیم | طلب | بارٹر | مال کے بدلے مال | وٹہ سٹہ | لڑکی کے بدلے لڑکی |
| بھونڈی | بیہودہ | بربان قاطع | قطعی دلیل | دھیارے | مصیبت کے مارے |
| دلدر | خراب، بیکار | چھدا | دھوکہ | ہیرہ جگاہ | بھیڑ، ہجوم |
| غنیم | دشمن | کراکرا ہونا | بدمزہ ہونا | دل پشوری کرنا | خوش رہنا |
| خودخرسند | خودخوش رہنا | پھلکا جانا | بھر جانا | دشنام | گالی |

## اہم عبارات کی تشریح

**عبارت نمبر1:**

خان صاحب وجیہہ اور بھاری بھرکم آدمی تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انگشت شہادت دوسری پور سے کٹی ہوئی۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس مشتاق احمد یوسفی کے مزاحیہ مضمون ''حاجی اورنگ زیب خان'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

مشتاق احمد یوسفی نے اپنے دوست بشارت کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس نے پشاور کے ایک لکڑی کے سوداگر حاجی اورنگ زیب خان سے عمارتی لکڑی خریدی تھی۔ جو بشارت نے سات ہزار روپے میں بیچی تھی۔ لیکن حاجی اورنگ زیب خان لکڑی کے نو ہزار پانچ سو تہتر روپے نو آنے اور تین پیسے طلب کر رہے تھے۔ اور ایک مدت تک حاجی صاحب اور بشارت کے درمیان اس رقم کے بارے میں خط و کتابت ہوتی رہی۔ ایک دن اچانک حاجی صاحب کراچی آدھمکے۔ اور بشارت کے مہمان بن گئے۔ دن بھر لکڑی کی رقم سے متعلق بحث مباحثہ کرتے ایک دوسرے کے ساتھ تلخ باتیں کرتے اور رات بشارت کے گھر میں گذارتے۔ بشارت اُن کی خوب خاطر مدارات کرتے۔ رات کے کھانے میں حلوہ



ضرور طلب کرتے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ رات کو حلوہ نہ کھاؤں تو بزرگوں کی روحیں آ کر مجھے ڈانٹتی ہیں خان صاحب خوش خوراک آدمی تھے۔ بشارت پشاور میں اُن کے ہاں مہمان رہے تھے۔ دسترخوان پر دنبے کی ران اور ٹانگ کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔

**عبارت کی تشریح:** خان صاحب خوبصورت اور حسین آدمی تھے۔ اس کا جسم بہت بھاری اور خوب صحت مند تھے۔ اس کی شخصیت ایسی تھی۔ کہ اس کی فضول اور بیہودہ بات بھی کافی وزن دار ہوتی تھی۔ ساڑھے چھ فٹ لمبا قد تھا۔ سر پر ایک بھاری پگڑی باندھتے تھے۔ جس کا طرّہ بہت لمبا تھا۔ پگڑی اور طرّے کو ملا کر اس کا قد ساڑھے سات فٹ سے زیادہ تھا۔ دیکھنے میں وہ آٹھ فٹ کے لگتے تھے۔ اس کی صحت قابل اشک تھی۔ ڈیل ڈول اور جسامت اتنی متناسب تھی۔ کہ اس کی عمر کا درست اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اُن کی جسامت اور صحت مند بدن کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ بازوؤں والی کرسی پر بمشکل بیٹھ کر سما تو جاتے تھے۔ لیکن جب اُٹھتے تو کرسی بھی اُن کے ساتھ اُٹھ جاتی تھی۔ اور کرسی سے جان چھڑانا مشکل ہوتا تھا۔ خان صاحب کی مونچھیں سنہری تھیں۔ اور آنکھوں کا رنگ ہلکا براؤن تھا۔ اس کے بائیں اُبھار پر زخم کا نشان تھا۔ جو پہلی تاریخ کے چاند سے مشابہ تھا۔ اگر زخم کا یہ نشان نہ ہوتا۔ تو اس کا چہرہ ادھورا لگتا۔ اُن کی انگشت شہادت دوسری پور سے کٹی ہوئی تھی۔

**عبارت نمبر2:**

خان صاحب بشارت کو دن میں دو تین مرتبہ یہ دھمکی ضرور دیتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو اس کی شرافت اور پختو میں شبہ ہوگا۔

**حوالہ متن:**

یہ اقتباس مشتاق احمد یوسفی کے مزاحیہ مضمون ''حاجی اورنگ زیب خان'' سے لیا گیا ہے۔

**سیاق و سباق:**

خان صاحب بینک سے روپیہ نکالتے وقت چیک پر انگوٹھا لگاتے تھے۔ لیکن جب اس کا بینک بیلنس ایک لاکھ ہوگیا۔ تو اُردو میں دستخط کرنے لگے۔ اس کا اکاؤنٹ مسلم کمرشل بینک میں تھا۔ اردو میں

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

دستخط کرنے والوں کو بینک میں یہ ضمانت دینی پڑتی تھی۔ کہ اگر اس کے نام سے جعلی چیک کیش ہوگیا۔ تو بینک ذمہ دار نہیں ہوگا۔ چنانچہ بینک منیجر مسٹر میکلین کے مشورہ سے خان صاحب نے انگریزی میں دستخط کرنا سیکھ لیا۔ اور منیجر صاحب کے روبرو دستخط کر کے دکھائے۔ جس کی اس نے تصدیق کی۔ کسی کو معاف کرنا اور سمجھوتہ کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ کہا کرتے تھے جو خون خرابہ کرنے سے پہلے راضی نامہ کر لے۔ اس شخص کیلئے پشتو زبان میں بہت برالفظ ہے۔

**عبارت کی تشریح:** خان صاحب چونکہ اپنا قرضہ وصول کرنے کیلئے کراچی میں بشارت کے بن بلائے مہمان بنے ہوئے تھے۔ اسلئے وہ دن میں دو تین مرتبہ یاددہانی ضرور کرتے تھے۔ کہ میں قرضہ وصول کئے بغیر نہیں ٹلوں گا اور دھمکی آمیز انداز میں کہتے۔ کہ مجھے تمہارا کوئی بہانہ منظور نہیں۔ میں اپنی ایک ایک پائی وصول کرونگا۔ اس کیلئے میں ایک سال تک تمہارا مہمان بننے کیلئے تیار ہوں۔ کبھی کبھی بشارت کے روبرو آداب میزبانی پر تبصرہ کر کے کہتے۔ کہ ہمارے قبائلی علاقے اور آپ کے آداب میزبانی میں بہت فرق ہے۔ ہمارے ہاں یہ دستور ہے۔ کہ آپ مہمان سے یہ بالکل نہیں پوچھ سکتے۔ کہ تم کب اپنے گھر جاؤ گے۔ اگر میزبان نے کبھی یہ غلطی کی۔ تو مہمان کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ میزبان کو قتل کر دے۔ کیونکہ ایسے میزبان کیلئے پشتو میں بہت برالفظ ہے۔ اور اگر مہمان میزبان کو معاف کر دے۔ تو اس پر یہ شک کیا جا سکتا ہے۔ کہ مہمان شرفی آدمی نہیں ہے۔ اور اس میں پختو نوالی بھی نہیں ہے۔

## مشقی سوالات کے جوابات

### سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیں؟

(الف) خان صاحب کس مقصد کیلئے کراچی آئے تھے۔

(ب) خان صاحب کی خوش خوراکی کا حال اپنے الفاظ میں لکھیں۔

(ج) بشارت نے خانصاب کے لکڑی میں کیا نقائص گنوائے۔

(د) بشارت اور خانصاحب کے درمیان تنازعہ کیسے طے ہوا۔

(ہ) خان صاحب نے حق مہر پانچ لاکھ کیوں رکھا۔



(و) خان صاحب نے اپنے خط میں کیا لکھا تھا۔

(ز) کابلی والی سے بشارت کا کیا مطلب تھا۔

(ح) خان صاحب نے وٹہ سٹہ کا کیا مفہوم بتایا۔

### جواب:

(الف) خان صاحب نے بشارت کو پشاور سے لکڑی بھیجی تھی۔ لکڑی میں نقصان اُٹھانے پر بشارت رقم بھیجنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ اور لکڑی کے خراب ہونے کا عذر پیش کرتے تھے۔ بظاہر خان صاحب اس مقصد کیلئے کراچی آئے تھے۔ کہ بشارت سے اپنا پیسہ وصول کرے۔

(ب) خان صاحب بڑے خوش خوراک تھے۔ گوشت کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے رات کو حلوہ ضرور طلب کرتے تھے۔ کھانے کے دوران پانی پیتے تھے۔ اُن کا خیال تھا۔ کہ پانی خواہ مخواہ جگہ گھیرتا ہے۔ دال کو ہندوں کا خوراک سمجھتے تھے۔ اور سبزی کے متعلق کہتے تھے۔ کہ یہ جانوروں کی حق تلفی ہے۔ وہ کڑاہی گوشت، کڑاہی بھر کے کھاتے تھے۔ تیتر، بیٹر کی ہڈیوں اور مالٹے، سنگترے، انگور اور تربوز کو بیج اور ہڈیوں سمیت کھاتے تھے۔ بیج تھوکنے کو زنانہ پن خیال کرتے تھے۔

(ج) بشارت نے لکڑی کے نقائص گنواتے ہوئے کہا۔ کہ لکڑی داغی تھی۔ اور اس میں گھونل موجود تھے۔ نیز اس میں کپڑا پڑ گیا تھا۔ اس کا سیزن بھی پورا نہیں ہوا تھا۔ چرائی کے دوران تختوں میں بل موجود تھے۔

(د) ایک دن خانصاحب نے اچانک یہ تجویز پیش کی۔ کہ بشارت کے پاس جو ناکارہ اور بیکار گاڑی کھڑی ہے۔ وہ میرے حوالے کر دے۔ حساب بیباق ہو جائے۔ تھوڑی سی بحث بحثی کے بعد بشارت اور خانصاحب کے درمیان معاملہ طے پا گیا۔ اور اسی طرح یہ تنازعہ اختتام کو پہنچا۔

(ہ) خان صاحب نے اپنی نکاح کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ نکاح کے وقت میرے سسرال والے ایک لاکھ روپے کے حق مہر پر مصر تھے۔ جبکہ میرا ماموں پورے تین روپے شرعی مہر پر اصرار کر رہے تھے۔ جب یہ تکرار بڑھی تو میں نے سہرا ہٹا کر کہا۔ کہ میں پانچ لاکھ کا مہر باندھوں گا۔ ماموں نے ڈانٹا تو میں نے جواب دیا۔ کہ ایک لاکھ کے ناوہندہ ہونے سے بہتر ہے پانچ لاکھ کا ناوہندہ بنوں۔ یہ

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

میرے ''پختو'' کا سوال ہے۔

(و) خان صاحب جب کراچی میں بشارت کے گھر میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد پشاور چلے گئے۔ تو اس نے پشاور سے بشارت کو خط لکھا۔ کہ کراچی آنے سے چند روز پہلے ڈاکٹروں نے مجھے بتایا تھا۔ کہ تجھے جگر کی بیماری ہے۔ اسلئے ہمیشہ خوش رہا کر میں نے اس پر بہت سوچ بچا کیا۔ اور اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ بشارت کے پاس کراچی چلنا چاہیے۔ وہاں چند دن ہنسی خوشی گذار لوں گا۔ لکڑی کی رقم کو بہانہ بنا کر میں آپ کا مہمان بنا رہا۔ اور اس تنازعے کو قصداً طول دیتا رہا۔ میرے وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچی ہوگی۔ دوران قیام میں نے اصل کہانی سے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ جس سے صحبت کا مزہ خراب ہو جاتا۔ جتنے دن آپ کے ساتھ گذرے۔ اتنے دن میری زندگی بڑھ گئی۔ میری وجہ سے آپ کو جو تکلیف ہوئی۔ اس کی معافی مانگنا میں لکھنو والوں کی عادت سمجھتا ہوں۔ جو مجھ جیسے جاہل کیلئے ناممکن ہے۔

(ز) ''کابلی والا'' سے بشارت کا مطلب یہ تھا۔ کہ خانصاب بھی کابلی پٹھانوں کی طرح اصل رقم بمعہ سود وصول کرتا ہے۔ یعنی خان صاحب بھی سود خور ہے۔

(ح) جب بشارت نے خانصاب سے کہا۔ کہ آپ بزنس کر رہے ہیں یا بارٹر (Barter) تو خانصاحب نے بارٹر کا مفہوم پوچھا۔ طویل تشریح سن کر خان صاحب بولے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ آپ وٹہ سٹہ کی بات کر رہے ہیں۔ وٹہ سٹہ سے خان صاحب کا مطلب تھا۔ لڑکی کے بدلے لڑکی دینا۔

## سوال2: خالی جگہ پر کریں۔

(الف) بشارت خانصاحب کے خلوص و مدارت کے ---------- تھے۔

(ب) خانصاحب ---------- اور بھاری بھرکم آدمی تھے۔

(ج) کلوروفارم سونگھنے کو مردوں کی ---------- کے خلاف سمجھتے تھے۔

(د) اس جنگ میں فتح کس کی بھی ہو ---------- صرف سچائی ہوتی تھی۔

(ہ) وٹہ سٹہ میں ہر فریق یہ سمجھتا ہے کہ وہ ---------- میں رہا۔

(و) خان صاحب نے منیزہ کو اس کی سالگرہ پر ---------- کا تحفہ دیا۔



## جواب:

(الف) بشارت خانصاحب کے خلوص و مدارات کے **معترف** تھے۔

(ب) خان صاحب **وجیہہ** اور بھاری بھرکم آدمی تھے۔

(ج) کلوروفارم سونگھنے کو مردوں کی **شان** کے خلاف سمجھتے تھے۔

(د) اس جنگ میں فتح کس کی بھی ہو **شہید** صرف سچائی ہوتی تھی۔

(ہ) وٹہ سٹہ میں ہر فریق یہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ **گھاٹے** میں رہا۔

(و) خان صاحب نے منیزہ کو اس کی سالگرہ پر **پانچ سو روپے** کا تحفہ دیا۔

## سوال3: درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

(الف) اس کے دسترخوان پر کبھی سبزی یا مچھلی نہیں دیکھی۔ جس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ بینگن مچھلی کی ٹانگیں نہیں ہوتیں۔

(ب) یہ آپ دن بھر آداب عرض با آداب عرض! تسلیمات عرض ہے، کیا کرتے ہیں۔ کیا السلام علیکم سے لوگ برا مان جائیں گے۔

(ج) اس بیماری کا خانہ خراب ہو۔ عمر کا پیمانہ لبریز ہونے سے پہلے چھلکا جا رہا ہے۔

(د) ہنگام قتال اگر وہ صرف اس پر گرتے۔ تو وہ پانی بھی نہ مانگتا۔ ہاتھ پاؤں مارے بغیر وہیں دم گھٹ کے ڈھیر ہو جاتا۔

## جواب:

(الف) بشارت کا کہنا تھا۔ کہ خانصاحب کے دسترخوان پر میں نے کبھی مچھلی اور سبزی نہیں دیکھی تھی۔ وہ صرف گوشت کھاتے تھے۔ اور وہ بھی صرف اُن جانوروں کا جسکی ٹانگیں اور ران ہوتے تھے۔ مچھلی اور بینگن کی ٹانگیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ بغیر ٹانگوں والی چیزوں سے نفرت کرتے ہیں۔

(ب) لکھنو والوں کی طرح بشارت کی عادت تھی۔ کہ وہ سلام و دُعا کیلئے ہر وقت ''آداب عرض'' اور ''تسلیمات عرض ہے'' جیسے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ ایک دن خان صاحب نے اسے ٹوکا۔ اور کہا۔ کہ ان الفاظ کے بجائے اگر آپ سیدھا سادھا ''السلام علیکم'' کہیں۔ تو کیا لوگ ناراض ہو جائیں گے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

(ج) خان صاحب جگر کی بیماری میں مبتلا تھے۔ جس کے لئے ہر وقت خوش وخرم رہنا ضروری تھا۔ خان صاحب نے بشارت کو خط میں لکھا۔ اس بیماری کا خانہ خراب ہو۔ عمر کا پیمانہ لبریز ہونے سے پہلے چھلکا جا رہا ہے۔ ٹھیک طرح سے کھانس بھی نہیں سکتا۔ سانس اُکھڑ جاتی ہے۔

(د) خان صاحب خاصے صحت مند تھے۔ اور اتنے بھاری بھرکم ہے۔ اور وزن اتنا زیادہ تھا۔ کہ جھگڑے کے دوران اگر وہ صرف اپنے دشمن پر گرتے۔ تو وہ پانی نہا نگتا۔ اور اس کے بھاری جسم کے نیچے ہاتھ پاؤں مارے بغیر وہیں دم گھٹا کے مر جاتا۔

## سوال 4: خان صاحب کے کردار پر ایک مفصل نوٹ لکھیں۔

**جواب:**

خان اورنگ زیب خان لکڑی کے سوداگر تھے۔ پاکستان کے مختلف حصوں کو عمارتی لکڑی سپلائی کرتے تھے۔ وہ ایک با اُصول انسان تھے۔ بیوپار میں بہت کھرے اور ایماندار تھے۔ جھوٹ کبھی نہیں بولتے تھے۔ اُس کی ہر بات صاف اور واضح ہوتی تھی۔ عہد اور وعدے کا پابند تھے۔ کاروباری معاملات میں ہیرا پھیری نہیں کرتے تھے۔ کاروباری اصولوں سے اچھی طرح باخبر تھے۔ اور اس کی پابندی کرتے تھے۔ غیرت مند پختون اور خوددار انسان تھے۔ اپنی غیرت اور پختو پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ جو بھی اس کے سامنے غلط بات منہ سے نکالتا۔ یا اچھی حرکت کرتا۔ اسے تو کتے اور جھڑکتے تھے۔ کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ نڈر اور بہادر انسان تھے۔ دوستوں کے دوست اور یاروں کے یار تھے ایک طرف بشارت کو کاروباری معاملے میں کسی قسم کی ڈیل دینے کو تیار نہ تھے۔ اور اس کے ساتھ ایک ایک پائی کا حساب کرتے تھے۔ لیکن محبت اور پاسداری کا یہ عالم تھا۔ کہ بشارت کے دشمن کا خون بہانے کو ہر وقت تیار تھا۔ ایک ایسپائر انسپکٹر چار سال قبل بشارت سے دس ہزار کی لکڑی خرید کر رقم دبائے بیٹھا تھا۔ خان صاحب کو پتہ چلا۔ تو دوسرے دن رات کو انسپکٹر کے گھر پہنچ گئے۔ اور انسپکٹر کے گھر میں اپنے باڈی گارڈ سمیت وہ اودھم مچادی۔ کہ انسپکٹر نے مجبوراً دس ہزار روپے اس کے ہاتھ پر رکھوئے جو اس نے رات بارہ بجے لاکر بشارت کے حوالے کئے۔

خود مہمان نواز تھے۔ مہمانوں پر جان چھڑکتے تھے۔ اُن کی خاطر مدارات میں کوئی کسر اُٹھا



نہیں رکھتے تھے۔ اور دوسروں کی میزبانی سے بھی لطف اندوز ہوتے تھے۔ دشمن کو معاف کرنا اور اُس کے ساتھ کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کے سخت مخالف تھے۔

## سوال 5: اس مضمون کے حوالے سے مشتاق احمد یوسفی کے طرز تحریر پر ایک مختصر نوٹ لکھیں۔

**جواب:** مشتاق احمد یوسفی کا طرز تحریر سادہ اور رواں ہے۔ زبان عام فہم ہے۔ پڑھتے وقت قاری کسی قسم کی دشواری محسوس نہیں کرتا۔ انگریزی کا کوئی لفظ یا کوئی اردو کا مشکل لفظ جب استعمال کرتے ہیں۔ تو اپنے مضمون ہی میں اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ اور قاری کو پہیلیاں بوجھنے پر مجبور نہیں کرتا۔ الفاظ کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ ایسے الفاظ اور جملے استعمال کرتا ہے۔ کہ اس سے خود بخود فراخ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور قاری کے لبوں پر پڑھنے کے دوران ہنسی بکھیرتا ہے۔ اسے سماجی شعور کا گہرا تجربہ ہے۔ اس کی تحریریں انسان کو مسکرانے پر مجبور کرتی ہیں۔ اردو زبان پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں کیلئے اُن کا مخصوص زبان استعمال کرتے ہیں۔ وہ خالص مزاح نگار ہیں۔ اُن کی تحریروں میں طنز کے نشتر موجود نہیں۔ وہ کسی کا دل نہیں دکھاتے خود ہنستے ہیں۔ دوسروں کو ہنساتے ہیں۔ وہ ایسے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں۔ جو بہت حقیر اور ناقابل توجہ سمجھا جاتا ہے۔

## سوال 6: تابع جملوں کی قسم "وصفی" پر مشتمل پانچ جملے لکھیں۔

**جواب:**

(۱) خدا کرے میں پاس ہو جاؤں۔

(۲) بچوں کو نہ ڈانٹو کہیں ایسا نہ ہو۔ اُن کا دل ٹوٹ جائے۔

(۳) اس نے میری مدد کی۔ کیونکہ وہ میرا دوست ہے۔

(۴) اللہ کرے بارش ہو جائے۔

(۵) وہ خاموش لیٹا ہے۔ اسلئے کہ وہ بیمار ہے۔

## سوال 7: درج ذیل الفاظ پر دیئے گئے معنی کے مطابق اعراب لگائیں۔

بکری (مویشی) بکری (فروخت) جلانا (آگ میں ڈالنا) جلانا (زندہ کرنا)

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

جو (نہر) جو (غلہ) وتر (نماز) وتر (مثلث)

**جواب:** جُوْ (نہر، ندی) جَوْ (غلہ) وِتْرْ (نماز) وَتَرْ (مثلث)

بَکْرِیْ (مویشی) بِکْرِیْ (فروخت) جَلَانَا (آگ میں ڈالنا)

جِلَانَا (زندہ کرنا)

**سوال 8: درج ذیل محاورات اپنے جملوں میں استعمال کریں۔**

زمین میں گڑ جانا ، آسمان ٹوٹ پڑنا ، ہوائی قلعے بنانا ، چراغ سحر ہونا ، طوطا چشمی کرنا

اینٹ سے اینٹ بجانا ، نشہ ہرن ہونا ، کاغذ کے گھوڑے دوڑانا ، ناکوں چنے چبوانا ،

پہاڑ ٹوٹ پڑنا ، آٹھ آٹھ آنسو رونا ، تین حرف بھیجنا

**جواب:**

| | |
|---|---|
| زمین میں گڑ جانا | جب باپ نے بیٹے کے فیل ہونے کی خبر سنی۔ تو شرم کے مارے زمین میں گڑ گیا۔ |
| آسمان ٹوٹ پڑنا | والدہ کے وفات پا جانے پر پیادی عذرا پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ |
| ہوائی قلعے بنانا | بعض لوگ بیکار بیٹھے رہتے ہیں۔ اور ہوائی قلعے بناتے رہتے ہیں۔ |
| چراغ سحر جانا | میرا کیا! میں تو چراغ سحر ہوں۔ آج یا کل بجھ جاؤں گا۔ |
| طوطا چشمی کرنا | مطلب پرست لوگ مطلب نکالنے کے بعد طوطا چشمی سے کام لیتے ہیں۔ |
| اینٹ سے اینٹ بجانا | نادر شاہ افشار نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ |
| نشہ ہرن ہونا | حارث کلاس میں ایک لڑکے کو مار رہا تھا۔ استاد کو دیکھتے ہی اسکا نشہ ہرن ہو گیا۔ |
| کاغذ کے گھوڑے دوڑانا | بعض لوگ کاغذ کے گھوڑے دوڑا کر دوسروں پر رعب جماتے ہیں۔ |
| ناکوں چنے چبوانا | سخت گیر افسران ماتحتوں کو ناکوں چنے چبواتے ہیں۔ |
| پہاڑ ٹوٹ پڑنا | بیٹے کی موت کا سن کر ماں پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ |
| آٹھ آٹھ آنسو رونا | بے نظیر بھٹو کی موت کا سن کر دوست اور دشمن سب آٹھ آٹھ آنسو روئے۔ |
| تین حرف بھیجنا | میں بے ایمان اور خود غرض لوگوں پر تین حرف بھیجتا ہوں۔ |



# حصۂ نظم بمعہ مشقی سوالات

## نظم "جواب شکوہ"

(علامہ اقبال)

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| قدسی الاصل | فرشتوں جیسا | رفعت | بلندی | گردوں | آسمان |
| نالہ | فریاد | رضوان | جنت کا داروغہ | تگ و تاز | پرواز |
| سکان | باشندے | مکین | رہنے والے | کیف | مستی |
| اسرار | راز، بھید | اشک | آنسو | لبریز | پر |
| رہرو | مسافر | گِل | گیلی مٹی | کَی | ایران کا بادشاہوں کا لقب |
| الحاد | بے دینی | خوگر | عادت | پدر | باپ |
| پسر | بیٹا | بادہ آشام | شراب کی تاثیر والا | دہر | زمانہ |
| جبینوں | سجدوں | فاطر ہستی | دنیا کا مالک | قصور | محلات |
| مے | شراب | میخانہ | شراب خانہ | عیاں | ظاہر |
| یورش | یلغار، حملہ | تاتار | منگول | صنم خانہ | بت خانہ |
| عصرِ نو | نیا زمانہ | رخت | سامان | دوش | کندھا |
| تنک مایہ | بے حیثیت | پست | کمتر | بالا | سربلند |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| تن آسانی | کاہلی | اسلاف | بزرگ | سپر | ڈھال، حفاظت |
| ماسوااللہ | اللہ کے دشمن | شمشیر | تلوار | درویش | فقیر، خوددار |

## نظم کی تشریح

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے  پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
قدسی الاصل ہے رفعت پہ نظر رکھتی ہے  خاک سے اُٹھتی ہے گردوں پہ گذر رکھتی ہے
عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک میرا
آسماں چیر گیا نالۂ بیباک میرا

**تشریح:** علامہ محمد اقبال جواب شکوہ کے اس بند میں فرماتے ہیں۔ کہ جو بات دل سے نکلتی ہے۔ اس میں درد اور سوز ہوتا ہے۔ لوگوں پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اگر چہ باتوں کے پر نہیں ہوتے۔ لیکن پر تاثیر باتوں میں رفتار کی طاقت موجود ہوتی ہے۔ اور وہ اُڑ کر دینا کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتی ہیں میں اللہ کا سچا عاشق ہوں۔ اسلئے میرے عشق میں سرکشی، نافرمانی، بیباکی اور فتنہ و فساد برپا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے جو فریاد کی۔ وہ آسمان کو چیر کر آگے نکل گئی۔

پیر گردوں نے کہا سن کہ کہیں ہے کوئی!  بولے سیارے سرِ عرش بریں ہے کوئی
چاند کہتا تھا نہیں اہل زمین ہے کوئی  کہکشاں کہتی تھی پوشیدہ یہی ہے کوئی
کچھ جو سمجھا میرے شکوے کو تو رضوان سمجھا
مجھے جنت سے نکالا ہوا انسان سمجھا

**تشریح:** میری فریاد سن کر بوڑھے آسمان نے کہا۔ کہ یہاں کوئی موجود ہے۔ سیاروں نے خیال ظاہر کیا۔ کہ کوئی عرش کے آس پاس موجود ہے اور فریاد کر رہا ہے۔ چاند نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ کوئی زمینی مخلوق ہے۔ آسمان پر موجود شمالاً جنوباً سفید پٹی (کہکشاں) نے محسوس کیا۔ کہ یہاں کوئی چھپ کر بیٹھا ہے۔ مجھے جنت کے داروغہ رضوان نے پہچان لیا۔ کیونکہ میں جنت میں اس کے ساتھ زندگی گذار



چکا تھا۔ اس نے آسمان والوں کو طلع کیا۔ کہ یہ تو وہ انسان ہے۔ جو جنت سے نکالا گیا تھا۔

تھی فرشتوں کو حیرت کہ یہ آواز ہے کیا!  عرش والوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز ہے کیا
تا سر عرش بھی انسان کی تگ و تاز ہے کیا  آگئی خاک کی چٹکی کو بھی پرواز ہے کیا
غافل آداب سے سکان زمین کیسے ہیں
شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں

**تشریح:** فرشتے بھی حیران تھے۔ کہ یہ فریادی کون ہے۔ عرش والے بھی اس راز سے بے خبر تھے۔ کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ جس نے عرش پر ہنگامہ کھڑا کیا ہے اگر یہ زمین پر بسنے والا انسان ہے۔ تو وہ کیسے عرش تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ تو مٹی کا بنا ہوا پتلا ہے۔ اس کے پر بھی نہیں۔ پھر وہ کیسے پرواز کر کے اور آسمانوں کو چیر کر عرش کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس پرسکوں ماحول میں شور و غل برپا کر دیا۔ ایسا لگتا ہے۔ کہ زمین پر بسنے والا انسان بڑا بے ادب ہے۔ اور اس بستی کے باشندے شریر، گستاخ اور ادب کے اصولوں سے ناواقف ہے۔

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے  تھا جو سجود ملائک یہ وہی آدم ہے
عالم کیف ہے، دانائے رموز کم ہے  ہاں مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے
ناز ہے طاقت گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

**تشریح:** عرش والوں نے میرے نالوں پر مزید اظہار خیال کرتے ہوتے کہا۔ کہ یہ انسان اتنا گستاخ اور بے ادب ہے۔ کہ اللہ سے بھی ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ کیا یہ وہی آدم ہے۔ جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔ یہ تو نشے اور مستی کی حالت میں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ عقل و ہوش سے بے بہرہ ہے۔ اس میں عاجزی اور خاکساری کا مادہ بھی موجود نہیں۔ خدا کے روبرو کیسی عاجزی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ انسان اس سے بے خبر ہے۔ یہ انسان صرف گفتار کا غازی ہے۔ اور اپنی خطابت پر غرور رکھتا ہے۔ لیکن اس بیوقوف کو بات کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔ کہ خدا کے روبرو کیسے بات کی جاتی ہے۔

آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ تیرا  اشک بیتاب سے لبریز ہے پیمانہ تیرا

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

آسماں گیر ہوا نعرۂ مستانہ تیرا کس قدر شوخ زبان ہے دل دیوانہ تیرا
شکر شکوے کو کیا حسن ادا سے تو نے
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

**تشریح:** اقبال فرماتے ہیں۔ کہ میرے بارے میں ابھی عرش والوں کی گفتگو جاری تھی۔ کہ ایک پر ہیبت آواز نے سب کو خاموش کر دیا۔ اور مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ کہ اے انسان! تمہاری کہانی بہت الم ناک ہے۔ اور تمہاری آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔ تم نے جو مستانہ نعرہ لگایا ہے۔ وہ آسمانوں کو چیر کر عرش تک پہنچا۔ لیکن تیرے دیوانے دل نے تیرے لہجے میں گستاخی اور بے ادبی پیدا کی ہے۔ اس لئے عرش والے حیران ہو رہے ہیں۔

اے انسان! تم نے اپنی شکایت احسن طریقے سے مجھے پہنچا دی ہے۔ اور تم نے خدا اور بندے کو ہمکلام کرنے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھلائیں کسی رہرو منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جو ہر قابل ہی نہیں جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

**تشریح:** اللہ تعالیٰ نے علامہ اقبال کے نالوں کا جواب دیتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا میں کریم ہوں اور ہر وقت رحم اور فضل کرتا ہوں۔ لیکن کوئی مجھ سے رحم اور فضل طلب نہیں کرتا۔ میں کس کی راہنمائی کروں۔ جبکہ منزل کی طرف کوئی سفر کرنے والا ہی نہیں۔ عام لوگوں کی تربیت کی گئی ہے۔ سب کو پتہ کہ ہماری ذمہ داری کیا ہے۔ لیکن کوئی باصلاحیت فرد ہی موجود نہیں۔ یہ وہ مٹی نہیں۔ جس سے آدم میں آدمیت پیدا ہو جائے۔ ہم قابل اور باصلاحیت افراد کو ایران کے بادشاہوں جتنی عزت اور مرتبہ عطا کرتے ہیں اور جو لوگ نئی دنیائیں تلاش کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہم اُن کو نئی دنیا بھی عطا کرتے ہیں۔ جس طرح ہم نے کولمبس کو امریکہ عطا کیا۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

حضرت علامہ بے قراری



بتشکن اُٹھ گئے باقی جو ہیں وہ بت گر ہیں تھا ابراہیم پدر اور پسر آذر ہیں
بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
حرم کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے

**تشریح:** آج کے مسلمانوں میں قوت اور طاقت نہیں، سب بے دینی کی طرف مائل ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے اُمتی اپنے پیغمبر کی رسوائی کا باعث بن رہے ہیں۔ جو میری توحید کی خاطر لڑتے تھے۔ اور بتوں کو فاش فاش کرتے تھے۔ وہ اس دنیا سے اُٹھ گئے ہیں۔ اور جو مسلمان دنیا میں موجود ہیں۔ وہ بت بنانے والے ہیں۔ تمہارا شراب، شراب کے پیالے اور شراب کے خم وہ نہیں ہیں جو پہلے تھے۔ تم نے بیت اللہ کو پس پشت ڈال اپنے لئے نئے کعبے تلاش کر لئے ہیں۔ تم نئے خداؤں کی عبادت میں مصروف ہو۔ تم بالکل نئے اور بدلے ہوئے لوگ ہو۔ تمہارے باپ دادا کی مثال ابراہیم جیسی تھی۔ اور تم آذر ہو۔

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟ نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟ میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے
آبا و اجداد تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو۔

**تشریح:** اللہ نے اقبال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہارا یہ دعویٰ بالکل غلط اور لغو ہے۔ کہ ہم نے باطل کے خلاف لڑ کر اسے صفحۂ ہستی سے مٹایا تھا۔ اور انسانیت کو غلامی سے نجات دلائی تھی۔ تمہاری یہ بات بھی درست نہیں کہ تم نے اپنی سجدوں سے کعبے کو زینت بخشی تھی۔ اور میرے قرآن کو سینوں سے لگا کر اس کے احکامات کی پیروی کی تھی۔ یہ کارنامہ انجام دینے والے تمہارے آباؤ اجداد تھے۔ بتاؤ تم نے کیا کیا دم تو بیکار اور نکمے ہو۔ اور آئندہ کل کے منتظر رہتے ہو۔

کیا کہا؟ بہر مسلمان ہے فقط وعدۂ حور شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
عدل ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور مسلم آئین ہوا کافر تو ملے حور و قصور
تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوہ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**تشریح:** تم کس منطق کے تحت یہ کہہ رہے ہو۔ کہ کافر کو دنیا میں حوریں دی گئی ہیں۔ اور مسلمان کے ساتھ حور کا صرف وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر کوئی بے جا شکایت بھی کرتا ہے۔ تو اس اس کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ شکایت کرنے سے پہلے عقل سے کام لیکر خوب سوچ سمجھ کر شکایت کرے۔ شروع سے عدل و انصاف اس دنیا کے قانون میں شامل ہے۔ جب ہم نے دیکھا۔ کہ غیر مسلم اسلامی آئین کی پابندی کر رہے ہیں۔ تو ہم نے دنیا میں حوریں اور محلات اُنہیں عطا کر دے۔ اگر ہم ایسا نہ کرتے۔ تو یہ عدل و انصاف کے خلاف ہوتا مسلمانوں میں ایسا کوئی ہمیں نظر نہیں آتا۔ جو حوروں کا طلبگار ہو۔ کوہ طور پر میرا جلوہ اب بھی جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ لیکن تم میں وہ موسیٰ موجود نہیں جو اس جلوے کی حقیقت سے پردہ اُٹھالے۔

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے — نشہ مے کو تعلق نہیں میخانے سے
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے — پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصر نو رات ہے، دھندلا سا ستارہ تو ہے

**تشریح:** اے مسلمان! تمہارا وجود ایران کے مٹ جانے سے نہیں مٹ سکتا۔ شراب کے نشے کیلئے شراب خانے کی ضرورت نہیں۔ تو کسی خاص ملک کا وارث نہیں۔ جو اللہ کا ملک ہے وہ تمہارا ملک ہے۔ یہ بات ظالم اور اسلام دشمن تاتاریوں کی کہانی سے واضح ہوگئی ہے۔ کہ بتوں کے پوجنے والے کعبے کے نگہبان بن گئے۔ یہ تیری ذمہ داری ہے۔ کہ سمندر کے موجوں میں تو حق کی کشتی کا سہارا بنے۔ موجود زمانے میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اور تو اس اندھیرے میں ایک دھندلے ستارے کی مانند ہے۔ تو اگر چاہے تو اس رات کو روشن کر سکتا ہے۔

مثل بوقید ہے غنچے میں پریشان ہوجا — رخت بردوش ہوائے چمنستان ہوجا
ہے تنک مایہ، تو ذرے سے بیابان ہوجا — نغمۂ موج سے ہنگامہ طوفان ہوجا
قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کردے



**تشریح:** جس طرح خوشبو غنچے میں بند ہوتی ہے۔ اسی طرح تو بھی اپنے خول میں بند ہے۔ اس خول سے نکل کر منتشر ہو جاؤ۔ اور سامان سفر اپنے کاندھے پر ڈال کر چمن کی ہوا کی طرح ہر طرف چھا جاؤ۔ تو بے حیثیت نہیں اگر تو چاہے۔ تو ذرے سے بیابان بن سکتا ہے۔ موج کے ہلکے سے نغمے کو کو طوفان کے ہنگامے میں تبدیل کرو۔ یہ کام تو عشق کے زور سے کر سکتا ہے۔ اگر تیرے دل میں میرا سچا عشق ہے۔ تو تو پست کو بلند کر سکتا ہے۔ اور دنیا کو محمدؐ کے نام سے منور کر سکتا ہے۔

ہر کوئی مست کے ذوق تن آسانی ہے — تم مسلمان ہو یہ انداز مسلمانی ہے
نہ حیدری فقر ہے، نے دولت عثمانی ہے — تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے
وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

**تشریح:** اے مسلمان! تو سست، کاہل اور بیکار ہے۔ تم اپنے آپ کو کیسے مسلمان کہہ سکتے ہو۔ تمہارا طور طریقہ اور وضع قطع مسلمانوں جیسا نہیں تم میں نہ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح بے نیازی اور فقر موجود ہے۔ اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کی طرح سخاوت، تم اپنے بزرگوں کی برابری کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہو۔ جبکہ اُن کی ایک بھی عادت تم میں موجود نہیں۔ تمہارے بزرگ پکے مسلمان تھے۔ اور اقوام عالم میں سب سے زیادہ معزز تھے جبکہ تم نے قرآن کے احکامات سے روگردانی کی۔ اسلئے زمانے میں ذلیل و خوار ہوئے۔

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری — میرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تیری
ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تیری — تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تیری
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

**تشریح:** اس شعر میں اللہ تعالیٰ مسلمان کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اے مسلمان! اللہ سے سچا عشق ہی تیرا ہتھیار ہے۔ اور تو اپنی حفاظت عقل سے کر سکتا ہے۔ اے میرے فقیر بندے! تو پوری دنیا کا

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

وارث ہے۔اور تو پوری دنیا کا خلیفہ ہے۔تیری تکبیر کی آوازیں کافروں کیلئے آگ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر تو واقعی مسلمان ہے۔تو تو اپنی تدبیر سے تقدیر کو بدل سکتا ہے۔اگر تو نے اپنے پیغمبر کے نقش قدم پر چلنے کا ارادہ کیا۔تو میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔اور اس دنیا کی خلافت تو بہت معمولی شے ہے۔میں لوح وقلم کو بھی تیرے اختیار میں دے دونگا۔

## مشقی سوالات کے جوابات

### سوال 1:نظم کے مطابق مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیں؟

(الف) علامہ اقبال کی یہ نظم کس ہیئت میں لکھی گئی ہے۔

(ب) شکوہ حسن کر فرشتوں نے کن خیالات کا اظہار کیا۔

(ج) اس نظم میں موجودہ دور کے مسلمانوں کی کن کمزوریوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(د) اس نظم سے ایسے مصرعے چن کر لکھیں جن میں صنعت تلمیح کا استعمال ہو۔

(ہ) اس نظم کا نام ''جواب شکوہ'' کیوں رکھا گیا ہے۔

(و) ''بت بھی نئے'' کی تعریف کریں۔

(ز) آخری بند میں کس چیز کو مسلمان کی شمشیر کیا گیا ہے۔

(ح) اُمتی رسول اللہ کی رسوائی کا کیسے باعث بنتے ہیں۔

(ط) نبی کریمؐ سے محبت کرنے کا کیا انعام ہے۔

(ی) دنیا میں کس نام کی برکت سے روشنی کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

**جواب:**

(الف) علامہ اقبال کی یہ نظم ''مسدس'' کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔

(ب) فرشتے عرش کے آس پاس انسان کی آواز سن کر حیران ہوئے۔اُنہیں اس بات پر حیرت تھی۔کہ انسان مٹی کا بنا ہوا ہے۔اس کے پر نہیں۔پھر یہ کیسے یہاں اُڑ کر پہنچ گیا۔اس کو اللہ نے فضیلت عطا کی اور فرشتوں کو اس کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا۔رب یہ اللہ سے بھی ناراضگی کا اظہار کر رہا



ہے۔اور شوخی اور گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے۔اسے بات کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔

(ج) موجودہ دور کے مسلمان کمزور ہیں۔بے دینی کی طرف مائل ہیں۔اُن میں کوئی بت شکن نہیں۔سب بت گر ہیں۔اُن کے خیالات نئے ہیں۔اُن کا قبلہ اور کعبہ بھی نیا ہے۔

(د)

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئے دیتے ہیں — ڈھونڈنے والوں کو دینا بھی نئی دیتے ہیں
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے — پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
حیدریؓ فقر ہے کہ دولت عثمانیؓ ہے — تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

(ہ) علامہ اقبال نے جواب شکوہ سے پہلے ایک اور نظم ''شکوہ'' لکھا تھا۔جس میں اس نے اللہ سے گلے شکوے کئے تھے۔بعض کم فہم لوگوں نے علامہ کے اس نظم پر اعتراض کیا تھا۔چنانچہ جب علامہ نے اس نظم میں خدا کی طرف سے انسان کے گلے شکوؤں کا جواب دیا۔تو اس کا نام ''جواب شکوہ'' رکھا۔

(و) ''بت بھی نئے'' کا مطلب یہ ہے۔کہ موجودہ دور کے مسلمانوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے لئے نئے بت بنا رکھے ہیں۔اور خدا کی عبادت سے غافل ہو کر غیر اللہ کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا رکھا ہے۔

(ز) آخری بند میں عشق الٰہی کو مسلمان کا شمشیر کہا گیا ہے۔

(ح) مسلمان کمزور اور قوت عمل سے عاری ہیں۔بے دینی کی طرف مائل ہیں۔اسلام کے احکامات سے روگردانی کر رہے ہیں۔خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے بندے بن گئے ہیں۔اسی وجہ سے وہ اپنے پیغمبر کی رسوائی کا سبب بن رہے ہیں۔

(ط) اگر مسلمان نے نبی کریمؐ سے سچی محبت کی۔تو دنیا کی حکومت کے علاوہ اسے آسمانوں کی حکومت بھی عطا کی جائے گی۔

(ی) اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو ہدایت کی ہے۔کہ صرف اور صرف محمد ﷺ کے نام سے دنیا کو منور کیا جاسکتا ہے۔

### سوال 2:درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

مُنفِعَتْ ، مُصلِحَتْ ، رَمَضَان ، اَسْرَارْ ، سِپَرْ

سوال3: وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

کلام میں دو چیزوں کا ذکر کر کے دونوں کے درمیان فرق بتانے کو صنعت تفریق کہتے ہیں۔
اس نظم میں سے کم از کم تین ایسے اشعار تلاش کر کے لکھیں۔ جن میں صنعت تفریق موجود ہو۔

**جواب:**

مثل بوقید ہے غنچے میں، پریشاں ہوجا رفت بردوش ہوائے چمنستاں ہوجا
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو
بت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہیں بت گر ہیں تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

**سوال4: درست لفظ چن کر خالی جگہ پر کریں۔**

(الف) جواب شکوہ دراصل علامہ اقبال کے ایک اور نظم --------کا جواب ہے۔

ساقی نامہ ، خضرراہ ، شکوہ ، طلوع اسلام

(ب) آئی آواز غم انگیز ہے--------تیرا۔

افسانہ ، دیوانہ ، پیمانہ ، مے خانہ

(ج) قدسی الاصل ہے--------پہ نظر رکھتی ہے۔

دولت ، ثروت ، رفعت ، قدرت

(د) بات کرنے کا سلیقہ نہیں--------کو۔

انسانوں ، نادانوں ، دیوانوں ، حیوانوں

(ہ) عشق والے جسے کہتے ہیں--------دنیا۔

ہلالی ، سوالی ، خیالی ، بلالی

**جواب:**

(الف) جواب شکوہ دراصل علامہ اقبال کے ایک اور نظم **شکوہ** کا جواب ہے۔



(ب) آئی آواز غم انگیز ہے **افسانہ** تیرا۔

(ج) قدسی الاصل ہے **رفعت** پہ نظر رکھتی ہے۔

(د) بات کرنے کا سلیقہ نہیں **نادانوں** کو۔

(ہ) عشق والے جسے کہتے ہیں **خیالی** دنیا۔

**سوال 5: اس نظم میں سے کم از کم دس ہم قافیہ الفاظ چن کر لکھیں۔**

**جواب:**

(۱) نظر۔ گذر (۲) چالاک۔ بیباک (۳) رضوان۔ انسان (۴) تگ وتاز۔ پرواز
(۵) قابل۔ گل (۶) خوگر۔ پیغمبر (۷) بسایا۔ لگایا (۸) چھڑایا۔ لگایا (۹) دستور، قصور
(۱۰) مٹایا۔ چھڑایا

**سوال 6: اس نظم میں جو فارسی تراکیب استعمال ہوئی ہیں۔ اُن میں سے کم از کم دس تراکیب لکھیں۔**

**جواب:**

(۱) لوح وقلم (۲) دولت عثمانی (۳) نغمہ موج (۴) عصر نو (۵) یورش تاتار (۶) جلوہ طور
(۷) حور وقصور (۸) شان کئی (۹) شوخ وگستاخ (۱۰) اہل زمین

☆.....☆.....☆

نظم "بڑھے چلو"

(اختر شیرانی)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| دشت | بیابان | رگزار | ریگستان | سیل | طوفان |

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| جوئے بار | دریا کی موجیں | بحر | سمندر | کوہسار | پہاڑ |
| دلاوران | بہادر | تیغ زن | شمشیرزن | زیست | زندگی |
| لگن | شوق | بےاماں | بےامن | سعید | نیک،خوش |
| رزم گہہ | میدان جنگ | عید | خوشی | جیا | زندہ رہا |
| نثار | قربان | | | | |

## نظم کی تشریح

رُکو نہیں، جو دشت و ریگزار آئیں سامنے — بچو نہیں جو سیل و جوئبار آئیں سامنے
ہٹو نہیں، جو بحر و کوہسار آئیں سامنے — ہو راہ کتنی ہی کٹھن بڑھے چلو، بڑھے چلو

دلاورانِ تیغ زن بڑھے چلو
بہادران صف شکن بڑھے چلو

**تشریح:** اس نظم میں اختر شیرانی نے قوم کے نوجوانوں اور مجاہدوں کو مخاطب کر کے ہدایت کی ہے۔ کہ دین وملت کی حفاظت کی خاطر بیابان اور ریگستان تمہاری راہ میں حائل ہو جائیں۔ سمندر اور پہاڑ تمہارا راستہ روک لیں۔ اور ایک موجزن دریا تمہیں آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کرے۔ تو ان تمام رکاوٹوں کو زور ایمان سے ہٹا کر بڑھتے ہی چلے جاؤ۔ اے بہادر اور نڈر شمشیر زنو! اور صفوں کو توڑنے والے مجاہدو آگے ہی بڑھ کر دشمن پر ٹوٹ پڑو۔

تمہاری تیغ تیز پر وطن کو افتخار ہے — وطن کی مرگ و زیست کا تمہیں یہ انحصار ہے
تمہیں ہو جن کے دل میں اس کا عشق بے قرار ہے — لگائے دل میں اک لگن بڑھے چلو بڑھے چلو

دلاورانِ تیغ زن بڑھے چلو بڑھے چلو
بہادران صف شکن بڑھے چلو بڑھے چلو

**تشریح:** تمہارا وطن تمہارے تیز تلوار پر فخر کرتا ہے۔ ملک کی ترقی اور زوال کا انحصار تمہیں پر ہے۔ جن کے دلوں میں تو موجود ہے۔ اُن کے دل بے چین اور بے قرار ہیں۔ کیونکہ وہ تمہارے ساتھ محبت



کرتے ہیں۔ اس لئے اے بہادرو آگے بڑھو اور تلوار چلاتے ہوئے دشمن کی صفوں کو اُلٹ دو۔

اُٹھاؤ تیغ بے اماں وطن کے پاک نام پر — لٹادو عمر نوجوان وطن کے پاک نام پر
نثار کر دو اپنی جان وطن کے پاک نام پر — صدائیں دیتا ہے وطن بڑھے چلو بڑھے چلو

دلاوران تیغ زن بڑھے چلو بڑھے چلو
بہادران صف شکن بڑھے چلو بڑھے چلو

**تشریح:** دشمن کے امن وامان میں خلل ڈالنے والی شمشیر ہاتھوں میں لیکر وطن کی حفاظت کرو۔ اور وطن کیلئے نوجوانی کی عمر لٹادو۔ اپنے وطن پر اپنی جان قربان کر دو۔ کیونکہ وطن تمہیں پکار رہا ہے۔ تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھو۔ اور دشمن کی صفیں اُلٹ دو۔

سپاہیانہ زندگی جو قسمت سعید ہے — تو ازم گہہ کہ موت بھی سپاہیانہ عید ہے
جیا تو فخر قوم ہے مرا تو وہ شہید ہے — سروں سے باندھ کر کفن بڑھے چلو

دلاوران تیغ زن بڑھے چلو بڑھے چلو
بہادران صف شکن بڑھے چلو بڑھے چلو

**تشریح:** مجاہد خوش قسمت ہوتا ہے۔ جس دن وہ میدان جنگ میں شہید ہو جاتا ہے۔ وہ دن اس کیلئے عید سے کم نہیں ہوتا۔ اگر وہ میدان جنگ سے زندہ وسلامت واپس آجائے۔ تو وہ قوم کا ہیرو ہوتا ہے۔ اور قوم اس پر فخر کرتی ہے۔ اور مر جائے۔ تو شہید کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسلئے اپنے سروں پر کفن باندھ کر آگے بڑھو۔ اور اپنی تلوار سے دشمن کی صفوں کو تہس نہس کر دو۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: نظم کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔**

(الف) وطن کے نام پر کن چیزوں کو قربان کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

(ب) اس نظم کا مرکزی خیال تحریر کریں۔

(ج) پہلے بند میں کن کن مشکلات کے باوجود آگے بڑھنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

(د) وطن کی ترقی وتنزی کا انحصار کس چیز پر بیان کیا گیا ہے۔

(ہ) ''سروں پر کفن باندھنے'' سے کیا مراد ہے۔

**جوابات:**

(الف) وطن کے نام پر شاعر نے نوجوانی کی عمر اور اپنی جان قربان کرنے کی تلقین کی ہے۔

(ب) اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے۔ کہ قربانی کے بغیر وطن کی حفاظت اور ترقی ناممکن ہے۔

(ج) شاعر کہتا ہے۔ کہ دشت و ریگستان، طوفانی دریا، سمندر اور پہاڑ بھی وطن کی حفاظت کرتے ہوئے راستے میں رُکاوٹ بن جائیں۔ تو ان کو بھی اپنے زور ایمانی سے پار کر کے آگے بڑھو۔

(د) شاعر کہتا ہے۔ کہ وطن کی ترقی اور تنزلی کا انحصار مجاہدوں اور نوجوانوں کی قربانی کے جذبے پر ہے۔

(ہ) ''سروں پر کفن باندھنے'' سے مراد یہ ہے۔ کہ مجاہد ہر وقت جان قربان کیلئے تیار ہو۔

**سوال 2: مندرجہ زیل مرکبات کا مفہوم واضح کریں۔**

سیل و جوئبار ، مرگ و زیست ، تیغ بے اماں ، قسمت سعید ، فخر قوم ، تیغ زن

رزم گاہ ، صف شکن

**جواب:**

سیل و جوئبار: طوفانی اور موجزن دریا

مرگ و زیست: موت اور زندگی

تیغ بے اماں: وہ تلوار جو دشمن کے امن کو تہہ و بالا کر دے۔

قسمت سعید: خوش قسمتی

فخر قوم: قوم کے ہیرو مراد غازی مجاہد

تیغ زن: لڑنے والے مجاہد۔

رزم گاہ: میدان جنگ



(ج) شاعر نے ستاروں ڈرپوک اسلئے کہا ہے۔ کہ وہ تنہا نکلنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ بے شمار ٹولیوں کی صورت چاند کی معیت میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔

(د) آزاد نظم عروض اور قافیے کی پابندی سے آزاد ہوتی ہے۔ ان کے مصرعے کبھی چھوٹے اور کبھی بڑے ہوتے ہیں۔ تاہم یہ وزن بحر سے آزاد نہیں ہوتا۔ جبکہ معریٰ نظم میں مصرعوں کے ارکان کی تعداد ہمارے اپنے عروضی نظام کے مطابق برابر ہوتی ہے۔ مگر لازماً قافیے کی پابندی نہیں ہوتی۔ اور ردیف بھی نہیں ہوتا۔ آزاد نظم کو انگریزی میں فری ورس (Free verse) اور معریٰ نظم کو بینک ورس (Bank verse) کہا جاتا ہے۔

(ہ) دن کو نکلنے والا ستارہ یعنی سورج روشنی کے ہتھیاروں سے مسلح ہوتا ہے۔ سنہرا گرز ہاتھ میں لیکر بہادر سورما کی طرف آگے ہی آگے بڑھتا ہے۔ غم اور خوشی کی تمام سرحدوں کو پھلانگتا ہوا اپنے منزل مقصود کی طرف بڑھتا ہے۔

☆.....☆.....☆

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

# حصہ غزل بمعہ مشقی سوالات

## "غزل"

(علامہ محمد اقبال)

### مشکل الفاظ اور معانی:

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| ظلمت | اندھیرا | مکین | رہنے والا | مجنون | لیلیٰ کا عاشق |
| محمل | ڈولی | وصل | دیدار | ناخدا | ملاح |
| سفینہ | کشتی | شمع کشتہ | بجھا ہوا شمع | معرج نفس | سانس کی موج |
| اہل دل | اللہ والے لوگ | خرقہ پوش | درویش، فقیر | ید بیضا | چمکتا ہوا ہاتھ |
| مے | شراب | آبگینہ | شیشہ | چرچا | شہرت |
| باریک بین | نکتہ چین | قرینہ | طریقہ | نکتہ چین | اعتراض کرنا |

### اشعار کی تشریح

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

**تشریح:** اقبال کہتا ہے۔ میں رب کائنات کو آسمانوں اور زمینوں میں تلاش کر رہا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ اللہ کا کوئی خاص گھر اور ٹھکانہ ہوگا۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ کیونکہ جب میں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ اللہ کا گھر تو میرا دل ہے۔ اور وہ میرے دل کے اندھیروں میں رہتا ہے۔

کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنون
کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں



**تشریح:** مجنون سے مخاطب ہو کر اقبال کہتا ہے۔ کہ تو لیلیٰ سے یہ گلا کیوں کرتا ہے۔ کہ لیلیٰ مجھ سے پردہ کرتی ہے۔ اور ڈولی میں بند بیٹھی ہے۔ تمہارا یہ گلہ درست نہیں۔ کیونکہ تم خود بھی آباد بستیوں سے دور صحراؤں میں تنہا بھٹکتے پھرتے ہو۔ اور کسی کو اپنا صورت نہیں دکھاتے۔ یہ شعر اُن لوگوں کے بارے میں ہے۔ جو تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور خدا کی عشق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور مخلوق خدا سے میل جول نہیں رکھتے۔

مہینے وصل کی گھڑیوں کی صورت اُڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدا کی گذرتی ہیں مہینوں میں

**تشریح:** اقبال کہتا ہے۔ کہ سچے عاشق اپنے محبوب کی دیدار سے سیر نہیں ہوتے محبوب کے دیدار کے دوران مہینے بھی گذر جائیں وہ اُن کیلئے ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہوتے۔ جبکہ اپنے محبوب سے جدائی کی ایک گھڑی اسے مہینوں سے زیادہ طویل لگتی ہے۔

مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

**تشریح:** اے سمندر میں کشتی چلانے والے ملاح! تو مجھے ڈوبنے سے نہیں بچا سکتا۔ جن لوگوں کے مقدر میں ڈوبنا اور سمندر میں غرق ہونا لکھا ہے۔ اس کو ڈوبنے سے تمہاری کشتی نہیں بچا سکتی۔ وہ کشتی سمیت ڈوبیں گے۔ اور بچیں گے نہیں۔ سلئے تمہاری یہ کوشش بے سود ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس اُن کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

**تشریح:** اقبال کہتا ہے۔ کہ اس دنیا میں اللہ کے ایسے سچے عاشق موجود ہیں۔ جن کی سانس میں اتنی حدت اور گرمی ہے۔ کہ اگر وہ موم بتی کو پھونک ماریں۔ تو اُن کی سانس کی گرمی سے شمع جل اُٹھتی ہے۔ اقبال خدا سے سوال کر رہا ہے۔ کہ یا اللہ! یہ کونسی قوت ہے۔ جو اُن کے سینوں میں موجود ہے۔ اقبال کا اشارہ عشق الٰہی کیطرف ہے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ اُن کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں کرتے ہوئے

**تشریح:** اس شعر میں علامہ خدا مست درویشوں کا ذکر کہتا ہے۔ کہ پھٹے پرانے کپڑے اور گدڑیاں اوڑھے فقیروں اور درویشوں سے اگر تمہیں عقیدت ہے۔ اور اُن کو سمجھنا چاہتے ہو۔ تو اُن کے پاس کچھ وقت گذار کر دیکھو۔ موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور اس جیسے دیگر معجزے عطا کئے گئے تھے۔ وہ تمام معجزے ان درویشوں کو بھی دیئے گئے ہیں۔ اور اُنکی آستینوں میں اُنکے ہاتھ جگ مگ جگ مگ کر رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ رسول اللہ کا امتی اگر اللہ کا سچا عاشق بن جائے۔ تو وہ پیغمبر کے درجے تک پہنچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض پیغمبروں نے موسیٰ سمیت یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ کاش! ہم نبی آخر زمانؐ کے امتی ہوتے۔

محبت کیلئے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

**تشریح:** عشق و محبت ایک ایسا جذبہ ہے۔ جو کسی سخت دل میں نہیں سما سکتا۔ اس کے لئے ایسے نرم دل کی ضرورت ہے۔ جو آئینے کی طرح نازک اور ٹوٹنے والا ہو۔ کیونکہ عشق کی مثال شراب کی سی ہے۔ عشق میں بھی نشہ اور شراب میں بھی نشہ ہوتا ہے۔ عاشق بھی اپنے حال میں مست ہوتا ہے۔ اور شرابی بھی۔ چونکہ شراب کو لوگ شیشے کے نازک برتنوں میں سنبھال کے رکھتے ہیں۔ اسلئے عشق کی حفاظت کیلئے بھی نرم اور نازک دل کی ضرورت ہے۔ سنگدل شخص کے دل میں عشق نہیں ہوتا۔

نمایاں ہو کے دکھلادے کبھی اُن کو جمال اپنا
بہت مدت سے چرچے ہیں تیرے باریک بینوں میں

**تشریح:** اقبال کہتا ہے۔ کہ دنیا کے بڑے بڑے سکالروں اور دانشوروں نے خدا کے وجود پر بحث کی ہے۔ اور یہ بحث اب بھی جاری ہے۔ وہ اللہ کی ذات کے بارے میں گومگو اور شک و شبے میں مبتلا ہیں اقبال خدا سے کہتا ہے۔ کہ یا اللہ! جس طرح تو نے مجھے بصیرت عطا کی ہے۔ اور اس بصیرت کی وجہ سے میں نے تیرے جمال کا مشاہدہ کیا ہے۔ تو ان دانشوروں اور باریک بین لوگوں کو بھی بصیرت عطا کر۔



تا کہ وہ تیرے جمال کا مشاہدہ کر کے گومگو کی حالت سے نکل سکیں۔ اور دہریت سے بچ جائیں۔

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

**تشریح:** اقبال کہتا ہے۔ کہ محبت کا پہلا اصول یہ ہے۔ کہ عاشق اپنے محبوب کے آگے خاموش کھڑا رہے اور اس کی حرکات و سکنات مودبانہ ہوں۔ اسلئے وہ اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ اے دل! تو محبوب کے روبرو کیوں چلاتا اور آہ و زاری کرتا ہے۔ چلانا اور شور مچانا بے ادبی ہے۔ اس حرکت سے تمہیں عاشقوں کی فہرست سے خارج بھی کیا جا سکتا ہے۔ محبوب کے آگے ہر دم عاجزی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ تا کہ اس کو تم پر رحم آجائے۔ اور اس کے دل میں تمہارے لیے ہمدردی پیدا ہو جائے۔ شور مچا کر اور چیخ چیخ کر تو محبوب کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس حرکت سے تمہارا شمار گستاخوں میں کیا جائے گا۔

برا سمجھوں اُنہیں، مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چینوں میں

**تشریح:** اس غزل کے آخری شعر میں اقبال نے اُن لوگوں کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو اقبال کے بدخواہ تھے۔ اور جن کا خیال تھا۔ کہ اقبال اُن سے نفرت کرتا ہے۔ اُن سے مخاطب ہو کر اقبال کہتا ہے۔ کہ میری نظروں میں ایک شخص بھی برا نہیں۔ مجھے تمام لوگوں سے محبت ہے۔ اور میں ہر ایک کو اپنے آپ سے اچھا اور برتر سمجھتا ہوں۔ میں دوسرے لوگوں پر نکتہ چینی کیسے کر سکتا ہوں۔ اور اُن کو برا کیسے کہہ سکتا ہوں۔ میں تو خود اپنا نکتہ چین ہوں۔ مجھ میں خود ڈھیر ساری خرابیاں ہیں۔ اور جو خود بُرا ہو۔ وہ دوسروں کو برا کیسے کہہ سکتا ہے۔ اسلئے بعض لوگوں کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے۔ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اقبال اُن سے نفرت کرتا ہے۔ اور انہیں برا سمجھتا ہے۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔**

(الف) شاعر زمین و آسمان میں کیا ڈھونڈتا ہے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

(ب) وصل کا وقت جلد کیوں بیت جاتا ہے۔

(ج) اہل دل سے کون لوگ مراد ہیں۔

(د) محبت کا اولین درس کونسا ہے۔

(ہ) خود پر نکتہ چینی کا کیا مطلب ہے۔

(و) ید بیضا کی وضاحت کریں۔

**جواب:**

(الف) شاعر علامہ اقبال آسمان میں خدا کو تلاش کرتا ہے۔

(ب) وصل کا وقت عاشق کیلئے خوشی اور مسرت کے لمحات ہوتے ہیں۔ اور خوشی اور مسرت کے دوران کسی کو وقت کا احساس نہیں ہوتا۔ ایک مہینہ ایک گھڑی سے زیادہ محسوس نہیں ہوتا۔

(ج) اہل دل سے وہ لوگ مراد ہیں۔ وہ اللہ کے سچے عاشق ہیں۔

(د) محبت کا اولین درس ادب ہے۔ محبوب کے آگے مودب اور خاموش رہنا محبت کا پہلا اصول ہے۔

(ہ) خود پر نکتہ چینی سے اقبال کا مطلب یہ ہے۔ کہ میں خود اپنے آپ کو برا سمجھتا ہوں۔ اور مجھ میں بھی ڈھیر ساری خرابیاں ہیں۔

(و) ''ید بیضا'' اس معجزے کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو عطا کیا تھا۔ جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا۔ تو وہ سورج کی طرح چمکتا۔ ید ہاتھ کو کہتے ہیں۔ اور بیضا روشن یعنی روشن ہاتھ۔

**سوال 2: اس غزل کے قوافی لکھیں۔**

**جواب:** زمینوں۔ مکینوں، نشینوں، مہینوں، سفینوں، سینوں، آستینوں، آبگینوں، باریک بینوں، قرینوں، نکتہ چینوں۔

**سوال 3: اس غزل میں صنعت تضاد پائی جاتی ہے۔ صنعت تضاد کی تعریف کریں۔ اور مثالیں دیں۔ مندرجہ ذیل شعر میں اسکی نشاندہی کریں۔**



**جواب:** مہینے وصل کی گھڑیوں کی صورت اُڑتی جاتی ہیں مگر گھڑیاں جدائی کی گذرتی ہیں مہینوں میں

**جواب: صنعت تضاد:** کلام میں دو یا دو سے زیادہ ایسے الفاظ لانا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مثلاً خوشی اور غم، دن اور رات وغیرہ مندرجہ بالا شعر میں وصل اور جدائی دونوں کا ذکر موجود ہے۔ وصل اور جدائی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

**سوال 4: درج ذیل الفاظ معنی لکھیں۔**

**جواب:** نکتہ چین: کسی میں برائی تلاش کرنے والا

**ید بیضا:** روشن ہاتھ۔ یہ معجزہ تھا۔ جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔

**باریک بین:** نکتہ چین، دانشور، سکالر

**محمل نشین:** چھپا ہوا، پوشیدہ، ڈولی میں بیٹھا ہوا

**ارادت:** عقیدت، محبت

**سوال 5:**

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

کلام میں ایسے الفاظ جو املا کے لحاظ سے تو ایک جیسے ہوں مگر دونوں کا مطلب جدا ہو۔ تجنیس تام کہلاتا ہے اوپر دیئے گئے شعر میں تجنیس تام کی نشاندہی کریں۔ اور کوئی سے دو ایسے اشعار لکھیں۔ جس میں صنعت تجنیس تام کا استعمال ہو۔

**جواب:**

اوپر دیئے گئے شعر میں ''میں'' تجنیس تام ہے۔ ایک ''میں'' کا مطلب اپنی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ آسمانوں اور زمینوں کے بعد جس ''میں'' کا استعمال ہوا ہے۔ اسے حرف جار کہتے ہیں۔ جو اسم کو فعل یا مشابہ فعل سے ملاتا ہے۔ تجنیس تام کی دو مثالیں۔

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے کون رہا کون رہا ہوگیا

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

دا زہ خاطر سنا د خاطر دبارہ

پہ خپل خاطر د غم لمبے تیروم

☆.....☆.....☆

## "غزل"

(فیض احمد فیض)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| ہجر | جدائی | دل والے | عاشق لوگ | کوچہ جاناں | محبوب کی گلی |
| دھج | شان وشوکت | مقتل | قتل گاہ | آنی جانی | فانی، عارضی |
| میدان وفا | عشق کا میدان | دربار | بادشاہ کا محل | نام ونسب | خاندان |
| بازی | کھیل | مات | ہار، شکست | | |

### اشعار کی تشریح

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں

صد شکر کہ اپنی راتوں میں اب ہجر کی کوئی رات نہیں

**تشریح:** شاعر کو اپنے محبوب کا دیدار حاصل ہے۔ جس کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اے میرے محبوب! تو میرے ساتھ میری یادوں میں ہر وقت موجود ہے۔ میرا ہاتھ ہر وقت تمہارے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ میں ہر وقت اپنے آپ کو آپ کے قریب محسوس کرتا ہوں۔ اسلئے میں اس بات پر اللہ کا صد بار شکر ادا کرتا ہو۔ کہ محبوب کے تصور سے میری راتیں اچھی گزرتی ہیں۔ اور جدائی کی کوئی رات میری زندگی میں نہیں۔ ہے۔ شاعر محبوب کا دیدار چشم تصور سے کرتا ہے۔ اور مطمئن ہے۔

مشکل ہیں اگر حالات وہاں، بچ آئیں جان بچ آئیں

دل والو! کوچۂ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں



**تشریح:** لوگ کہتے ہیں۔ کہ محبوب کی گلی میں جانا بہت خطرناک ہے۔ وہاں ہر طرف خطرہ ہے۔ اور جو وہاں جاتا ہے۔ مصیبتوں اور مشکلات میں گھر جاتا ہے۔ شاعر یہ سن کر کہتا ہے۔ کہ اے عشق کا دعویٰ کرنے والو! اگر کوئی اپنی جان کی بھی پروانہ کرے۔ اور دل کو بھی محبوب پر نثار کرنے کا ارادہ کر کے محبوب کی گلی میں داخل ہو جائے۔ تو کیا اس سے بھی مشکل حالات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ شاعر کہنا چاہتا ہے۔ کہ عشق میں مشکلات اور حوادث سے گھبرانا سچے عاشق کی نشانی نہیں ہے۔ اُن لوگوں کا عشق جھوٹا ہے۔ جو مشکلات سے بھی بچنا چاہتے ہیں۔ اور عشق کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی تو کوئی بات نہیں

**تشریح:** اس عاشق کی شان، مرتبہ اور عزت باقی رہتا ہے۔ جو بے خوف اور آن بان سے قتل گاہ کیطرف جا کر اپنی جان اپنے محبوب پر قربان کر لیتا ہے۔ یہ زندگی تو فانی اور چند روزہ ہے۔ اس کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ایک دن تو ویسے بھی مرنا ہے۔ اگر سچے عشق کی خاطر جان کی قربانی دینی پڑے۔ تو یہ سودا مہنگا نہیں۔

میدان وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں

عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

**تشریح:** اس شعر میں شاعر کہتا ہے۔ کہ عشق کسی کی ذات نہیں۔ جہاں لوگوں کو اُن کے نام ونسب اور خاندان کے مطابق درجہ اور عزت ملتی ہے۔

عشق کیلئے ایک نازک دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ہر انسان کے جسم میں موجود ہے۔ بلال حبشی اور ہاشمی ابوجہل میں کوئی فرق نہیں۔ عشق کا تعلق کسی کی ذات برادری سے نہیں۔ یہ عطیۂ خداوندی ہے۔ اسی کی وجہ سے بلال حبشی "سیدنا" کا خطاب ملتا ہے۔ اور عالی نسب قریشی اور ہاشمی "ابوجہل" اور "علیہ العنت" پکارا جاتا ہے۔

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

**تشریح:** اگر تیرا عشق سچا ہے۔اور تو نے عشق کی بازی لگانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔تو بغیر کسی خوف وخطر کے بازی لگانے میں دیر نہ کرو۔اگر تم یہ بازی جیت کر کامیاب ہوگئے۔اور محبوب مل گیا۔تو پھر مزے ہی مزے ہیں۔اور اگر اس کھیل میں تم نے شکست کھائی۔اور جان سے گذر گئے۔تو یہ بھی جیت ہے۔اسے ہار نہیں کہا جاسکتا۔ہار کر بھی تیری شان سلامت رہے گی۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1:غزل کے قوافی لکھیں۔**

**جواب:** ہاتھ،رات،حالات،بات،ذات اور مات غزل کے قوافی ہیں۔

**سوال 2:کوچہ جانان،میدانِ وفا، اور نام و نسب کونسے مرکبات ھیں۔**

**جواب:** کوچہ جانان مرکب اضافی ہے۔

میدانِ وفا مرکب اضافی ہے۔

نام ونسب مرکب عطفی ہے۔

**سوال 3:اس غزل کے حروف عطف، حروف اضافی اور حروف جار لکھیں۔**

**جواب:**

**حروف عطف:** اس غزل کے حروف عطف نام ونسب ہے۔

**حروف اضافی:** کوچۂ جانان،میدانِ وفا،عشق کی بازی،ہجر کی رات

**حروف جار:** میں،سے،حروف جار ہیں۔

**سوال 4:اس غزل نے کس شعر میں صنعت تضاد موجود ھے۔**

**جواب:** اس غزل کے مندرجہ ذیل شعر میں صنعت تضاد موجود ہے۔

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگادو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں (جیت۔ہار)

**سوال 5:غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں۔**



(الف) پہلے شعر میں کس بات پر شکر کا اظہار کیا گیا ہے۔

(ب) دل بیچنے سے کیا مراد ہے۔

(ج) تیسرے شعر کے مطابق کس انداز کو دوام حاصل ہے۔

(د) میدان وفا اور عام زندگی میں کونسی چیز مشترک نہیں ہے۔

(ہ) عشق میں جیت اور ہار کو ایک جیسا مقام کیوں دیا گیا ہے۔

**جواب:**

(الف) پہلے شعر میں شاعر نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔کہ چشم تصور سے محبوب کا دیدار ہر وقت کرتا رہتا ہے۔اس کی یاد دل سے محو نہیں ہوتی۔اور وہ اپنی راتوں کو جدائی کی راتیں نہیں کہتا۔

(ب) دل بیچنے سے شاعر کی مراد دل قربان کرنا ہے۔

(ج) جو لوگ سچے عشق کی خاطر اپنی جان قربان کردیتے ہیں۔تو وہ دائمی زندگی کی مسرتیں حاصل کرلیتا ہے۔

(د) میدان وفا میں نام ونسب اور خاندان مشترک نہیں۔

(ہ) اگر عشق میں کوئی جیت جاتا ہے۔تو یہ بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔اور جو ہار جاتا ہے۔اس کی یہ ہار اور شکست بھی شکست نہیں ہوتی بلکہ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔اور لوگ اس کی قربانی کو یاد کرتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

# غزل

(احمد ندیم قاسمی)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| سایۂ ابر | بادل کا سایہ | صحرا | بیابان | چارہ ساز | مددگار |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

## اشعار کی تشریح

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مرجاؤنگا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤنگا

**تشریح:** شاعر موت کو فنا کی علامت خیال نہیں کرتے۔ وہ اس بات کے مخالف ہیں۔ کہ موت سے انسان زندگی ختم ہوجاتی ہے۔ اس شعر میں وہ کہتا ہے۔ اُن لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ موت سے انسان مرکز فنا ہوجاتا ہے۔ میں ایک دریا ہوں۔ جب دریا سمندر میں پہنچ کر اس کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ تو بظاہر اس کا وجود ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو اس کا وجود ایک بڑے اور وسیع و عریض سمندر کا حصہ بن محفوظ و مامون ہوجاتا ہے۔

تیرا در چھوڑ کے میں اور کدھر جاؤنگا
گھر میں گھر جاؤنگا صحرا میں اتر جاؤنگا

**تشریح:** شاعر کہتا ہے۔ کہ اے میرے محبوب! تیرے دروازے پر پڑے رہنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ میں تیرے در کو نہیں چھوڑ سکتا اگر تیرا در مجھ سے چھوٹ گیا۔ تو یا تو میں اپنے گھر میں اپنے آپ کو قید کردوں گا یا صحرا میں نکل کر اپنے آپ کو گم کردوں گا۔

تیرے پہلو سے جو اُٹھوں گا تو مشکل یہ ہے
صرف اک شخص کو پاؤں گا جدھر جاؤنگا

**تشریح:** شاعر کہتا ہے اے میرے محبوب! تیرے پہلو سے اُٹھ کر اور تجھے چھوڑ کر میں کہیں اور کیسے جا سکتا ہوں کیونکہ تیرا دیدار ہی میرا پہلا اور آخری مقصد ہے۔ اگر میں تجھ سے دور رہا تو میں پھر تیرے پاس آنے کی کوشش کروں گا اور تجھے ہی پانے کی آرزو کروں گا۔ اس لیے تیرے پہلو سے اُٹھ کر میں اپنے آپ کو مشکل میں کیوں ڈال دوں۔

اب تیرے شہر میں آؤں گا مسافر کی طرح
سایۂ ابر کی مانند گزر جاؤنگا



**تشریح:** جس شہر میں شاعر کا محبوب رہتا تھا۔ اب وہ وہاں موجود نہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ اے میرے محبوب! میں تیری خاطر تیرے شہر آیا کرتا تھا اور یہاں صرف تیرے لیے قیام کرتا تھا۔ اب اگر اتفاقاً میں یہاں آ بھی جاؤں تو تیرے شہر میں میری مثال ایک مسافر کی سی ہوگی کیونکہ میں تیرے سوا یہاں کسی کو نہیں جانتا۔ اس لیے بادل کے سائے کی طرح آگے گزرنے کی کوشش کروں گا۔

تیرا پیمان وفا راہ کی دیوار بنا
ورنہ سوچا تھا کہ جب چاہوں گا مر جاؤنگا

**تشریح:** شاعر نے محبوب کے ساتھ ایک ساتھ جینے اور ایک ساتھ مرنے کا وعدہ کیا ہے۔ کہتا ہے کہ ہم دونوں کے درمیان وفا نبھانے کا جو وعدہ ہوا تھا اب وہ میرے ارادے میں ایک رکاوٹ بن گیا ہے ورنہ میں نے سوچا تھا کہ میں اپنی مرضی سے جب چاہوں گا مروں گا ورنہ زندہ رہوں گا لیکن اب میں اپنی مرضی کے بغیر بے وقت مرنا چاہتا ہوں اور تیرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں۔

چارہ سازوں سے الگ ہے میرا معیار کہ میں
زخم کھاؤں گا تو کچھ اور سنور جاؤنگا

**تشریح:** شاعر کہتا ہے کہ طبیبوں اور معالجوں کے معیار سے میرا معیار بالکل مختلف ہے۔ وہ زخموں کا علاج کر کے اسے ٹھیک کرتے ہیں لیکن میں مزید زخم کھا کر اپنے آپ کو بہتر، صحت منداور ٹھیک ٹھاک محسوس کرتا ہے اس لیے میرے زخموں کے علاج کی کوئی ضرورت نہیں۔

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤنگا

**تشریح:** شاعر اس شعر میں کہتا ہے کہ اے ندیم! جس طرح رات کو شمع جلتی ہے اور صبح تک بالآخر ختم ہو کر بجھ جاتی ہے۔ میں بھی شمع کی طرح اپنے آپ کو جلا رہا ہوں لیکن مجھے اپنے بجھنے اور ختم ہونے کا کوئی غم نہیں کیونکہ میرے مرنے کے بعد ایک نئی صبح نمودار ہوگی جو مخلوق خدا کے لیے خوشی اور مسرت کی نوید ہوگی۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: اس غزل کا مطلع اور مقطع لکھ کر اس کی تشریح کریں۔**

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**جواب:** اس غزل کا پہلا شعر مطلع ہے۔اور آخری شعر مقطع ہے۔ان دونوں کی تشریح اوپر ملاحظہ کریں۔

**سوال 2: اس غزل کے قوافی لکھیں۔**

**جواب:** اس غزل کے قوافی درج ذیل ہیں۔

مر، اُتر، بکھر، جدھر، گزر، مر، سنور، کر

**سوال 3: اس شعر کی تشریح کریں۔**

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا

**جواب:** اس شعر کی تشریح اوپر دیکھئے۔

**سوال 4:** تیرا در چھوڑ کے میں اور کدھر جاؤں گا گھر میں گھر جاؤں گا صحرا میں بکھر جاؤں گا

وہ الفاظ جو تحریر میں بالکل یکساں ہو۔لیکن اعراب اور تلفظ میں فرق ہو۔تجنیس محرف کہلاتے ہیں۔درج بالا شعر میں لفظ ''میں''، تجنیس محرف ہے دو ایسے اشعار لکھیں۔جن میں تجنیس محرف ہو۔

**جواب:**

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے
کون رَہا کون رِہا ہوگیا (رَہا۔رِہا)

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبہ دل
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے (بَن۔بَن)

**سوال 5: غزل کے آخری شعر میں تشبیہ استعمال ہوتی ہے۔ اس کے ارکان تشبیہ بیان کریں۔**

**جواب:** ارکان تشبیہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ (۳) وجہ شبہ یا غرض تشبیہ (۴) حرف تشبیہ

**شعر:**

زندگی شمع کی مانند جلتا ہوں ندیم بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا

مندرجہ بالا شعر میں ''ندیم کی زندگی'' مشبہ



| | |
|---|---|
| شمع | مشبہ بہ |
| جلنا | وجہ شبہ یا غرض تشبیہ |
| مانند | حرف تشبیہ |

**سوال 6: غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں۔**

(الف) شاعر نے اپنے لئے کون سا استعارہ استعمال کیا ہے۔

(ب) صحرا میں بکھرنے سے کیا مراد ہے۔

(ج) تیسرے شعر میں شخص کا لفظ کس کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(د) شاعر کی موت میں کونسی چیز حائل ہے۔

(ہ) زخم کھا کر سنورنے سے کیا مراد ہے۔

**جواب:**

(الف) شاعر نے اپنے لئے ''دریا'' کا استعارہ استعمال کیا ہے۔

(ب) صحرا میں بکھرنے سے مراد اپنے آپ کو گم کرنا اور آبادی سے قطع تعلق کرنا ہے۔

(ج) تیسرے شعر میں ''شخص'' سے شاعر کی مراد ''محبوب'' ہے۔

(د) شاعر کی موت میں ''محبوب سے کیا ہوا وعدہ'' حائل ہے۔

(ہ) زخم کھا کر سنورنے سے مراد یہ ہے۔کہ جب محبوب اپنی پلکوں کے تیروں سے ندیم کے دل کو زخمی کرتا ہے۔تو اسے اور بھی لطف اور سرور حاصل ہوتا ہے۔

☆.....☆.....☆

## غزل

(ناصر کاظمی)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| قرب | دیدار، وصل | چھبن | ہلکا سا درد | گزرگاہ | راستہ |

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| عارض | رخسار | لب | ہونٹ | ماضی | گذرا ہوا زمانہ |
| دیار | ممالک، شہر | احباب | دوست | چراغان | تیز روشنی |

## اشعار کی تشریح

سفر منزل شب یاد نہیں
لوگ رخصت ہوئے کب یاد نہیں

**تشریح:** اس شعر میں ناصر کاظمی اپنے دوستوں اور اُن ہمدردی کو یاد کرتے ہیں۔ جو اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ کہتے ہیں۔ جو لوگ تاریک اندھیروں کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ اور جو مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اُن کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کب اور کیسے رخصت ہوئے۔

اولین قرب کی سرشاری میں
کتنے ارمان تھے جواب یاد نہیں

**تشریح:** شاعر کہتا ہے۔ جب مجھے پہلی بار محبوب کا دیدار نصیب ہوا۔ تو میرے دل میں بے شمار ارمان موجود تھے میں خوشی سے مست ہو رہا تھا۔ مجھے محبوب کے قرب کے سوا کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ اس سرخوشی اور سرشاری کے دوران جو ارمان میرے دل میں موجود تھے۔ میں اُن ارمانوں کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں۔ کہ وہ کیا تھے۔

دل میں ہر وقت چبھن رہتی تھی
تھی مجھے کس کی طلب یاد نہیں

**تشریح:** شاعر کو محبوب کے دیدار کی طلب تھی۔ لیکن تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہر وقت میرے دل میں ایک ہلکا سا درد رہتا تھا۔ جو مجھے بیقرار رکھتا تھا۔ میں کسی شخص سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن معلوم نہیں وہ کون تھا۔ جسے میں چاہتا تھا۔

وہ ستارہ تھی، کہ شبنم تھی کہ پھول
ایک صورت تھی عجب یاد نہیں

**تشریح:** وہ ستارے کی طرح حسین تھی، شبنم کی طرح اس کا قرب آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرتا تھا۔ اور



پھول کی طرح نرم و نازل تھی۔ وہ عجیب و غریب شکل و صورت کی مالک تھی۔ لیکن اس صورت کے خدوخال اب مجھے یاد نہیں۔ اس شعر میں بھی شاعر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہے۔

کیسی ویران ہے گزرگاہ خیال
جب سے وہ عارض و لب یاد نہیں

**تشریح:** شاعر کہتا ہے۔ کہ جس دن سے محبوب کے نرم و نازک ہونٹ اور گلابی رخسار میں بھول چکا ہوں۔ اسی دن سے میرے خیالوں کے راستے ویران اور سنسان ہو گئے ہیں۔ اور میرے خیالوں کی دنیا میں کوئی رنگینی نہیں۔

بھولتے جاتے ہیں ماضی کے دیار
یاد آئیں بھی تو اب یاد نہیں

**تشریح:** ماضی میں میں نے جن علاقوں، ملکوں اور شہروں کی سیر کی تھی۔ اور وہاں زندگی کے دن گذارے تھے۔ ان کو اگر میں یاد کرنے کی کوشش بھی کروں۔ تو مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ کونسے اور کیسے مقامات تھے۔ اس کی تمام یادیں اب میرے ذہن سے محو ہو چکی ہیں۔

رشتۂ جان تھا کبھی جس کا خیال
اس کی صورت بھی تو اب یاد نہیں

**تشریح:** شاعر اس شعر میں بھی تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہے۔ کہتا ہے۔ میں جس کے خیالوں میں ہمیشہ کھویا رہتا تھا۔ اور اس کا تصور ہی میری زندگی تھی۔ اور جس کی حسین یادیں میرے دل اور جان کو تروتازہ رکھتی تھی۔ اب اس شخص کی صورت بھی مجھے یاد نہیں۔ کہ وہ کیسی شکل و صورت والا شخص تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ احباب کو ہم
یاد ہی کب تھے کہ اب یاد نہیں

**تشریح:** اس شعر میں ناصر کاظمی نے اپنے دوستوں سے گلہ کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس آخری عمر میں دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ وہ نہ مجھے یاد کرتے ہیں۔ اور نہ میری خیریت دریافت کرتے ہیں۔ میں حقیقت بتاؤں۔ تو میرے دوستوں نے بہت پہلے مجھ سے قطع تعلق کیا ہے۔ یہ اب کی نہیں بہت پہلے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

کی بات ہے۔

یاد ہے سیر چراغان ناصر
دل کے بجھنے کا سبب یاد نہیں

**تشریح:** شاعر نے اس شعر میں بھی تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے۔ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ اے ناصر! تجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ کسی زمانے میں تو ہر روز ایک چراغان کی سیر کرتا تھا۔ اور یہ چراغان کہیں اور نہیں تمہارے دل میں ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ محبوب کی بے وفائی کی وجہ سے دل جلتا تھا۔ اور ایک چراغان کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن انجان بن کر کہتا ہے۔ کہ میرا دل کیسے بُجھا۔ مجھے معلوم نہیں۔ میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: اس غزل کے قوافی اور ردیف لکھیں۔**

**جواب:** اس غزل کے قوافی، شب، کب، اب، طلب، لب، اب، اب، اب، سبب ہیں۔ اور ردیف "یاد نہیں" ہے۔

**سوال 2: قواعد کی رو سے مندرجہ ذیل مرکبات کے نام لکھیں۔**

عارضِ لب، گزرگاہِ خیال، رشتۂ جان

**جواب:** عارض ولب: مرکب عطفی

گزرگاہ خیال: مرکب اضافی

رشتۂ جان: مرکب اضافی

**سوال 3: شاعر کے دل میں ہر وقت چبھن کیوں رہتی ہے؟**

**جواب:** شاعر کے دل میں ہر وقت چبھن اس لئے رہتی تھی۔ کہ کہ محبوب اُن سے جدا تھا۔ اور اسے محبوب کی طلب تھی۔

**سوال 4: شاعر نے احباب سے کیا گلہ کیا ہے۔**



**جواب:** شاعر نے اپنے احباب سے گلہ کیا ہے۔ کہ اُن کے دوست اور احباب اسے بھول گئے ہیں۔ اور اُسے یاد نہیں کرتے۔

**سوال 5: ناصر نے دلکے بجھنے کی وجہ کیوں نہیں بتائی۔**

**جواب:** شاعر کے ہر پہلے مصرعے میں دوسرے مصرعے کا جواب موجود ہے۔ لیکن تجاہل عارفانہ سے کام لیتا ہے۔ پہلے مصرعے میں وہ کہتا ہے۔ کہ مجھے یاد ہے۔ کہ میرے دل میں ہر وقت چراغان رہتا تھا۔ یعنی میرے دل میں آگ سلگتی تھی۔ اور یہی اس کے دل کے بجھنے کا سبب تھا۔

☆.....☆.....☆

## غزل

(نکیب جلالی)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| پیڑ | درخت | پس دیوار | دیوار کے پیچھے | تیرگی | اندھیرا |
| در | دروازہ | بام | منڈھیر | دستار | پگڑی |

### اشعار کی تشریح

آگے پتھر تو میرے صحن میں دو چار گرے
جتنے اس پیڑ کے پھل تھے پس دیوار گرے

**تشریح:** اس شعر میں شاعر نے اپنی بدقسمتی کا رونا رویا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ میرے گھر کے صحن میں کھڑے درخت پر کسی نے پتھر برسائے۔ ان میں سے دو چار پتھر میرے گھر کے صحن میں گرے۔ اور درخت کے تمام پھل میرے گھر کی دیوار کے پیچھے گر کر دوسروں کے ہاتھ آ گئے۔ مطلب یہ کہ پھل دار درخت سے مجھے فائدے کے بجائے نقصان پہنچا۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

مجھے گرنا ہے تو میں، اپنے ہی قدموں میں گروں
جس طرح سایۂ دیوار پہ دیوار گرے

**تشریح:** اس شعر میں بھی شاعر مایوس ہے۔ اور اسے اپنی بربادی کا مکمل یقین ہے۔ کہتا ہے۔ کہ یااللہ! اگر گرنا ہی میرے قسمت میں لکھا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنے ہی قدموں میں گر کر ختم ہو جاؤں۔ اس دیوار کی طرح جو خستگی کی حالت میں عام طور پر اپنے ہی سائے پر گرتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنے ہی قدموں پر گرنا چاہتا ہوں۔

تیرگی چھوڑ گئے دل میں اُجالے کی طرح
یہ ستارے میرے گھر ٹوٹ کے بیکار گرے

**تشریح:** اس شعر میں بھی شاعر کی مایوسی بدستور قائم ہے۔ کہتا ہے۔ ستارے چمک دمک اور روشنی کی علامت ہیں۔ یہ کسی کے گھر میں گریں۔ تو چاہیے کہ اس سے گھر روشن ہو جائے۔ لیکن میرے گھر میں ان کا گرنا میرے لئے بیکار ثابت ہوا۔ کیونکہ اُن کی روشنی تاریکی میں بدل گئی۔ اور میرے دل کو تاریکیوں سے بھر دیا۔ فائدے کے بجائے اُلٹا نقصان ہوا۔

دیکھ کر اپنے در و بام لرز جاتا ہوں
میرے ہمسائے میں، جب بھی کوئی دیوار گرے

**تشریح:** شاعر کی مایوسی اور نا اُمیدی بڑھتی جا رہی ہے۔ کہتا ہے۔ کہ جب میں اپنے گھر کی خستہ حالت پر نظر کرتا ہوں۔ تو دل میں بے شمار وسوسے اور اندیشے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب میں سنتا ہوں۔ کہ پڑوس میں کسی کی خستہ دیوار گری ہے۔ تو مجھے اپنے گھر کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ کہ آج نہیں تو کل یہ گرنے سے نہ بچ سکے گی۔

وقت کی ڈور خدا جانے کہاں سے توٹے
کس گھڑی سر پہ یہ لٹکی ہوئی تلوار گرے

**تشریح:** شاعر زندگی سے مکمل طور پر مایوس ہو چکا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ موت لٹکی ہوئی تلوار کی طرح



میرے سر پر کھڑی ہے۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ وہ موت کی یہ لٹکی ہوئی تلوار کب میرے سر پر گرتی ہے۔ اور میرا کام تمام کرتی ہے۔ شاعر موت کا انتظار کر رہا ہے۔

دیکھتے کیوں ہو شکیب اتنی بلندی کی طرف
نہ اُٹھایا کرو سر کو کہ یہ دستار گرے

**تشریح:** اس شعر میں شکیب جلالی اپنے آپ سے مخاطب ہے۔ کہتا ہے۔ اے شکیب! تم اتنی بلندی کی طرف مت دیکھو۔ کہ تمہارا سر پیچھے کی طرف چلا جائے۔ اور پگڑی تمہارے سر سے گر پڑے۔ مطلب یہ کہ جتنی تمہاری چادر ہے۔ اتنی ہی پاؤں پھیلاؤ۔ جتنی تمہاری حیثیت ہے۔ اسی حیثیت کے مطابق زندگی گزارو اگر تم اپنے آپ کو اپنی حیثیت سے بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرو گے۔ تو نقصان اُٹھاؤ گے۔

مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: کلام میں اعداد کا ذکر کرنا، خواہ ترتیب سے ہوں یا بے ترتیب، سیاقۃ الاعداد کہلاتا ہے۔ جیسے**

آ کے پتھر تو میرے صحن میں دو چار گرے
جتنے اس پیڑ کے پھل تھے پس دیوار گرے

سیاقۃ الاعداد کی مزید تین مثالیں لکھیں۔

**جواب:**

آئے تھے چار دن کیلئے اس دیار میں
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں (ظفر)

جھائے ہوئے ہیں چار طرف پارہ ہائے ابر
آغوش میں لئے ہوئے دنیائے آب و رنگ
(ن۔م۔راشد)

کتنا ہوں بدنصیب ظفر دن کیلئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں (ظفر)

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**سوال 2: درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیں۔**

پیڑ ، تیرگی ، ہمسایہ ، بلندی ، اُجالا

**جواب:** (۱) پیڑ مترادف درخت (۲) تیرگی مترادف تاریکی (۳) ہمسایہ مترادف پڑوسی
(۴) بلندی مترادف اونچائی (۵) اجالا مترادف روشنی

**سوال 3: اس غزل کے اس شعر کی نشاندھی کریں۔ جس میں صنعت تضاد کا استعمال ہوا ہے۔**

تیرگی چھوڑ گئے دل میں اُجالے کی طرح
یہ ستارے میرے گھر ٹوٹ کے بے کار گرے
(تیرگی۔اُجالے)

**سوال 4: دی گئی غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔**

(الف) ''صحن میں پتھر گرنے'' سے کیا مراد ہے۔

(ب) شاعر کیوں لرز جاتا ہے۔

(ج) وقت کی ڈور ٹوٹنے سے کیا مراد ہے۔

(د) شاعر نے بلندی کی طرف دیکھنے سے کیوں منع کیا۔

**جواب:**

(الف) ''صحن میں پتھر گرنے سے'' مصیبت نازل ہونا اور نقصان اُٹھانا مراد ہے۔

(ب) جب شاعر کے پڑوس میں کوئی دیوار گری ہے۔ تو وہ یہ سوچ کر لرز جاتا ہے۔ کہ اُس کے گھر کی دیواروں کی حالت بھی خستہ ہے۔ اور یہ بھی کسی وقت گر سکتی ہے۔

(ج) وقت کی ڈور ٹوٹنے سے مراد ''موت'' ہے۔

(د) شاعر نے بلندی کی طرف دیکھنے سے اس لئے منع کیا ہے۔ کہ بلندی کی طرف دیکھنے والے شخص کے سر سے ٹوپی یا پگڑی گر سکتی ہے۔

☆.....☆.....☆



# غزل

(احمد فراز)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| لب کشا | بولنے کے لئے تیار | سرکار | حاکم وقت | لہو | خون |
| گوش بر آواز | آواز سننا | سردار | پھانسی کا تختہ | خلقت شہر | شہر کے لوگ |
| واقف اسرار | راز سے آشنا | پس پردہ | پردہ کے پیچھے | مصاحب | ہم مجلس |

## اشعار کی تشریح

لب کشا لوگ ہیں سرکار کو کیا بولنا ہے
اب لہو بولے گا تلوار کو کیا بولنا ہے۔

**تشریح:** احمد فراز ایک انقلابی شاعر تھا۔ ہمیشہ حکومت وقت کی غلط اور عوام دشمن پالیسیوں کے خلاف بولتا رہا۔ اور حکومت کے زیر عتاب رہا۔ اس شعر میں کہتا ہے۔ کہ لوگ میرے خلاف بیان دینے کیلئے تیار ہیں۔ حکومت اور حاکم وقت کا کام اب آسان ہو گیا ہے۔ مجھے مجرم ثابت کرنے کے لئے اب انہیں زیادہ بولنے اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب خون ہی گرے گا۔ اور اگر بولے گا تو خون ہی بولے گا۔ اور اپنی صفائی پیش کرے گا۔ تلوار کو اجازت دے دی گئی ہے۔ وہ خون بہا سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے مجرم ثابت کر دیا گیا ہے۔

بکنے والوں میں جہاں ایک سے رک آگے ہو
ایسے میلے میں خریدار کو کیا بولنا ہے

**تشریح:** میرے خلاف بیان دینے کے لئے حاکم وقت نے کچھ افراد خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

جس پر بے شمار لوگوں نے لبیک کہا۔ اور آگے بڑھ بڑھ کر اپنی بولی لگا رہے ہیں۔ اگر بکنے والا بخوشی اپنے آپ کو بکنے کیلئے خریدار کے سامنے پیش کرے۔ تو خریدار کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اور خرید و فروخت میں بے ایمانی کرنے کے الزام سے بھی بری ہو جاتا ہے۔

لو چلے آئے عدالت میں گواہی دینے
مجھ کو معلوم ہے کس یار نے کیا بولنا ہے

**تشریح:** جو ضمیر فروش لوگ میرے خلاف، عدالت میں گواہی دینے کیلئے جمع ہو گئے ہیں۔ میں ان سب کو جانتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ میرے خلاف کس نے کیا بیان دینا ہے۔ یہ سب میرے ساتھی اور دوست تھے۔ لیکن اب وہ وعدہ معاف گواہ بن کر حاکم وقت کے ہاتھوں بک گئے ہیں۔

اور کچھ دیر رہے گوش بر آواز ہوا
پھر چراغ سر دیوار کو کیا بولنا ہے

**تشریح:** دیوار کے اوپر جو چراغ جل رہا ہے۔ اگر ہوا اپنی موجوں سے اسے بجا دے اور اُسے بولنے کی مہلت نہ دے۔ تو اسے کیا پتہ چلے گا۔ کہ چراغ کیا کہنا چاہتا تھا۔ اسلئے میں ہوا سے کہتا ہوں۔ کہ کچھ دیر کیلئے اتنی تیزی دکھانے سے گریز کرے۔ اور چراغ کا بیان بھی سنے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ پھر فیصلہ کرنا اس کا کام ہے۔ لیکن چراغ کو صفائی کا موقع دینا اس کا حق ہے۔

مجھ سے کیا پوچھتے ہو آخری خواہش میری
اک گنہگار سردار کو کیا بولنا ہے

**تشریح:** پھانسی دینے سے پہلے مجرم سے اس کی آخری خواہش کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔ تاکہ اگر ہو سکے۔ تو پورا کیا جائے۔ احمد فراز کہتے ہیں۔ تم لوگ مجھ سے آخری خواہش کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو۔ جو شخص گنہگار ہو۔ پھانسی کے تختے پر کھڑا ہو۔ اور کچھ ہی دیر بعد اس کی موت یقینی ہو۔ اس کی آخری خواہش کیا ہو سکتی ہے۔ جب دنیا میں اس کا وقت ہی ختم ہو چکا۔ تو خواہش کیا معنی رکھتا ہے۔

خلقت شہر تھی چپ شاہ کے فرمان کے بعد
اب کسی واقف اسرار کو کیا بولنا ہے



**تشریح:** جب بادشاہ وقت نے مجرم کو پھانسی دینے کا حکم جاری کیا۔ تو شہر کے تمام لوگوں کو چپ لگ گیا۔ وہ خاموش ہو گئے۔ اب جو لوگ اصل حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ اس ماحول میں کیا کر سکتے ہیں۔ جو لوگ میرے پھانسی کے فیصلے کے خلاف ہیں۔ اور میرے طرف دار ہیں۔ وہ ان حالات میں مجبور ہیں کہ میرے حق میں آواز اُٹھا سکیں۔

وہی جانے پس پردہ جو تماشا گر ہے
کب کہاں، کونسے کردار کو کیا بولنا ہے

**تشریح:** مجھے مجرم گردانے اور سزا دینے کا تماشا جس شخص نے بنایا ہے۔ وہ پردے کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ اپنے آپکو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن چونکہ یہ سازش اس کی تیار کی ہوئی ہے۔ اس وہ جانتا ہے۔ کہ جن کرداروں کو مجھے سزا دینے کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ اُن کو میرے خلاف کیا بیان دینا ہے۔ کب دینا ہے اور کس نے دینا ہے۔ سب کو الگ الگ پٹی پڑھائی گئی ہے۔

جہاں دربار ہوں شاہوں کے مصاحب ہوں فراز
وہاں غالب کے طرفدار کو کیا بولنا ہے

**تشریح:** آخری شعر میں فراز اپنے آپ سے کہتا ہے۔ کہ اے فراز! جہاں بڑے بڑے بادشاہ ہوں۔ عالی شان دربار لگے ہوں۔ امراء، وزراء، نوکر چاکر اور دوسرے مصاحبین مودب کھڑے ہوں۔ رعب، دبدبے اور خوف کا ماحول ہو۔ وہاں مرزا غالب کا ایک ساتھی کیا کر سکتا ہے۔ یعنی ایک شاعر بیچارے کی کون سنتا ہے۔ مرزا غالب جو مشہور غزل گو شاعر ہیں۔ وہ بھی حکومت وقت کے زیر عتاب رہا تھا۔ اور بڑی مشکل سے اس کی جان چھوٹ گئی تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے مرزا غالب پر بھی بغاوت کا الزام لگایا تھا۔ احمد فراز نے اپنے جرم اور اپنی حیثیت کی کیا خوب تشبیہ مرزا غالب سے دی ہے۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: دی گئی غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں۔**

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

(الف) ب لہو بولے گا سے کیا مراد ہے۔

(ب) ہوا کے گوش برآواز ہونے سے کیا مراد لی گئی ہے۔

(ج) خلقت شہر کیوں چپ تھی۔

(د) شاعر نے آخری خواہش کیوں نہ بتائی۔

**جواب:**

(الف) ''اب لہو بولے گا'' سے مراد یہ ہے۔ کہ اب ملزم کو اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہوگا۔ گواہوں نے اس کے خلاف گواہی دے دی ہے۔ اور وہ مجرم ٹھہرایا جا چکا ہے۔

(ب) ''ہوائے گوش برآواز'' رہنے سے مراد ہے۔ کہ ہوا کچھ دیر تک نہ چلے۔ اور ابھی چپ رہ کر انتظار کرے۔

(ج) خلقت شہر بادشاہ وقت کے خوف سے چپ تھی۔

(د) شاعر نے اپنی آخری خواہش اس لئے نہ بتائی۔ کہ اسے یقین تھا۔ کہ اسے ضرور موت کی سزا ہوگی۔ اسلئے جو شخص چند لمحے بعد مرنے والا ہو۔ اس کی آخری خواہش کیا ہو سکتی ہے۔ اور اس سے اس کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

**سوال 2: اس غزل کی ردیف لکھیں۔**

**جواب:** اس غزل کا ردیف (کو یا بولتا ہے) ہے۔

**سوال 3: اس غزل کے قوافی لکھیں۔**

**جواب:** اس غزل کے قوافی! سرکار، تلوار، خریدار، یار، دیوار، سردار، اسرار، کردار، طرفدار ہیں۔

**سوال 4:**

بکنے والوں میں جہاں ایک سے رک آگے ہو
ایسے میلے میں خریدار کو کیا بولنا ہے

کلام میں کسی چیز کا ذکر کرنا اور پھر اس کی مناسبت سے دوسری چیزیں لانا بشرطیکہ یہ



چیزیں متضاد نہ ہوں۔ مراعاۃ النظیر کہلاتا ہے۔ جیسے مندرجہ بالا شعر میں بکنے کے مناسب سے میلے اور خریدار کا ذکر کیا گیا ہے۔ کم از کم تین ایسے اشعار لکھیں۔ جن میں صنعت مراعاۃ النظیر کا استعمال ہو۔

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

خط بڑھا، زلفیں بڑھیں، کاکل بڑھے، گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

کیا کہوں تجھ کو کہ کیا دیکھا ہے۔ تجھ میں، میں نے
عشوۂ و غمزہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

**سوال 5: درج ذیل شعر کی تشریح کریں۔**

**جواب:** اس شعر کی تشریح اوپر دیکھئے۔

☆.....☆.....☆

# غزل

(ظفر اقبال)

**مشکل الفاظ اور معانی:**

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| وشت | بیابان | وحشت | ڈر۔خوف | دانستہ | جانتے ہوئے |
| حمایت کرنا | ساتھ دینا | | | | |

## اشعار کی تشریح

مل کے بیٹھے نہیں، خوابوں میں شراکت نہیں کی
اور کیا رشتہ ہو تجھ سے جو محبت نہیں کی

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**تشریح:** شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ محبت ان دو افراد کے درمیان ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں۔ ملاقات کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے خوابوں میں آتے ہیں۔ نہ تو ہم کبھی ایک ساتھ بیٹھے ہیں۔ نہ کبھی ملاقات کی ہے۔ اور ہمارے خواب مشترک ہیں۔ پھر تم سے میرا وہ کونسا رشتہ ہے۔ جس کے تعلق سے میں آپ سے محبت کروں۔ دونوں طرف سے آگ برابر لگی ہوئی ہو۔ تو اسے محبت کہتے ہیں۔

یہیں پھرتے ہیں شریف آدمیوں کی صورت
دشت میں خاک اُڑائی نہیں وحشت نہیں کی

**تشریح:** شاعر کہتا ہے۔ کہ ہم شریف اور عام لوگوں کی طرح یہی دیہی شہر میں بڑے آرام سے زندگی گزار رہے ہیں۔ نہ ہم نے شہر کو چھوڑ کر صحرا کا رخ کیا ہے۔ اور اور نہ وحشی بن کر بستی کو خیر باد کہا ہے۔ ہم اپنے آپ کو عاشق صادق کیسے کہہ سکتے ہیں۔ ہم نے عشق کی خاطر کونسی سختیاں جھلیں ہیں۔

خاص ہم سے تو کوئی تھا ہی نہیں تیرا سلوک
اور ہم نے بھی تیرے ساتھ رعایت نہیں کی

**تشریح:** اے محبوب! تم نے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مجھ سے کوئی غیر معمولی اور خاص سلوک کبھی نہیں کیا۔ اور نہ مجھے کوئی خاص درجہ دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے بھی تجھے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ اور نہ تیرا اتنا احترام کیا۔ جو عاشق پر معشوق کیلئے لازم ہے۔ اب ہم محبت کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں۔

پوچھ لیتے بھی کبھی تیرا ارادہ تجھ سے
ہم نے چاہا تو کئی بار تھا ہمت نہیں کی

**تشریح:** میں نے کئی بار یہ ارادہ کیا۔ کہ محبت کے بارے میں اور وفا نبھانے سے متعلق تم سے تیری رائے اور خیال دریافت کروں۔ لیکن پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ مجھے ابھی تک معلوم نہیں۔ کہ میرے تعلق تیرے دل میں کیا ہے۔

بہت اچھی بھی لگا تو ہمیں اس محفل میں
ہم نے دانستہ وہاں تیری حمایت نہیں کی



**تشریح:** میں اور تم دونوں جس محفل میں ایک ساتھ شریک تھے۔ تو تم مجھے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ میں پیار بھری نظروں سے تمہیں دیکھا کرتا تھا۔ لیکن گفتگو کے دوران میں نے قصداً اپنے آپ کو آپ کا حمایتی ظاہر نہیں کیا۔ اور تمہارے کسی بات پر دانستہ صاد نہیں کیا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ یک طرفہ محبت اور چاہت کا اظہار کر کے آپکو اور خود دونوں کو رسوا کروں۔

ظرف اتنا بھی کشادہ نہیں اپنا لیکن
ہم نے پیدا بھی ہوئی ہے تو شکایت نہیں کی

**تشریح:** نہ میں بہت زیادہ عالی حوصلہ شخص ہو۔ اور نہ اتنا وسیع القلب ہوں۔ میں ایک عام ظرف والا آدمی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود تمہاری کوئی بات یا حرکت جس پر مجھے اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں نے اس کی شکایت اور گلہ قم سے نہیں کیا۔ اور سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

یہ بھی سچ ہے کہ تیرے ہم بھی سوالی نہ ہوئے
اور تو نے بھی کبھی کوئی عنایت نہیں کی

**تشریح:** شاعر محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ میں نے تجھ سے کسی چیز کا سوال نہیں کیا۔ اور نہ تجھ کسی رعایت کا تقاضا کیا۔ لیکن یہ بات بھی تیرے پیش نظر رہے۔ کہ تم نے بھی کبھی مجھ پر کوئی مہربانی نہیں کی۔ اور میرے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ کیا۔

ہو رہا ہے جو، اسی طرح سے ہوتا تھا یہاں
اسلئے ہم نے کسی بات پہ حیرت نہیں کی

**تشریح:** جو معاملات میرے اور تمہارے درمیان پہلے سے جیسے چلتے تھے۔ اب بھی اسی طرح چل رہے ہیں۔ اسی میں ابھی تک کوئی خاص پیشرفت نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے زندگی کے کسی موڑ پر کبھی حیرانگی اور تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ حیرت نئی بات کے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جبکہ کوئی نئی بات ابھی تک سامنے نہیں آئی۔

جو میسر ہوا، تھا وہ بھی زیادہ کہ ظفر
جو ملا ہی نہیں، اس کی کبھی حسرت نہیں کی

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**تشریح:** اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر ظفر کہتا ہے۔ کہ اے میرے محبوب! جو کچھ تم نے مجھے عطا کیا۔ وہ بھی میری توقع سے بہت زیادہ تھا۔ اور اس پر میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور جو آپ کو دینا چاہیے تھا۔ اور نہیں دیا۔ اس کا نہ میں تقاضا کرونگا اور نہ اس کے نہ ملنے کا ارمان میرے دل میں ہے۔ کیونکہ جو چیز میری قسمت میں نہیں۔ اس کی تمنا کیوں کروں۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: اس غزل کے مقطع اور مطلع کی تشریح کریں۔**

**جواب:** تشریح اوپر لکھی جا چکی ہے۔

**سوال 2: اس غزل کے کس شعر میں مراعاۃ النظیر کا استعمال کیا گیا ہے۔**

**جواب:**

یہی پھرتے ہیں شریف آدمیوں کی صورت
دشت میں خاک اُڑائی نہیں وحشت نہیں کی

**سوال 3: درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔**

شراک ، دشت ، سلوک ، میسر

**جواب:**

شَرَاکَتْ ، دَشْت ، سَلُوکْ ، مُیَسَّرْ

**سوال 4: دی گئی غزل کے مطابق درست جملے کے سامنے (✓) کا نشان اور غلط جملے کے سامنے (×) کا نشان لگائیں۔**

(الف) شاعر محبوب کے خوابوں میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ (✓)

(ب) محبوب کی جفاؤں سے شاعر وحشت زدہ ہو گیا۔ (×)

(ج) شاعر نے بے وفائی کا بدلہ لیا۔ (✓)



(د) شاعر نے جان بوجھ کر محبوب کا ساتھ نہیں دیا۔ (✓)

(ہ) سوال کرنا شاعر کو اچھا نہیں لگتا۔ (✓)

(و) شاعر کو محبوب کے رویے پر بے حد حیرت ہے۔ (×)

(ز) شاعر کا ظرف بے پناہ وسیع ہے۔ (×)

(ح) شاعر اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے سوال نہیں کرتا۔ (✓)

(ط) وصال یار شاعر کی حسرت ہے۔ (×)

(ی) چاہت کے باوجود شاعر ہمت نہ کر سکا۔ (✓)

☆.....☆.....☆

# غزل

(شہزاد احمد)

| الفاظ | معانی | الفاظ | معانی |
|---|---|---|---|
| گردن زدنی | واجب القتل | جیا کرنا | زندہ رہنا |

## اشعار کی تشریح

نہ سہی کچھ مگر اتنا تو کیا کرتے تھے
وہ مجھے دیکھ کے پہچان لیا کرتے تھے

**تشریح:** اس شعر میں شہزاد احمد اپنے محبوب کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ میرا محبوب مجھے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے۔ مگر اتنا ضرور کرتے تھے۔ کہ پہچاننے سے انکار نہیں کرتے تھے۔ اب اس نے پہچاننے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ اور انجان بن گئے ہیں۔

آخر کار ہوئے تیری رضا کے پابند
ہم کہ ہر بات پر اصرار کیا کرتے تھے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**تشریح:** شاعر کہتا ہے۔ کہ ایک وقت وہ تھا۔ کہ میں ہر بات محبوب سے منواتا تھا۔ اور اگر وہ انکار کرتا۔ تو میں اصرار کر کے اپنا مطلب حاصل کر لیتا تھا۔ لیکن اب وہ وقت نہیں رہا۔ محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ اب تم حکم کرتے ہو۔ اور میں تعمیل کرتا ہوں۔ یعنی تیرے حکم کا غلام بن گیا ہوں۔

خاک ہیں اب تیری گلیوں کے وہ عزت والے
جو تیرے شہر کا پانی نہ پیا کرتے تھے

**تشریح:** تیری گلیوں کے وہ معزز لوگ جو اپنے آپ کو بہت بڑا اور عظیم خیال کرتے تھے۔ اور تجھ سے نفرت کی وجہ سے تیرے شہر کا پانی پینا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اب اُن کی عزت خاک میں مل گئی ہے۔ اور وہ حقیر و ذلیل ہو گئے ہیں۔ اور تیری گلی کی خاک بن گئے ہیں۔

اب تو انسان کی عظمت بھی کوئی چیز نہیں
لوگ پتھر کو خدا مان لیا کرتے تھے

**تشریح:** شاعر کہتا ہے۔ لوگ پتھروں کو پوجتے تھے۔ اور اسے خدا مان کر اُس کے آگے سجدہ ریز رہتے تھے۔ لیکن اب ایسا زمانہ آ گیا ہے۔ کہ انسان کی عظمت بھی جاتی رہی۔ اور انسان جو اشرف المخلوقات تھا۔ ذلیل و خوار ہو گیا۔

دوستو! اب مجھے گردن زدنی کہتے ہو
تم وہی ہو جو میرا زخم سیا کرتے تھے

**تشریح:** اس شعر میں شاعر اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ اے میرے دوستو! میں جب زخم کھاتا تھا۔ تم لوگ میرے زخموں کا علاج کیا کرتے تھے۔ اور اسے سی کر مجھے دوبارہ مقابلے کیلئے تیار کرتے تھے۔ لیکن اب تمہیں کیا ہوا۔ کہ تم بھی مجھے مجرم، گنہ گار اور واجب القتل کہتے ہو حالانکہ مجھ سے کوئی نیا گناہ سرزد نہیں ہوا۔

اب تو شہزاد ستاروں پہ لگی ہیں نظریں
کبھی ہم لوگ بھی مٹی میں جیا کرتے تھے



**تشریح:** معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاعر کے ارادے بہت بلند ہیں۔ کہتے ہیں۔ اے شہزاد! ایک ایسا وقت بھی ہم پر گزرا ہے۔ کہ ہم خاک میں پڑے زندگی بسر کرتے تھے۔ یعنی ذلت اور رسوائی کی زندگی گذارتے تھے۔ لیکن وہ زمانہ نہیں رہا۔ اب ہماری نظریں ستاروں پر لگی ہوئی ہیں۔ اور بلندیوں کی طرف ہم رواں دواں ہیں۔

## مشقی سوالات کے جوابات

**سوال 1: غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔**

(الف) شاعر نے اصرار کرنا کیوں چھوڑ دیا۔
(ب) گلیوں کی خاک ہونے سے کیا مراد ہے۔
(ج) زخم سینے سے کیا مراد لی گئی ہے۔
(د) کسی کے شہر کا پانی تک نہ پینا، کس بات کی غمازی کرتا ہے۔
(ہ) شاعر نے ستاروں پر نظریں کیوں لگائی ہیں۔

**جواب:**

(الف) شاعر نے محبوب کی رضا کو اپنی رضا سمجھ کر اصرار کرنا چھوڑ دیا۔
(ب) گلیوں کی خاک ہونے سے مراد ذلیل و خوار ہونا ہے۔
(ج) زخم سینے سے مراد زخم کا علاج کرنا اور ہمدردی کرنا ہے۔
(د) کسی کے شہر کا پانی تک نہ پینا اس کی غمازی کرتا ہے۔ کہ وہ اس شخص سے شدید نفرت کرتا ہے۔
(ہ) شاعر اپنی حالت بدلنا چاہتا ہے۔ ترقی کرنا چاہتا ہے۔ اپنی زندگی میں انقلاب لانا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ بلندیوں کی طرف دیکھ رہا ہے۔

**سوال 2: اس غزل کی ردیف لکھیں۔**

**جواب:** اس غزل کی ردیف "کرتے تھے" ہے۔

**سوال 3: درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔**

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

گردن زدنی ، رضا ، اصرار ، شہر ، عظمت

**جواب:**

گُرْدَنْ زَدْنِیْ ، رَضَا ، اِصْرَار ، شِہَرْ ، عَظْمَتْ

**سوال 4: مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کریں۔**

آخر کار ہوئے تیری رضا کے پابند
ہم کہ مہربان پر اصرار کیا کرتے تھے

**تشریح:** شاعر کہتا ہے۔ کہ میں ایک ضدی انسان تھا۔ ہر کسی سے اپنی بات منواتا تھا۔ اور ہر بات پر اصرار کرتا تھا۔ کہ لوگ اسے تسلیم کریں۔ لیکن اب میں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب میں اپنے محبوب کی رضا کو اپنی رضا سمجھتا ہوں۔ اور اس کی رائے اور حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

☆.....☆.....☆



# نظموں کے خلاصے

## جوابِ شکوہ

(علامہ اقبال)

**خلاصہ:** دل سے نکلی ہوئی بات میں اثر ہوتا ہے۔ میرے دل سے جو بات نکلی وہ آسمان کو چیر کر عرش معلیٰ تک جا پہنچی۔ آسمان، سیارے، فرشتے، چاند اور کہکشاں میرے نالوں کو سن کر حیرت زدہ ہو گئے۔ صرف جنت کے داروغہ رضوان نے مجھے پہچانا۔ کسی نے مجھے گستاخ کہا اور کسی نے بے ادب کے خطاب سے نوازا۔ ایسے میں ایک پر ہیبت آواز نے مجھے مخاطب کیا اور میری ہمت بندھا کر فرمایا کہ تم نے احسن طریقے سے خدا اور انسان ہم کلام کرایا ہے۔ تمہارا شکوہ بے جا ہے۔ میں کریم ہوں سب کی سنتا ہوں۔ ہر اہل شخص کو اس کا مقام دیتا ہوں۔ مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کے دین کو اور قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی قوت اور طاقت سلب کر لی گئی ہے۔ وہ پیغمبر کی رسوائی کا سبب بن رہے ہیں۔ انسان کو غلامی سے چھڑانے والے اور قرآن کو سینے سے لگانے والے تمہارے آباؤ اجداد تھے۔ تم اُن کے نقش قدم پر نہیں چلے۔ کافر کو دنیا میں محل اور حوریں اس لیے دی گئی ہیں کہ وہ اس کا اہل ہے۔ تم میں حوروں کا طلب گار کوئی نہیں، مسلمان کا کوئی وطن نہیں ہوتا۔ ہر ملک خدا کا ہے اور وہ مسلمان کا ملک ہے۔ تم پر جمود طاری ہے اور بے عمل ہو گیا ہے۔ دل میں عشقِ الٰہی کا جذبہ پیدا کر اور محمد ﷺ کے نام سے دنیا کو روشن کر دے۔ تم کاہل اور تن آسان ہو۔ تم اپنے بزرگوں کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وہ زمانے کے معزز ترین لوگ تھے اور تم دنیا کے ذلیل و خوار لوگ ہو۔ عشق کی تلوار اور عقل کی ڈھال سے دنیا پر حکومت قائم کرو۔ صرف ایک اللہ کے بندے بن جاؤ اگر اپنے رسول ﷺ سے وفاداری کا وعدہ تم نے نبھایا۔ تو اس دنیا کے علاوہ لوح و قلم بھی تیرے اختیار میں دے دوں گا۔

☆.....☆

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

## بڑھے چلو

(اختر شیرانی)

**خلاصہ:** اس نظم میں اختر شیرانی وطن کے نوجوانوں اور مجاہدوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ صحرا' بیابان' دریا' پہاڑ اور ریگستان بھی تیرے راستے میں حائل ہو جائیں تو ان کو پار کر کے آگے بڑھو اور بڑی بہادر سے تلوار چلاتے ہوئے دشمن کے صفوں میں گھس کر انہیں تہس نہس کر دو۔ اس ملک کی فنا اور بقا کا تم پر انحصار ہے۔ تمہاری بہادری پر وطن کے لوگ فخر کرتے ہیں۔ وہ سب تم سے محبت کرتے ہیں۔ وطن کی حفاظت کی خاطر تلوار اُٹھا کر اپنی نوجوانی وطن کے نام کر دو اور اپنی جان وطن پر قربان کر کے امر ہو جاؤ۔ وہ شخص خوش قسمت ہے جو سپاہیوں کی زندگی گزارتا ہے۔ میدان جنگ میں سپاہی کی موت بھی عید کی خوشی سے کم نہیں۔ سپاہی میدان جنگ سے زندہ واپس آئے تو غازی اور مر جائے تو شہید کہلاتا ہے۔ اپنے سروں پر کفن باندھ کر میدان میں نکلو اور تلوار چلاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں بھگدڑ مچا دو۔

☆ ☆

## بدلی کا چاند

(جوش ملیح آبادی)

**خلاصہ:** اس نظم میں جوش ملیح آبادی نے آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں میں چاند کا نظارہ پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں سورج ڈوبنے کے بعد جب شام کا اندھیرا پھیل گیا تو چاند ہلکے بادلوں سے نکل آیا اور زمین کو اپنی ہلکی روشنی سے سفید بنا دیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد پھر بادلوں میں ڈوب گیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ اب بادلوں میں روشنی کے دریچے سے بن گئے ہیں۔ اب چاند بادلوں سے نکل کر کھلے اور صاف آسمان پر آ گیا ہے اور آسمان دریا کی طرح لہرا رہا ہے۔ ہوا میں تیزی آنے سے چاند اب پھر بادلوں میں منہ چھپا رہا ہے۔ اب وہ بادلوں کے حلقوں میں دوڑ رہا ہے۔ پہاڑ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ بادل کا پردہ ہٹتے ہی دریا کا پانی صاف نظر آنے لگا لیکن بادل نے پھر اپنی چادر اس پر ڈال دی اور میدان کا منظر نظروں سے غائب ہو گیا۔ جب چاند بادلوں کی اوٹ سے باہر نکل آتا ہے تو تجلی دوڑ جاتی



ہے۔ بادلوں میں چھپ جاتا ہے تو آسمان بے نور ہو جاتا ہے۔ روشنی اور اندھیرا ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اس سے انسان کی بے قرار طبیعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

☆ ☆

## شکست کی آواز

(میراجی)

**خلاصہ:** شاعر میراجی نے یہ نظم اُن لوگوں کے بارے میں لکھی ہے جو کاہل' سست اور شکست تسلیم کرنے والے ہیں۔ کہتے ہیں میرا دل کہتا ہے کہ ہر وہ کام جو کرنے کا ہے وہ بروقت کرنا چاہیے۔ نئے راستوں کو تلاش کرنا' صحراؤں کی دوریاں ختم کرنا' کائنات کے متعلق معلوم کرنا اور سمندر کی تہہ میں نئی دنیاؤں کو دریافت کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ میرا دل مجھے یہ بھی کہتا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر ٹھوس پتھر کی حقیقت کیا ہے اور یہ بھی کہ کائنات سمٹ کر ایک ذرہ بن جائے اور میں اس کی اصلیت معلوم کر سکوں۔

لیکن میرے دل کے ان اونچے ارادوں میں کچھ سیدھے سادھے لوگ حائل ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ پرانی روایتوں کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں، لکیر کے فقیر ہیں۔ تبدیلی کے مخالف ہیں، نئی باتوں سے اُنہیں چڑ ہیں۔ جب میں ان کو دیکھتا ہوں تو میرے دل پر بھی ان کا اثر ہوتا ہے اور اُن کی کشش مجھے بھی بے عمل بنا رہی ہے۔ مگر اس کے باوجود میرے دل میں ایک طوفان موجزن ہے اور جو خواہشات میرے دل میں ہیں اس کے پورا نہ ہونے سے میں ایک ایسے اُلجھن میں گرفتار ہوں جس کا کوئی حل نہیں۔

☆ ☆

## بادل

(ن۔م۔راشد)

**خلاصہ:** شاعر ن۔م۔راشد آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کو روح کی تازگی اور شگفتگی کا باعث قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ آسمان پر چاروں طرف پھیلے ہوئے بادلوں نے ہماری رنگین دنیا کو گود میں لے لیا

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

ہے۔ بادل کی گھن گرج میں موسیقیت ہے جو خوشی اور مسرت کا پیغام ہے۔ اس موسیقی کے سُر بہت میٹھے ہیں۔ روح کی تمام خواہشیں بیدار ہو چکی ہیں اور بادل کے نغمے دلوں میں اُتر رہے ہیں۔ بڑے عرصے سے میری خواہشیں دب گئیں تھیں اور دل مردہ ہو گیا تھا۔ بادلوں کی موسیقی سننے کے بعد مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔ میرا دل ایک بار پھر جوان ہو گیا ہے اور اس کی پژمردہ کلیاں شاداب ہو گئی ہیں۔

☆.....☆

## دنیا

(مجید امجد)

**خلاصہ:** شاعر مجید امجد دنیا کو ایک دھوکے سے تعبیر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دنیا نظر کا دھوکہ ہے۔ اس کی حقیقت کا کسی کو علم نہیں۔ پھول جب مسکرا کر کھلتا ہے تو یہی اس کی موت ہوتی ہے۔ حسین سیاہ آنکھیں قبر کے اندھیرے دور نہیں کر سکتیں۔ دریا سمندر میں گر کر اپنا وجود کھو دیتا ہے۔ نغمے کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ صرف ہوا ہے دنیا کا دریا مسلسل بہہ رہا ہے اور فنا کی طرف بڑھ رہا ہے۔ علم اور ادراک کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ کوئی علم ہمیں یہ خبر نہیں دیتا کہ ہماری زندگی کی حقیقت کیا ہے۔ ہم اندھیروں کو اُجالوں میں کیسے تبدیل کر سکتے ہیں؟ ہمارے دل میں روشنی کیوں نہیں ہے؟ یہ دنیا قبر کی مانند ہے یہاں بھی اندھیرا ہے اور قبر میں بھی اندھیرا ہے۔

☆.....☆.....☆

## ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں

(منیر نیازی)

**خلاصہ:** شاعر منیر نیازی اس آزاد نظم میں ایک انسانی جبلت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں ہر کام میں دیر کرتا ہوں۔ کسی سے کام ہو، ضروری بات ہو یا کسی کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرنا ہو میں بروقت اس کو پورا نہیں کر سکتا۔ کبھی کبھی میں چاہتا ہوں کہ اپنے کسی دوست کی مدد کروں اور اس سے ملنے جاؤں۔ نئے موسموں کی سیر کو بھی دل کرتا ہے۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ دوسروں کے دل میں میرے متعلق پیدا ہونے



والی غلط فہمیوں کو جا کر دور کر دوں۔ غمزدہ دوستوں کے ساتھ ہمدردی کروں اور اُن کے غموں میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن میں کبھی بھی بروقت ایسا نہیں کر سکتا۔ ہمیشہ دیر کرتا ہوں اور تمام کام بگڑ جاتے ہیں۔

☆.....☆

## بڑے ڈرپوک ہو

(وزیر آغا)

**خلاصہ:** ڈاکٹر وزیر آغا اپنے آزاد نظم میں ستاروں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے ستارو! تم بزدل ہو، تم رات کے وقت ایک ساتھ نکلتے ہو۔ تم نے دن کو نہیں دیکھا، دن روشن اور منور ہے۔ تمہارے مقابلے میں سورج دن کو اکیلا نکلتا ہے۔ کسی سے نہیں ڈرتا۔ ہر قسم کے اسلحے سے مسلح ہو کر پوری آب و تاب سے نکلتا ہے۔ آسمان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تنہا سفر کرتا ہے اور غم اور خوشی سے بے نیاز بے خطر آگے بڑھتا ہے اور شام کے ہنگاموں میں اپنے ہاتھوں خودکشی کر کے ختم ہو جاتا ہے لیکن اے ستارو! تم ڈرتے ہو، تنہا نہیں نکل سکتے۔

☆.....☆

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

# نثر نگاروں کے حالات زندگی اور تنقیدی نوٹس

## {مولانا محمد حسین آزاد}

**حالات زندگی:** مولانا محمد حسین آزاد دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس کے والد محمد باقر ایک بہت بڑے عالم دین تھے۔ اُن کی ولادت 1831ء میں ہوئی۔ آزاد نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ بڑے ہوئے تو شیخ ابراہیم ذوق کی شاگردی اختیار کی۔ اُن کی صحبت میں شعر گوئی کی طرف مائل ہوئے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں محمد حسین آزاد کے والد شہید ہو گئے اور گھر تباہ ہو گیا۔ آزاد مختلف جگہوں میں پھرتے پھراتے لاہور پہنچ گئے۔ محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے۔ لاہور میں انجمن پنجاب کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی اور فارسی کے پروفیسر مقرر کیے گئے۔ الطاف حسین حالی کے ساتھ مل کر نئے طرز کے مشاعروں کی بنیاد ڈالی۔

**ادبی خدمات:** آزاد عربی اور فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ اُن کی شاہکار کتاب ''آب حیات'' اردو زبان کی پہلی تاریخی، تنقیدی اور تحقیقی کتاب ہے۔ نظم اور نثر دونوں میں اس کا قلم رواں رہتا تھا۔ مگر اس کے فن اور کمال کا جوہر نثر کے میدان میں کھلتا ہے۔ تمثیل نگاری، تنقید اور تذکرہ نگاری میں بے مثل ہے۔ اس کی انشاء پردازی پر اعتراضات بھی ہوئے لیکن باوجود اس کے اس کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی۔ وہ اردو کے عناصر خمسہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حکومت کی ایماء پر بچوں کے لیے درسی کتابیں اور قصص الہند لکھی۔ اس نے نئے طرز کے مشاعرے کی بنیاد ڈالی۔ اس نے نثر کے ساتھ ساتھ خاص موضوعات پر نظمیں بھی لکھیں، جو پسند کی گئی۔

**طرز تحریر:** آزاد کی انشاء پردازی بے مثل ہے۔ اس جیسا انشاء پرداز ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے نثر میں مرصع کاری اور صنعت گری کی ہے۔ اپنے اردو نثر کو سب سے الگ کیا۔ خیالی مضامین



کو انسانی لباس پہنا کر اُن کی صفات و حرکات و سکنات کا نقشہ کھینچا۔ اُن کی عبارت رنگین اور مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نقادوں نے اسے تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ بحیثیت مجموعی وہ ایک زبردست انشاء پرداز ہے۔ زبان و بیان پر انہیں قدرت حاصل ہے۔ نثر میں شاعری کرتے ہیں۔ مہدی آفادی کی رائے ہے کہ آزاد کو کسی خارجی سہارے کی ضرورت نہیں۔

**وفات:** 1888ء میں اس کی پیاری بیٹی کا انتقال ہوا۔ جس کے غم میں اس کی زندگی کے آخری ایام بڑے دردناک گزرے۔ ہر وقت جنونی کیفیت طاری رہتی تھی۔ 1910ء میں انتقال کر گئے۔

**تصنیفات:** اُن کی تصنیفات میں آب حیات، سخندان فارس، دربار اکبری، نیرنگ خیال، نگارستان فارسی، قند فارسی، نظمیں اور بچوں کی کتابیں شامل ہیں۔

☆

## {مولانا شبلی نعمانی}

**حالات زندگی:** 1857ء میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندول میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام شیخ حبیب اللہ تھا جو مشہور وکیل تھے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عربی ادب، فلسفہ و منطق اور حدیث و فقہ کی تعلیم کے لئے لاہور چلے گئے۔ اُنیس سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ وکالت کا امتحان پاس کیا اور والد کا ہاتھ بٹانے لگے۔ سرسید احمد خان اس کی لیاقت سے بہت متاثر ہوئے۔ جس نے اسے علی گڑھ کالج میں عربی اور فارسی کا پروفیسر مقرر کر دیا۔ یہاں سے شبلی کی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ علی گڑھ میں سولہ سال پروفیسر رہے۔ 1898ء میں یہ ملازمت چھوڑ دی اور ندوۃ العلماء کے ناظم مقرر ہوئے۔ 1913ء میں اعظم گڑھ آکر ''دارالمصنفین'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ حکومت نے اُن کی علمی خدمات کے صلہ میں شمس العلماء کا خطاب دیا۔

**ادبی خدمات:** شبلی نے تاریخ کے میدان میں اہم کام کیا۔ اس کا مقصد اسلام کے شاندار ماضی کے پوشیدہ گوشوں سے پردہ ہٹانا تھا چنانچہ اس نے سیرت النبی ﷺ، الفاروق، المامون اور سیرت عائشہ جیسی کتابیں تصنیف کیں۔ شبلی ایک بے مثل سوانح نگار ہیں۔ اس نے سوانح اور تاریخ کو باہم شیرو

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

شکر کر دیا۔ شعرالعجم لکھ کر نقادوں میں بھی اپنا نام لکھوایا۔ موازنہ انیس و دبیر اور اس جیسے دیگر مقالات اسے نقادوں کی صف میں شامل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

**طرز تحریر:** مولانا کی تحریر آسان اور سادہ ہونے کے ساتھ شاعرانہ ہے۔ اپنی نثر کو دلکش بنانے کے لیے استعارات و کنایات اور لوازمات شعر سے بھرپور کام لیتے ہیں۔ اُن کے ہاں بے ساختہ پن اور موسیقیت ہے۔ وہ دلائل اور براہین سے قاری کے ذہن پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ اس کے بیان میں زور اور جوش تھا جو سننے اور پڑھنے والوں کے دلوں پر اثر کرتا تھا۔

**تصانیف:** تصانیف میں سیرۃ النبی ﷺ، الفاروق، المامون، الغزالی، سوانح مولانا روم، سیرت النعمان، سیرت عائشہ سوانحی کتابیں ہیں جبکہ شعرالعجم موازنہ انیس و دبیر تنقیدی کتابیں ہیں۔ شاعری میں مثنوی صبح امید، قطعات اور دیوان شبلی شامل ہے۔

**وفات:** مولانا شبلی نعمانی 1914ء کو انتقال کر گئے۔

.....☆.....☆.....

## {مہدی آفادی}

**حالات زندگی:** مہدی آفادی 1875ء کو گورکھپور میں پیدا ہوئے۔ اس کا اصل نام مہدی حسن تھا۔ گورکھپور میں اس کا تعلق ایک شریف اور محترم گھرانے سے تھا۔ اس کے والد کا نام حاجی علی حسن تھا۔ مہدی نے اپنی ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور تین زبانوں فارسی، عربی اور اردو میں طاق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ ایک انگریزی سکول میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصے تک علی گڑھ میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے عملی زندگی کا آغاز کیا اور نائب تحصیلدار بن گئے لیکن وہ ایک نفیس اور پاکیزہ انسان تھے۔ ملازمت کے دوران بھی اہل قلم اور ادیبوں سے اس کے گہرے روابط تھے اور ہر وقت ان سے رابطے میں رہتے تھے۔ عظیم ہستیوں کے ساتھ اس کے ذاتی تعلقات تھے۔ ان ہستیوں میں سرسید احمد خان، حالی، شبلی، سید سلیمان ندوی اور عبدالماجد دریا آبادی قابل ذکر ہیں۔

**ادبی زندگی:** مہدی آفادی ایک ادیب تھے۔ اس نے اپنی ادبی زندگی میں جو مضامین لکھے وہ



ایک کتاب کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جو اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی نے ترتیب دیکر شائع کیا۔ مہدی کے مضامین اُس کے دل کی آواز ہیں۔ وہ جس چیز یا واقعے سے متاثر ہوئے اسے مضمون کی شکل دے دی اور دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کی۔

**طرز تحریر:** مہدی آفادی کی تحریروں میں ظرافت کی چاشنی بہت زیادہ ملتی ہے۔ وہ ایک زندہ دل انسان تھے خود ہنستے تھے، دوسروں کو ہنساتے تھے۔ اس کی تحریر میں روانی، شگفتگی اور سادگی ہے۔ خشک اور ادق مضامین کو بھی اپنی فطری خوش طبعی کی وجہ سے دلچسپی بنا دیئے ہیں۔ اس کا اسلوب بیان دلکش ہے۔ اپنے جمالیاتی نقطۂ نظر کی وجہ سے بہت پسند کیے گئے ہیں۔ اردو ادب میں اُس کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو اردو ادب میں رومانی تحریک کے بانی تھے۔

**تصانیف:** تصانیف میں مضامین کا ایک مجموعہ ''افاداتِ مہدی'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

**وفات:** 1941ء میں وفات پا گئے۔

.....☆.....☆.....

## {صلاح الدین احمد}

**حالات زندگی:** مولانا صلاح الدین احمد 25 مارچ 1902ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام احمد بخش تھا۔ اُن کی والدہ محترمہ شیخ عبدالقادر صاحب کی بیٹی تھی۔ اس نے پنجاب نیشنل کالج لاہور سے بی۔ اے کیا۔ زمانہ طالب علمی سے مولانا کی طبیعت ادب کی طرف راغب تھی۔ اس نے طالب علمی کے زمانے میں ایک رسالہ ''خیالستان'' جاری کیا۔ اس نے پولیس کی ملازمت بھی کی۔ تحریک آزادی میں بھی بھرپور حصہ لیا لیکن صحافت میں ایسے داخل ہوئے کہ زندگی بھر اس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ''ادبی دنیا'' کے نام سے لاہور سے ایک رسالہ جاری کیا۔ 1964ء میں ہوانا یونیورسٹی امریکہ میں ادیبوں کی کانفرنس میں شرکت کی۔

**ادبی خدمات:** مولانا صلاح الدین احمد کا اہم کارنامہ ''اکادمی پنجاب'' کا قیام ہے۔ اس انجمن کے تحت اُنہوں نے اردو کی قدیم اور نادر کتابوں کو از سرِ نو شائع کیا۔ وہ ''اردو پڑھو اور اردو بولو'' تحریک

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

کے سرخیل تھے جس کی وجہ سے اُنہیں بابائے اُردو بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے اقبال کی شاعری اور تعلیمات پر متعدد مضامین لکھے۔ جو اس کے مضامین کے مجموعے ''صریر خامہ'' کے پہلے حصے میں شامل ہیں۔ اس مجموعے کا دوسرا حصہ اردو افسانوی ادب اور تیسرا حصہ مولانا محمد حسین آزاد کی شخصیت، انشاء پردازی اور دوسرے ادبی کارناموں پر مشتمل ہے۔ یہی اُن کا سرمایہ حیات ہے۔ اپنی زندگی میں بہت سے رسائل اور جریدوں میں کام کیا اور اردو ادب کی ترویج اور ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔

**تصانیف:** تصانیف میں صرف ایک ضخیم کتاب ''صریر خامہ'' شامل ہے۔ جس میں اُن کی تمام ادبی تخلیقات موجود ہیں۔

**وفات:** 1964ء میں وفات پا گئے۔

☆.....☆

## {خواجہ حسن نظامی}

**حالات زندگی:** خواجہ حسن نظامی 1878ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس کا اصل نام سید علی حسن نظامی تھا۔ علامہ اقبال نے اسے خواجہ حسن نظامی کا نام دیا اور اسی نام سے مشہور و مقبول ہوئے۔ خواجہ صاحب ابھی گیارہ سال کے کمسن بچے تھے کہ ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور وہ یتیم و یسیر ہو گئے۔ بڑے بھائی نے اس کی پرورش کی۔ خواجہ صاحب کا تعلق ایک صوفی گھرانے سے تھا۔ اُنہوں نے روایتی علوم کے ساتھ ساتھ تصوف کی تعلیم بھی حاصل کی۔ دہلی کے مشہور تاجر کتب منشی غلام نظام الدین اس کے گہرے دوست تھے۔ اُن کی صحبت سے اس میں ادبی ذوق پیدا ہوا۔ اس نے اپنا پہلا مضمون ''انڈیا کی نازک حالت'' کے نام سے لکھا۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک اخبار ''پیسہ''، ''وکیل'' اور ''مخزن'' کے لیے مضامین لکھتے رہے۔

**ادبی خدمات:** 1911ء میں اس نے مصر، شام اور دیگر عرب ریاستوں کا دورہ کیا۔ اور حلقہ ''نظام المشائخ'' کے مقاصد کی ترویج کے لیے ''نظام المشائخ'' کے نام سے رسالہ جاری کیا۔ اُنہوں نے مختلف اوقات میں سو چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے تصنیف کیے اور اردو ادب کا دامن موتیوں سے بھر دیا۔

**طرز تحریر:** خواجہ حسن نظامی نے تصوف کے اسرار و رموز کو عام فہم بنانے کے لیے سادہ اور آسان



زبان کا استعمال کیا۔ انہوں نے ایسا دلکش طرز تحریر اور پیرایہ بیان اختیار کیا کہ خشک اور بے کیف اخلاقی اور روحانی مباحث تصوف اور فلسفے سے نکل کر ادب کا حصہ بن گئے۔ مقبولیت کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے ایک نیا اسلوب اختیار کیا۔ وہ صرف عوام کے لیے لکھتے تھے اور عام بول چال کی باتیں ضابطہ تحریر میں لاتے تھے۔ طرز تحریر میں وہ کسی کے مقلد نہ تھے۔ وہ محمد حسین آزاد کی طرح ثقیل اور مشکل الفاظ کے استعمال سے گریز کرتے تھے۔ اس کا مقصد لوگوں کو سمجھانا تھا۔ وہ اپنی بات سادہ، آسان اور عام فہم زبان میں کہتے تھے۔ اس کی زبان میں تصنع اور بناوٹ نہیں تھی۔

**تصانیف:** اُن کی تحریر کردہ کتابوں میں پیارہ دل، بیگمات کے آنسو بہادر شاہ کا روزنامچہ، سفر نامہ حجاز و مصر و شام، دہلی کی آخری شمع، انگریزوں کی بپتا، محرم نامہ، طمانچہ بہ رُخسار یزید، دہلی کی کہانیاں اور جگ بیتی شامل ہیں۔

**وفات:** 1955ء میں وفات پا گئے۔

☆.....☆

## {ڈاکٹر وزیر آغا}

**حالات زندگی:** ڈاکٹر وزیر آغا 1922ء کو سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی وہ اردو شاعری میں دلچسپی رکھتے تھے اور محمد دین تاثیر، میراجی اور ن۔ م۔ راشد سے بہت متاثر تھے۔ وزیر آغا تخلیقی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ نت نئے تجربات کر کے اسے مزہ آتا تھا۔

**ادبی خدمات:** ڈاکٹر وزیر آغا نے نظم گوئی شروع کی تو اس میں نت نئی جدتیں پیدا کیں۔ ادبی جریدے اوراق کے ایڈیٹر بنے تو اس کے ذریعے اردو ادب کی خدمت کی۔ یہ رسالہ تحقیقی اور تنقیدی مضامین کے لیے جانا جاتا تھا۔ ادبی حلقوں میں اس رسالے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اردو ادب کے انشائیہ نگار کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ انشائیہ اردو ادب میں ایک نئی صنف تھی۔ وزیر آغا نے اس نئی روز مشکل صنف پر طبع آزمائی کی اور اردو ادب کے لیے شاہکار انشائیے تخلیق کیے۔ وہ اردو ادب کے پہلے انشائیہ نگار ہیں۔ وزیر آغا سے پہلے انشائیے میں لوگ دلچسپی نہیں [illegible]

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

اس کے انشائیے شائع ہوئے تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور دوسرے ادیبوں نے بھی انشائیہ نگاری شروع کی۔ وہ بطور شاعر، نقاد، صحافی ایک اہم مقام کے مالک ہیں لیکن اس کی بڑی اور اہم خصوصیت انشائیہ نگاری ہے اور لوگ اسے انشائیہ نگار کے نام سے جانتے ہیں۔

**تصانیف:** وزیر آغا کی تصنیفات میں اردو شاعری کا مزاج گھاس پر تتلیاں، معانی اور تناظر، شام کی منڈھیر سے، لکیریں اور دائرے اور اردو ادب میں طنز و مزاح شامل ہیں۔

**وفات:** 2010ء کو وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {سعادت حسن منٹو}

**حالات زندگی:** سعادت حسن منٹو 1912ء کو ضلع لدھیانہ کے گاؤں سمبرالہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام غلام حسن تھا۔ ابتدائی تعلیم علاقے کے دستور کے مطابق گھر پر حاصل کی۔ پڑھائی میں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ سبق میں کمزور تھے اور اُردو میں اکثر فیل رہتے تھے لیکن طالب علمی کے زمانے سے اردو ادب کی طرف مائل تھے اور ادبی محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔

**ادبی خدمات:** سعادت حسن منٹو نے ادبی زندگی کا آغاز غیر ملکی کہانیوں کے تراجم سے کیا۔ وہ غیر ملکی زبانوں کی کہانیاں اردو میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ لیکن بہت جلد خود کہانی لکھنے پر قدرت حاصل کی اور کہانیاں لکھنے لگے۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور فلموں کے لیے بھی کہانیاں لکھتے تھے اور اسے ذریعۂ معاش بنا لیا تھا۔ جب پاکستان بنا، تو بمبئی چھوڑ کر لاہور آ گئے۔ منٹو اردو ادب کے اہم افسانہ نگار ہیں لیکن ادبی حلقوں میں اُن کی شخصیت کسی قدر متنازعہ ہے۔ ادبی حلقے انہیں ایک ترقی پسند ادیب اور افسانہ نگار کہتے ہیں لیکن خود ترقی پسند اس کی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ انسان، زندگی اور انسانی نفسیات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اُنہوں نے تلخ حقیقتوں کو موضوع بنا کر افسانے لکھے۔ جسے پڑھ کر لوگ دم بخود رہ گئے۔ وہ حساس طبیعت کے مالک تھے۔ اُس کا مشاہدہ باریک تھا، وہ ایک ایسا فنکار تھا جس نے افسانہ نگاروں کے ایک بڑے حلقے میں اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھی۔

**تصانیف:** سعادت حسن منٹو کی تصانیف میں منٹو کے افسانے، دھواں لذت سنگ، چغد، ٹھنڈا گوشت، یزید،



نمرود کی خدائی اور بادشاہت کا خاتمہ قابل ذکر ہیں۔

**وفات:** سعادت حسن منٹو 1955ء میں وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {غلام عباس}

**حالات زندگی:** غلام عباس 1909ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ ابتدائی تعلیم دیال سنگھ ہائی سکول لاہور سے حاصل کی اور لاہور ہی میں زندگی بسر کرتے رہے۔ عملی زندگی کا آغاز مختلف رسائل کی ادارت سے کیا۔ اس کے بعد محکمہ تعلقات عامہ میں ملازم ہو گئے لیکن کچھ عرصے بعد اس ملازمت کو چھوڑ کر بی۔ بی۔ سی لندن کے خبر رسان ادارے سے منسلک ہو گئے۔ اسے گٹار بجانے کا بہت شوق تھا۔ موسیقی سے خاص لگاؤ تھا۔ وہ شطرنج کے بہترین کھلاڑی بھی تھے۔ غلام عباس ترکی ادب سے بہت متاثر تھے۔ ادبی خدمات کے صلے میں حکومت پاکستان نے اسے ''ستارۂ امتیاز'' عطا کیا۔ اس نے کامیاب اور باوقار زندگی گزاری۔

**ادبی خدمات:** غلام عباس ابتداء ہی سے اردو ادب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ ابھی بچے تھے کہ مشہور افسانہ نگاروں اور ناول نگاروں کے ناول اور افسانے پڑھ چکے تھے۔ جن میں پنڈت رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر مرزا ہادی رسوا اور حسن نظامی شامل ہیں۔ وہ افسانے کی باریکیوں سے واقف تھے۔ اس لیے اس نے بہت افسانہ نگاری میں اپنا لوہا منوایا اور جدید افسانہ نگاروں کے صف میں شامل ہو گئے۔ غلام عباس نے افسانہ نگاری شروع کی تو اس دور میں انگریزی تعلیم اور معاشرت اپنی جڑیں پکڑ چکی تھیں اور معاشرہ کشمکش کا شکار تھا۔ ایسے واقعات رونما ہو رہے تھے جو روایت پسند لوگوں کے برداشت سے باہر تھے اور بعض لوگوں اور ادیبوں نے اس کے خلاف کھلم کھلا آواز اُٹھائی۔ غلام عباس نے بڑی خوبصورتی اور غیر جذباتی انداز میں اس معاشرے کی عکاسی کی۔ غلام عباس نے اپنے افسانوں کے لیے نئے اور اچھوتے موضوعات کا انتخاب نہیں کیا بلکہ عام موضوعات جن میں گرے پڑے، غریب اور غیر اہم لوگ شامل ہیں۔ اُن پر افسانے لکھے لیکن اس نے اندازِ بیان میں جو جدت پیدا کی، اس کی بہترین مثال افسانہ ''آنندی'' ہے۔ غلام عباس معمولی کو غیر معمولی بنانے میں کمال رکھتے تھے۔ وہ جذبات کا

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

غلام نہیں، جذبات اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیئے۔ غیر جانبداری سے کام لیتے ہیں۔

**طرز تحریر:** غلام عباس کی طرز تحریر سادہ اور رواں ہے۔ آسان اور عام فہم زبان لکھتے ہی، روزمرہ کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

**تصانیف:** غلام عباس کی تصانیف میں آنندی، جاڑے کی چاندنی کن رس، دھنک اور گوندنی والا تکیہ شامل ہیں۔

**وفات:** 1982ء میں وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {احمد ندیم قاسمی}

**حالات زندگی:** احمد ندیم قاسمی 1916ء کو تحصیل خوشاب کے قصبہ انگہ میں پیدا ہوئے۔ اس کے والد کا نام پیر غلام نبی تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں انگہ میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے بہاولپور چلے گئے اور صادق ایجرٹن کالج بہاولپور سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ عملی زندگی کا آغاز محکمہ آبکاری میں سب انسپکٹر کی حیثیت سے کیا۔

**ادبی خدمات:** احمد ندیم قاسمی ایک بلند پایہ شاعر منفرد افسانہ نگار ممتاز صحافی اور نقاد تھے۔ وہ اپنے چچا خان بہادر حیدر شاہ سے بہت متاثر تھے جو علامہ اقبال کے کلاس فیلو رہے تھے۔ چچا کے طفیل ادب سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ ندیم نے کئی ادبی رسالے شائع کیے۔ جن میں پھول، تعلیم نسواں، نقوش، سحر، فنون اور روزنامہ امروز شامل ہیں۔ رسالہ ''فنون'' میں اس نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے وہ جوہر دکھائے کہ یہ رسالہ اس کی شخصیت کا پہچان بن گیا۔ ندیم نے اخباروں کے لیے کالم بھی لکھے۔

بدنصیب بت تراش ندیم صاحب کا پہلا افسانہ ہے۔ اس نے اپنے افسانوں میں دیہات میں رہنے والے تمام لوگوں کی عکاسی کی ہے اور اُن کی زندگی اور طور طریقوں کو اُجاگر کیا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں لیکن زندگی کی سہولیات سے اکثر محروم رہتے ہیں۔ ندیم نے دیہاتی لوگوں کے انہی مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ اُن کے افسانوں میں حقیقی زندگی کا عکس ملتا ہے۔ وہ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ افسانہ نگاری سے اُس کی شاعرانہ عظمت میں کبھی نہیں آئی۔ وہ ایک کلاسیکی شاعر



ہیں لیکن جدید رنگ بھی جگہ جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔

**طرز تحریر:** ندیم کی تحریر سادہ اور رواں ہے۔ عام لوگوں کے لیے لکھتے ہیں۔ نظم اور نثر دونوں میں موسیقیت ہے۔ مکالماتی انداز زیادہ اختیار کرتے ہیں۔

**تصانیف:** احمد ندیم قاسمی کے نثری تصانیف میں چوپال، بگولے، طلوع و غروب، گرداب، آنچل، سیلاب، در و دیوار، سناٹا، بازارِ حیات، در دحنا، گھر سے گھر تک، کپاس کا پھول، نیلا پتھر شامل ہیں۔

شعری تصانیف میں دھڑکنیں، رم جھم، شعلۂ گل، دشت وفا، محیط، دوام اور لوح خاک اور بسیط وغیرہ شامل ہیں۔

**وفات:** 2006ء میں وفات پا گئے۔

## {شوکت صدیقی}

**حالات زندگی:** شوکت صدیقی 1923ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان لکھنو ہائی سکول سے پاس کیا۔ ایم۔ اے کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ جب پاکستان بنا تو لاہور تشریف لے آئے لیکن پھر کراچی میں مستقل رہائش اختیار کی۔ صحافت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ وہ جن اخباروں اور رسالوں سے منسلک رہے۔ اُن میں ترکش، جدید ادب، فیض آباد، ٹائمز آف کراچی، مارننگ نیوز اور الفتح قابل ذکر ہیں۔

**ادبی خدمات:** شوکت صدیقی زمانہ طالب علمی سے اردو ادب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے کیا۔ جب اس کا پہلا مجموعہ شائع ہوا۔ تو اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ افسانہ نگار کی حیثیت سے اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ وہ بیک وقت ناول نگار، افسانہ نگار صحافی اور کالم نویس تھے۔ ادبی خدمات کے صلے میں اسے ''تمغہ حسن کارکردگی'' اور ''لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔ ناول کے فنی اور فکری ارتقاء میں شوکت صدیقی نے نمایاں کام کیا۔ اس کا ایک ناول ''خدا کی بستی'' بہت مشہور ہوا۔ جس پر اُسے آدم جی ایوارڈ دیا گیا۔ حقیقت نگاری اس کی کامیابی کا راز ہے۔ اس نے معاشرے کے تلخ حقائق اور مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ افسانوں میں اس نے خوب کردار نگاری کی۔ شوکت صدیقی کے افسانوں کے کردار ہماری جیتی جاگتی زندگی میں اردگرد موجود ہیں۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**طرز تحریر:** وہ سلجھی ہوئی اور سادہ زبان لکھتے ہیں۔ جسے عام لوگ آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔اس کی ہر بات صاف اور واضح ہوتی ہے۔ اُن کی تحریروں میں جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور مکالمہ نگاری کے بہترین مرقعے جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔

**تصانیف:** شوکت صدیقی کی تصانیف میں تیسرا آدمی، اندھیرا اور اندھیری راتوں کا شہر، کیمیا گر، کمین گاہ، خدا کی بستی، جانگلوس، چار دیواری، نانتیا شریف آدمی، رات کی آنکھیں اور کوکا بیلی شامل ہیں۔

## {اشفاق احمد}

**حالات زندگی:** اشفاق احمد 22 اگست 1925ء کو مکسر ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ 1950ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم کیا۔ اور دیال سنگھ کالج لاہور میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ 1952ء میں روم یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر تعینات ہوئے اور ریڈیو روم سے پاکستان کے لیے اردو نشریات کے پروگرام نشر کرتے رہے۔ 1954ء میں ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔ پھر رسالہ ''داستان'' نکالا اور کچھ عرصے رسالہ ''لیل ونہار'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آخر میں مرکزی بورڈ لاہور کے ڈائریکٹر بنے۔

**ادبی خدمات:** آپ کے افسانوں کا مجموعہ ''ایک محبت سو افسانے'' ہیں۔ آپ ایک ناولٹ اور ''مہمان بہار'' کے بھی مصنف ہیں۔ ''آبلے پھول'' کے نام سے ایک اور مجموعہ زیر طباعت ہے۔

**طرز نگارش:** اشفاق کا طرز تحریر سادہ اور عام فہم ہے۔ اُس کی تحریر پڑھنے سے قاری اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا اور نہ کسی اُلجھن میں پڑتا ہے۔ تشبیہات واستعارات سے گریز کرتے ہیں۔ اُن کی تحریر شگفتہ ہے۔ ثقیل الفاظ استعمال نہیں کرتے۔ اُن کے موضوعات میں تنوع اور کہانی میں خاص اثر ہے۔ مزاح نگاری بھی خوب کرتے ہیں۔ معاشرے کی ناہمواریوں کو انہوں نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔

**محبت اور شگفتگی:** محبت اشفاق احمد کے افسانوں کا خاصی موضوع ہے۔ انہوں نے افسانوں میں محبت کو اتنے رنگوں میں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا اس میں فرسودگی محسوس کرنے کے بجائے زندگی کی سب سے بڑی حقیقت سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اشفاق احمد کے افسانے موضوعات کی دلچسپی اور شیرینی کے علاوہ قارئین کو متاثر کرتے ہیں۔ افسانے کی پوری فضا میں شگفتگی ہوتی ہے۔ سیدھی سادی بات



شاعرانہ انداز میں کہنے کے عادی ہیں۔ اُس کا ریڈیو پروگرام ''تلقین شاہ'' تیس سال تک ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتا رہا۔ جو سامعین میں بے حد مقبول رہا۔

**تصانیف:** اشفاق احمد کی تصانیف میں زاویہ، ایک محبت سو افسانے، گڈریا، من چلے کا سودا، حیرت کدہ، سفر در سفر، توتا کہانی اور ایک محبت سو ڈرامے قابل ذکر ہیں۔

.....☆.....☆.....

## {الطاف فاطمہ}

**حالات زندگی:** الطاف فاطمہ 1929ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم لکھنؤ ہی میں حاصل کی۔ جب پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو اپنے پورے خاندان کے ساتھ پاکستان چلی آئی اور لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا اور پھر بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی اور درس وتدریس کے شعبے سے منسلک ہو کر پڑھانے میں مشغول ہو گئیں۔ پہلے اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور اور پھر اپوا گرلز کالج لاہور میں اردو ادب کی لیکچرار کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتی رہی۔ اب ملازمت سے ریٹائر ہو چکی ہیں اور لاہور میں زندگی کے آخری ایام گزار رہی ہے۔

**ادبی خدمات:** الطاف فاطمہ لاہور میں رہتی تھی لیکن ادبی سرگرمیوں اور مجلسوں سے ہمیشہ دور رہیں۔ ادبی مجلسوں میں عدم شرکت کے باوجود اردو زبان وادب پر پورا عبور رکھتی تھیں۔ وہ اردو ادب کی استاد تھیں۔ اس لئے ادب کی فنی باریکیوں کا ادراک رکھتی تھی۔ آزادی کی تحریک میں مسلمانوں نے جو قربانیاں دیں اسے بچشم خود دیکھا۔ مہاجرین کی پاکستان آمد اور اُن کی آبادکاری کے مشکل مرحلے سے خود گزری۔ آزادی کی تحریک میں لاکھوں لوگ جس قسم کی صورتحال سے دوچار ہوئے اُن کو احاطہ تحریر میں لانے کے لیے برصغیر کے ادیبوں نے افسانوں کا سہارا لیا۔ الطاف فاطمہ بھی ایسے ہی افسانہ نگاروں میں شامل تھیں۔ وہ ایک دردمند دل رکھتی تھی۔ اس کے افسانوں میں عام معاشرتی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں وہ تجاویز بھی ملتی ہیں جن کے ذریعے ہم ان مسائل پر قابو پا سکتے ہیں۔ الطاف فاطمہ سلیس اور آسان زبان لکھتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جملوں کا استعمال کرتی ہے۔ قاری کے لیے اُلجھن پیدا نہیں کرتی۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**تصانیف:** اس کی تصانیف میں نشانِ محفل، دستک نہ دو، چلتا مسافر، وہ جسے چاہا گیا، جب دیواریں گریہ کرتی ہیں اور تارِ عنکبوت شامل ہیں۔

☆.....☆

## {فرحت اللہ بیگ}

**حالاتِ زندگی:** مرزا فرحت اللہ بیگ دہلی کے محلہ چوڑی والاں میں 1883ء میں پیدا ہوئے۔ اس کے والد کا نام مرزا حشمت اللہ بیگ تھا۔ کمسنی میں اس کی والدہ فوت ہو گئیں اور اس کی پھوپھی حسن جہاں بیگم نے اس کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور سینٹ سٹیفنز کالج سے بی۔ اے کیا۔ ایک بار ملازمت کے سلسلے میں حیدر آباد گئے اور وہی سکونت اختیار کی۔ اس نے چالیس سال حیدر آباد (دکن) میں گزارے۔ وہ پرانی روایتوں سے پیار کرتے تھے اور اپنی تحریروں میں پرانی تہذیب کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

**ادبی خدمات:** اردو نثر کی تاریخ میں مرزا فرحت اللہ بیگ کو ایک مزاح نگار کی حیثیت سے نہ صرف اولیت حاصل ہے۔ بلکہ اُنہوں نے اس صنف ادب کو اونچے مقام پر پہنچایا۔ حیدر آباد کے ادبی ماحول میں اس کا علمی اور ادبی ذوق اور بھی نکھر گیا۔ طبع زاد مضامین کے علاوہ مرزا صاحب نے تنقید و تحقیق میں بھی بہت کام کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے یقین کا دیوان مرتب کیا اور دیوان نظیر پر ایک جامع اور مبسوط مقالہ تحریر کیا۔ درحقیقت مرزا صاحب ایک بلند مرتبہ مزاح نگار ہیں۔ اُن کے عظیم ادبی شہ پارے ''نذیر احمد کی کہانی'' آخرت وصیت'' پرانی تہذیب کی فکر، دادا جان کا پارلیمنٹ میں جانا، دلی کا آخری یادگار مشاعرہ اور پھول والوں کی سیر نفاست، لطافت اور مزاح نگاری کے بے مثال نمونے ہیں۔

**طرزِ تحریر:** مرزا صاحب کا اسلوب تحریر انتہا کی صاف، سادہ اور پُرکشش ہے۔ ہلکی پھلکی ظرافت لکھتے ہیں لیکن سنجیدہ ظرافت کو اس قدر شیرین بیانی سے ادا کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کے ذہن پر اس کا اثر نقش دوام بن جاتا ہے۔ مرزا صاحب ہر پیراگراف میں ایک نئے مزاح کا نمونہ پیدا کرتے ہیں۔ دہلی کی ٹھیٹھ بامحاورہ زبان پر اُسے عبور حاصل ہے۔

**تصانیف:** مرزا فرحت اللہ بیگ کی تصانیف میں مضامین فرحت دلی کا یادگار مشاعرہ ''نذیر احمد کی



کہانی کچھ اُن کی کچھ میری زبانی'' شامل ہیں۔

☆.....☆

## {چراغ حسن حسرت}

**حالاتِ زندگی:** چراغ حسن حسرت 1902ء کو کشمیر کے علاقے بارہ مولا میں پیدا ہوئے۔ مقبوضہ کشمیر کے مشہور شہر جموں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے لاہور چلے گئے۔ یہاں جن لوگوں کے ساتھ اُن کا تعلق تھا وہ صحافت کے پیشے سے منسلک تھے۔ اُن کی دیکھا دیکھی وہ بھی صحافی بن گئے۔ اس نے مختلف اخبارات میں کام کیا اور اخباروں میں ''سند باد جہازی'' کے نام فکاہیہ کالم لکھے۔ ان کالموں میں حسرت کی فکری صلاحیتیں کھل کر سامنے آئیں۔ مختلف اخبارات میں کام کرتے کرتے بالآخر روزنامہ ''امروز'' سے وابستہ ہوئے اور آخر دم تک اس اخبار میں کام کرتے رہے۔

**ادبی خدمات:** چراغ حسن حسرت ایک نامور صحافی اور مقبول عام مزاح نگار تھے۔ ہم مضامین حسرت کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک اُن کے وہ مضامین جو اخباروں میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔ دوسرے وہ سوانحی اور شخصی خاکے ہیں جو مختلف شخصیات کے تعارف کے طور پر اس نے تحریر کیے۔ دونوں میں اس کی روایتی ظرافت موجود ہے۔ اس نے فکاہیہ کالم نویس سے اخبارات کی دنیا میں ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی۔ اُن کے ان کالموں کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور لوگ اسے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

**طرزِ تحریر:** حسرت کا اسلوب تحریر سادہ، رواں اور سلیس ہے۔ الفاظ و تراکیب کے استعمال پر اسے عبور حاصل ہے۔ الفاظ میں مزاح پیدا کرنے کا گُر جانتے ہیں۔

**تصانیف:** اُن کی تصانیف میں فکاہیات، حرف و حکایت، کیلے کا چھلکا، جدید جغرافیہ پنجاب اور مردم دیدہ قابل ذکر ہیں۔

☆.....☆

## {فارغ بخاری}

**حالاتِ زندگی:** سید میر اکبر شاہ بخاری 1918ء کو تاریخی شہر پشاور میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے وہ

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

ایک انقلابی انسان تھے۔ ابھی تیرہ سال عمر تھی کہ نوجوانوں کی ایک سیاسی تنظیم ''نوجوان بھارت سبھا'' میں شامل ہو گئے۔ یہ ایک شدت پسند تنظیم تھی اور آزادی کی خاطر ہر مشکل کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہتی تھی۔ تحریک آزادی کے دوران فارغ بخاری کئی بار گرفتار ہو کر قید کر دیئے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی جمہوریت اور اظہار رائے کی آزادی کے لیے مسلسل جدوجہد کرتے رہے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ضیاء جعفری کے قائم کردہ ''دائرۂ ادبیہ'' سے ہمیشہ وابستہ رہے اور اردو زبان و ادب کی خدمت کرتے رہے۔

**ادبی خدمات:** فارغ بخاری ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ سکالر بھی تھے۔ ''انجمن ترقی پسند مصنفین'' کے بانیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس نے صحافت کے میدان میں بھی بہت کام کیا اور رضا ہمدانی کے ساتھ مل کر ماہنامہ ''سنگ میل'' جاری کیا۔ فارغ بخاری نے پشتو زبان و ادب اور ثقافت پر بھی بہت کام کیا اور اس سے متعلق متعدد کتابیں لکھیں۔ جن میں ادبیات سرحد، پشتو لوک گیت، سرحد کے لوک شاعر، پشتو شاعری اور پشتو نثر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اُن کے شعری مجموعے زیر و بم، شیشے کے پیراہن، خوشبو کا سفر، پیاسے ہاتھ، غزلیہ اور بچھڑا ساول ہیں۔ 1995ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے اُن کی ادبی خدمات کے صلے میں صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی عطا کیا گیا۔

**تصانیف:** فارغ بخاری کی تصانیف میں باچا خان، البم اور برات عاشقاں قابل ذکر ہیں۔

.....☆.....☆.....

## {پطرس بخاری}

**حالات زندگی:** اصل نام احمد شاہ اور ادبی نام پطرس ہے۔ 1898ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ایف۔اے کا امتحان پشاور میں پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے اور انگریزی میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔ پھر پرنسپل بنا دیئے گئے۔ آل انڈیا ریڈیو میں بطور ڈائریکٹر جنرل کام کیا۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب بھی رہے۔ باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ ہر محفل پر حاوی ہونے کا فن جانتے تھے۔ اردو افسانہ اگر پریم چند کے بغیر نامکمل ہے تو اردو کا مزاحیہ ادب پطرس بخاری کے بغیر پھیکا اور ادھورا ہے۔



**انداز تحریر:** پطرس کی تحریروں میں رعنائی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ طنز اور تمسخر سے پاک خالص مزاح کے دلدادہ ہیں۔ خود پر ہنستے ہوئے لوگوں کو بھی اس ہنسی میں شامل کر دیتے ہیں۔ ظرافت میں متانت اس کا خاص انداز ہے۔

**آفاقیت:** پطرس کی تحریروں میں آفاقیت پائی جاتی ہے وہ کسی خاص نسل، قوم یا ماحول کی عکاسی نہیں کرتے بلکہ ہر علاقے، قوم اور ماحول سے متعلق اظہار خیال کرتے ہیں۔

**جزئیات نگاری:** وہ ہر مذہب، عمر اور رنگ و نسل کے انسانوں کی نفسیات سے واقف تھے۔ اُن کی کمزوریوں، ناہمواریوں اور خامیوں کا ادراک رکھتے تھے اور اسے مزاحیہ انداز میں پیش کرنے کا فن بھی جانتے تھے۔

**پیروڈی:** پطرس تحریف نگاری یا پیروڈی کے بادشاہ کہلاتے ہیں۔ پطرس نے تحریف نگاری سے بہت کام لیا ہے۔ کسی کا خاکہ اُڑانا مشکل کام ہے۔ لیکن پطرس اس فن میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ پیروڈی میں پطرس کا انداز تمام مزاح نگاروں سے الگ ہے۔

**انگریزی ادب کا اثر:** پطرس انگریزی کے استاد تھے۔ انگریزی زبان پر اسے عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے انگریزی ادب سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ اُن کی تحریروں میں انگریزی ادب کے اثرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔

**کردار نگاری:** بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فرحت اللہ بیگ اپنے مضامین کے لیے مواد مردہ لوگوں سے حاصل کرتے ہیں۔ رشید احمد صدیقی شعر و ادب سے اور پطرس بخاری زندہ لوگوں سے۔ پطرس بات سے بات پیدا کرنے کا ماہر ہیں۔

**سادگی:** پطرس کا انداز بیان سادہ اور عام فہم ہے۔ رشید احمد صدیقی کی طرح پہیلیاں نہیں بجھواتے۔ تصنع اور بناوٹ سے کام نہیں لیتے۔ عام تعلیم یافتہ آدمی بھی اس کے کلام سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ وہ ایک بہترین استاد، بہترین ادیب اور بہترین انسان تھے۔

**تصانیف:** مضامین پطرس اُن کے مضامین کا مجموعہ ہے۔

**وفات:** 1958ء میں نیویارک میں انتقال کر گئے اور وہی دفن ہوئے۔

.....☆.....☆.....

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

## {مشتاق احمد یوسفی}

**حالات زندگی:** مشتاق احمد یوسفی راجستھان کی ایک مسلم ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور عربی، فارسی اور دینیات پڑھی۔ بی۔اے کی ڈگری آگرہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ چلے گئے اور وہاں سے فلسفہ میں ایم۔اے کیا۔ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو پاکستان چلے آئے اور کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اُنہوں نے عملی زندگی کا آغاز بنک سے کیا اور ملازمت کے دوران مختلف بنکوں میں کام کیا اور بطور چیئرمین پاکستان بینکنگ کونسل اپنے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور کراچی میں رب ریٹائر زندگی گذار رہے ہیں۔

**ادبی خدمات:** مشتاق احمد یوسفی خالص مزاح نگار ہیں۔ مزاح نگاری میں اس کا ایک بلند مقام ہے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے طالب علم ہونے کی وجہ سے یوسفی ایک خاص سلیقے اور رکھ رکھاؤ کے مالک ہیں۔ اعلیٰ تہذیبی شعور اور مذاق سلیم اُن کے خاص اوصاف ہیں اور انہی اوصاف کی بنیاد پر اُن کی مزاح استوار ہے۔ یوسفی کی تحریروں میں اُن کے گہرے سماجی شعور کا پتہ چلتا ہے۔ اُن کی تحریریں ہمیں نہ صرف مسکرانے پر مجبور کرتی ہیں بلکہ سوچ و بچار کے مواد بھی مہیا کرتی ہیں۔ یوسفی نے زندگی کے عام کرداروں کو موضوع بنایا ہے۔ وہ ایسے موضوعات اور مضامین کا انتخاب کرتے ہیں جن کو لوگ کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے اور اسے معمولی اور حقیر سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یوسفی ان افتادہ اور ناقابل توجہ چیزوں میں مزاح تلاش کرتے ہیں۔

**طرز تحریر:** مشتاق احمد یوسفی کی زبان صاف، سادہ اور آسان ہے۔ الفاظ کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ وہ لفظوں سے مزاح پیدا کرنے کے ماہر ہیں۔ دراصل یہ الفاظ کا انتخاب ہی ہے جو پڑھنے کے دوران قارئین کو مسلسل ہنسنے پر مجبور کرتے ہیں۔

**تصانیف:** مشتاق احمد یوسفی کی تصانیف میں حاکم بدہن، چراغ تلے، زرگذشت اور آب گم شامل ہیں۔

.....☆.....☆.....



# شعراء کی حالات زندگی اور تنقیدی نوٹس

## {علامہ محمد اقبال}

علامہ محمد اقبال 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ اس کا مشن ہائی سکول میں میر حسن کے شاگرد رہے۔ اور عربی فارسی زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ سیالکوٹ میں ایف۔اے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ پروفیسر ارنلڈ کی صحبت کی وجہ سے فلسفہ کا شوق پیدا ہوا۔ 1905ء میں انگلینڈ سے بیرسٹری اور اس کے بعد جرمنی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ شاعری میں غالبؔ اور داغؔ دہلوی سے متاثر تھے۔ شاعری کی ابتداء غزل سے کی۔ بعد میں روایتی غزل کو خیر باد کہہ کر اپنی شاعری مسلمانوں کی اصلاح کے لیے وقف کر دی۔ اس کا نثری سرمایہ بہت کم ہے تاہم اس کے خطوط نثر اردو کا گرانقدر سرمایہ ہے۔

### ادبی خدمات اور خصوصیات:

**فلسفۂ زندگی:** اقبال کے نزدیک زندگی عمل، حرکت اور جدوجہد کا نام ہے۔ مسلسل محنت میں انسان کی ترقی کا راز ہے۔ جمود اور سکون موت ہے۔

**فلسفۂ عشق:** عشق کا فلسفہ اقبال کے ہاں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال کے خیال میں عشق ہی وہ واحد جذبہ ہے جو انسان میں عمل کی قوت پیدا کرتا ہے۔

**فلسفۂ خودی:** خودی خالق کائنات سے عشق اور مخلوق سے بے نیازی کا نام ہے۔ خودی کی قوت انسان میں خدائی صفات پیدا کرتی ہے۔ خوددار انسان شکست تسلیم نہیں کرتا۔ صرف ایک سجدہ کر کے ہزار سجدوں سے نجات حاصل کرتا ہے۔

**توحید:** اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے اللہ کی وحدانیت کا درس دیا کیونکہ توحید کے بغیر انسان

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

میں خودی اور عشق کا جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا۔

**مردِ مومن:** اقبال نے قرآن سے استفادہ کر کے اپنی شاعری میں مردِ مومن کے صفات بیان کیے۔ مردِ مومن کو شاہین سے تشبیہ دیکر اسے خدائی صفات کا حامل قرار دیا۔

**اسلوب:** اقبال کے کلام میں فارسی اور عربی تراکیب بکثرت موجود ہیں۔ جس کی وجہ سے کلام میں رنگینی اور مشکل پسندی کا احساس ہوتا ہے۔ بقول اقبال ''میرا کلام عام لوگوں کے لیے نہیں ہے'' علامہ نے اپنے کلام میں کائنات کی خوب منظر کشی کی ہے۔ منظر نگاری میں وہ دوسرے شعراء پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس کے اشعار میں ترنم اور موسیقیت ہے۔ تشبیہات اور استعارات سے کلام کو مزین کیا ہے۔ قرآن وحدیث کے حوالے جگہ جگہ موجود ہیں۔

**تصانیف:** بانگِ درا، بالِ جبریل، ارمغان حجاز، ضربِ کلیم، پیامِ مشرق، زبورِ عجم، جاوید نامہ، اسرار خودی، رموزِ بے خودی پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق، مسافر اور علم الاقتصاد (نثر) اقبال کی تصانیف ہیں۔

.....☆.....☆.....

## {اختر شیرانی}

**حالاتِ زندگی:** اختر شیرانی کا اصل نام محمد داؤد خان تھا۔ اس کا تعلق پختونوں کے مشہور قبیلے ''شیرانی'' سے تھا۔ آپ کے والد کا نام حافظ محمود خان شیرانی تھا۔ جو بڑے عالم اور فاضل انسان تھے۔ اختر شیرانی 1905ء میں ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں وہ لاہور چلے آئے اور یہاں کی ادبی و علمی اور شعری مجلسوں میں اس کا دل لگ گیا اور ساری عمر یہاں رہے۔ انہوں نے لاہور میں منشی فاضل، ادیب فاضل اور میٹرک کے امتحانات پاس کیے۔ اُنہیں اردو کے علاوہ عربی اور فارسی زبان پر خاص عبور حاصل تھا۔

**کلام کی خصوصیات:** اردو کے رومانوی شعراء میں اختر شیرانی کا نام سرفہرست ہے۔ اُن کی پرورش باپ کے زیرِ سایہ ادبی ماحول میں ہوئی۔ اس کی شاعری میں مخصوص رومانوی نقطہ نظر ملتا ہے۔ مال سے گریز اور فرار کا رجحان نمایاں ہے۔ زندگی کے ٹھوس حقائق کا سامنا کرنے کے بجائے وہ



اپنی تخیلی دنیا میں پناہ لیتے ہیں۔ یہ دنیا اُن کے رومانوی تصورات پر پورا نہیں اُترتی۔ یہاں مکر و فریب اور خود غرضی ہے۔ تصنع اور بناوٹ سے اس کی طبیعت رکھتی ہے۔

اختر کی شاعری کا محور عورت ہے۔ اُن کے ہاں عورت کا تصور روایتی شاعری کے تصور سے الگ ہے۔ اختر اشاروں کنایوں میں بات کرنے کے بجائے بڑی دلیری اور والہانہ انداز میں اپنی محبوبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی شاعری میں چند مخصوص کردار بھی نظر آتے ہیں۔ ان میں عذرا، سلمیٰ اور ریحانہ اس کے آئیڈیل کردار ہیں۔ رومانوی شاعر ہونے کا مطلب بظاہر حسن و عشق کی باتیں کرنا ہے لیکن رومانیت ایک تحریک اور ایک طرزِ احساس کا نام بھی ہے جو کلاسیکیت سے اپنی راہیں جدا رکھتی ہیں۔ وہ روایت سے فرار چاہتے ہیں اور نئی دنیاؤں کی تلاش میں رہتے ہیں اور ادب برائے ادب کے قائل ہوتے ہیں۔ اختر شیرانی کو بلاشبہ اردو کا نمائندہ رومانوی شاعر قرار دیا جاسکتا ہے۔

**تصانیف:** ''صبح بہار'' اُن کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کی مشہور نظموں میں جوگن، تیتری، انجام ہستی، حسن معصوم، بستی کی لڑکیوں میں اور اے عشق کہیں لے چل شامل ہیں۔

**وفات:** 1948ء کو وفات پا گئے۔

.....☆.....☆.....

## {جوش ملیح آبادی}

**حالاتِ زندگی:** شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی 1898ء کو بمقام ملیح آباد پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد کابل سے ہندوستان آئے تھے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ نسلاً آفریدی پٹھان تھے۔ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے علی گڑھ گئے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ تقسیمِ ہند کے بعد ہندوستان میں ''آج کل'' کے ایڈیٹر تھے۔ 1956ء میں پاکستان آگئے اور ترقی اردو بورڈ سے منسلک ہوگئے۔

**کلام کی خصوصیات:** شاعرِ شباب اور شاعرِ انقلاب جوش ملیح آبادی بنیادی طور پر رومانی شاعر ہیں۔ رومانیت کی کئی اہم خصوصیات ہیں مثلاً انفرادیت، شدید جذباتیت و تخیلیت، حال سے بے اطمینانی، ایک حسین و رنگین دنیا کی تعمیر کی خواہش، لذتیت، حسن پرستی اور فطرت پرستی اُن کی گھٹی میں پڑی

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

تھیں۔ اُن کی انقلابیت بھی حکیمانہ و مفکرانہ یا نظریاتی نصب العین نہیں بلکہ جذباتی اور رومانی ہے۔ وہ اپنے سماجی اور سیاسی ماحول کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں اور سارے نظام کو بدل کر رکھ دینا چاہتے ہیں۔ جوش کا جذباتی رویہ بہت تند و تیز ہے۔ اُن کا عمرانی شعور انسان دوستی، مظلوم کسان اور مزدور سے ہمدردی اور تحریک آزادی کی بھرپور حمایت اُن کی انقلابیت کی مثبت بنیادیں ہیں۔ فطرت پرستی میں وہ ''روسو'' کے ہم خیال ہیں۔ روسو کی طرح وہ جدید تہذیب سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

جوش نے حسن و عشق کے راگ جس طرح الاپے ہیں اور شراب اور عورت اور فطرت کی جس طرح مداحی کی ہے اس میں شیرینی اور حسن ہے۔

**اسلوب:** جوش کے کلام میں زور ہے۔ اس کے قدرت بیان سے کوئی غیر متاثر نہیں رہ سکتا۔ اس کے کلام میں تشبیہات و استعارات کا بھرمار ہے۔ اُنہیں زبان پر بڑی قدرت حاصل ہے۔ اُن کے پاس اتنا ذخیرہ الفاظ ہے کہ اس ضمن میں اس کے ہم عصروں میں سے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس نے فطرت کے مناظر پر بھی نظمیں لکھیں اور خوب منظر کشی کی۔

**تصانیف:** جوش ملیح آبادی کے شعری مجموعوں میں روح ادب، نقش و نگار، شعلہ و تبسم، فکر و نشاط، حرف و حکایات، آیات و نغمات، سیف و سبو، عرش و فرش اور یادوں کی بارات (خود نوشت) شامل ہیں۔

**وفات:** 1982ء کو وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {میراجی}

**حالات زندگی:** اس کا اصل نام محمد ثناء اللہ ڈار اور میراجی تخلص تھا۔ اُن کے آباؤ اجداد کا تعلق کشمیر سے تھا۔ جو ڈوگرہ راج کے مظالم سے تنگ آ کر گوجرانوالہ ہجرت کر گئے تھے۔ جبکہ میراجی لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کے والد کا نام منشی مہتاب الدین تھا۔ جو ریلوے میں ایک معمولی ملازم تھے۔ ملازمت کی وجہ سے اُن کی رہائش کسی مستقل مقام پر نہ تھی۔ اس لیے میراجی خاطر خواہ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ وہ باقاعدہ تعلیم سے محروم رہے اور میٹرک بھی پاس نہیں کیا۔



**ادبی خدمات اور شاعری کی خصوصیات:** لاہور میں ''حلقۂ ارباب ذوق'' نامی تنظیم نے چار سال سے کام شروع کیا تھا۔ میراجی اس حلقے میں شامل ہو گئے اور اس کے سرگرم کارکن بن گئے۔ اس کی شمولیت سے حلقے میں جان پڑ گئی۔ اس نے حلقے کو نئی بنیادوں پر استوار کیا۔ خود بھی حلقے کے قواعد و ضوابط کی پابندی کرتے تھے اور دوسروں سے بھی کرواتے تھے۔ اُن کی زندگی میں محرومیاں ہی محرومیاں تھیں۔ احساس محرومی کو کم کرنے کے لیے اس نے شاعری کا سہارا لیا۔ اس نے اردو نظم میں انقلاب پیدا کیا۔ اور اسے نئے رنگ و آہنگ سے آشنا کیا۔ وہ اپنی شاعری میں زندگی کی واضح اور صاف تصویر نہیں دکھاتے بلکہ ایسے دائرے اور خطوط بناتے ہیں جو واضح ہونے کے باوجود پردے میں رہتے ہیں۔ اس نے مغربی اور انگریزی شعراء کا مطالعہ کیا تھا۔ اس لیے اسے جدید شاعری میں نئے تجربات کرنے کا خیال آیا اور اُن کے یہ تجربات کامیاب رہے۔ ''ادبی دنیا'' اور ''حلقہ ارباب ذوق'' نے میراجی کے تجربات کو خوب ترقی دی۔ وہ ایک ایسے شاعر ہیں جس کی جڑیں اپنے ہی ملک میں ہیں۔ ان کے نظموں کو بغور دیکھا جائے تو اس میں ہندوستان کا ارضی پہلو نمایاں ہے۔ اُس نے نظم کو خارجی حقیقت نگاری سے نکال کر انسانی باطن میں اُتارا اور نظم کی ایک سطحی معنویت کو ہمہ جہت بنا دیا۔

**تصانیف:** میراجی کے گیت، میراجی کی نظمیں، گیت ہی گیت تین رنگ، اور پابند نظمیں میراجی تصانیف ہیں۔

**وفات:** 1949ء میں وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {ن۔م۔راشد}

**حالات زندگی:** ن۔م۔راشد کا اصلی نام نذر محمد راشد تھا۔ یکم اگست 1910ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول اکال گڑھ سے میٹرک کیا۔ گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے ایف۔ اے اور بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ آل انڈیا ریڈیو دہلی میں بحیثیت نیوز ایڈیٹر اور ڈائریکٹر آف پروگرام کام کیا۔ اس کے علاوہ ریڈیو پاکستان پشاور اور ریڈیو پاکستان کراچی میں بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ انفارمیشن سنٹر تہران (ایران) میں یو۔ این۔ او کے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

ڈائریکٹر بھی رہے۔

**شاعری اور کلام کی خصوصیات:** ن۔م۔راشد ایک سخت مزاج، اصول پسند اور صاف گو انسان تھے۔ وقت کے پابند، محنتی اور دانشورانہ شخصیت کے مالک تھے۔ جدید مغربی تعلیم اور مغربی تہذیبی اقدار کے قائل تھے۔ اُن کا شمار آزاد نظم کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ آزاد نظم کے تجربات اُن سے پہلے بھی ہو چکے تھے۔ لیکن راشد اور میراجی کے تجربات کو ہی سنجیدہ رویے کے طور پر قبول کیا گیا۔ ن۔م۔راشد اردو کی روایتی شاعری سے فنی اور معنوی انحراف کی انوکھی مثال ہیں۔ وہ سخت اور کھردرے جذبات کے شاعر ہیں۔

راشد کی نظم کا بڑا حوالہ بغاوت ہے۔ وہ پرانی اور فرسودہ اقدار کی توڑ پھوڑ کے نتیجے میں نئی صحت مند اقدار کی تشکیل چاہتا ہے۔ وہ مشرق کی اوہام پرستی اور کاہلی اور مغرب کے استحصالی رویے کو مٹا کر ایسے نئے فرد کی تشکیل چاہتا ہے۔ جو ان خامیوں سے عاری اور بلند ہو۔ وہ شاعروں کے شاعر ہیں۔ عام لوگ اس کی شاعری پسند نہیں کرتے کیونکہ اُن کے خیالات و نظریات کو قبول کرنا آسان نہیں۔ اس کے نظموں میں افسانوی اور ڈرامائی انداز ہے۔ اس نے علامت نگاری سے خوب کام لیا ہے جسے لوگ ''شاعرانہ ٹھگی'' کہتے ہیں۔ اس کی نظموں کی تہہ تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ بعض نقاد کہتے ہیں کہ ''وہ آج کے نہیں بلکہ آنے والے کل کے شاعر ہیں۔''

**تصانیف:** ن۔م۔راشد کی تصانیف میں ماورا، ایران میں اجنبی، لا = انسان، اور گمان کا ممکن شامل ہیں۔

.....☆.....☆.....

## {مجید امجد}

**حالاتِ زندگی:** عبدالمجید امجد 1914ء کو پنجاب کے شہر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے نانا نور محمد سے حاصل کی۔ اُنہوں نے بی۔اے کرنے کے بعد عملی زندگی کا آغاز کیا اور راشننگ کے محکمے میں ملازم ہو گئے۔ اور اپنی تمام عمر اسی ملازمت میں گزار دی۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ ایک نیم سرکاری رسالے عروج کے مدیر بھی رہے۔ اس کی زندگی پریشانیوں اور تنگی میں گزری۔



اسے زندگی میں مختلف مسائل کا سامنا رہا۔ اس لیے اُن کی طبیعت میں ٹھہراؤ اور برداشت کا مادہ بہت زیادہ تھا۔

**شاعری اور خصوصیات:** مجید امجد کا نام ادبی حلقوں میں نہایت احترام سے لیا جاتا تھا۔ ساہیوال میں زیادہ تر مقیم رہنے اور طبعی درویشی کی وجہ سے انہیں عوامی سطح پر زیادہ پذیرائی نہ مل سکی۔ زندگی کا زیادہ تر حصہ شہر کے ہنگاموں سے دور کھلے آسمان تلے گزارنے کی وجہ سے اُن کی شاعری کو ایک ارضی بنیاد ملی۔ اُن کی شاعری کا پس منظر زمین اور زمین کی محبت ہے۔ اُن کو اصل شہرت وفات کے بعد ملی۔

مجید امجد نے کم عمری میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا لیکن اس کا شعری مجموعہ کافی تاخیر سے شائع ہوا۔ وہ بنیادی طور پر نظم کے شاعر تھے۔ چونکہ اس کی ساری زندگی حزن و یاس اور پریشانی میں گزری۔ اس لیے اُن کی شاعری میں بھی دل گرفتگی کی فضا ملتی ہے۔ اس نے اپنا ذاتی کرب اور دُکھ کو شاعری کا موضوع بنایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کا بھی وسیع النظری سے جائزہ لیا۔ جب وہ عصری مسائل کو شاعری کا پیکر عطا کرتے ہیں تو وہ انفرادی ہونے کے ساتھ ساتھ اجتماعی رنگ بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ مجید امجد کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے نظم کے ہیئت میں بھی تجربات کیے اور اس نئے رنگ و آہنگ سے روشناس کیا۔

**تصانیف:** مجید امجد کی شعری تصانیف میں شب رفتہ، طاق ابرو، اور ان گنت سورج شامل ہیں۔

**وفات:** 1974ء میں وفات پا گئے۔

## {منیر نیازی}

**حالاتِ زندگی:** منیر احمد خان نیازل مشرقی پنجاب کے ضلع ہوشیار پور کے ایک گاؤں خان پور میں 1928ء کو پیدا ہوئے۔ اُنہوں نے اپنے گاؤں خان پور میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو 1947ء میں پاکستان آ گئے اور پنجاب کے شہر ساہیوال میں رہائش اختیار کی۔ گورنمنٹ کالج بہاولپور سے ایف۔اے کیا اور ایک ہفتہ وار رسالہ جاری کیا جس کا نام ''سات رنگ'' تھا۔ اس کے علاوہ وہ اپنی عملی زندگی میں مختلف اخبارات اور رسائل سے منسلک رہے۔ ریڈیو پاکستان

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

میں بھی کام کیا اور فلموں کے لیے گانے بھی تحریر کیے۔

**شعری خصوصیات:** منیر نیازی کی شناخت کے لیے صرف اور صرف ایک ہی لفظ کافی ہے اور وہ ہے ''تیز'' وہ تیز کے شاعر تھے۔ وہ ایسے کیفیات کو تلاش کرنا چاہتے ہیں جو ابھی تک کسی کے علم میں نہ ہوں اور جانی پہچانی اور ارد گرد بکھری ہوئی اشیاء کو شاعرانہ حسیات سے ایک نیا رُخ دیتے ہیں۔ وہ اپنی شاعری میں صرف ہوائی قلعے تعمیر نہیں کرتے بلکہ اپنے عہد کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جس میں ہر دم تغیر و تبدل رونما ہوتا ہے۔ اس کی شاعری کا انداز جداگانہ ہے۔ وہ پرانی روایتوں سے انحراف کرنے والے شاعر ہیں۔ اس کا لہجہ دوسرے شعراء سے اتنا مختلف ہے کہ ہم بڑی آسانی سے منیر نیازی کے کلام کی پہچان کر سکتے ہیں۔ اس نے مقدور بھر اردو ادب کی خدمت کی۔ جس کے صلے میں حکومت پاکستان نے اُنہیں ''کمال فن'' اور ''ستارۂ امتیاز'' جیسے اعزازات سے نوازا۔

**تصانیف:** منیر نیازی کے شعری مجموعے ''تیز ہوا اور تنہا پھول'' جنگل میں دھنک، دشمنوں کے درمیان شام اور چھ رنگین دروازے پر مشتمل ہیں۔

**وفات:** 2006ء میں وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {وزیر آغا}

وزیر آغا کے حالات زندگی اور تنقیدی نوٹ پچھلے صفحوں میں موجود ہے۔

☆ ☆

## {علامہ محمد اقبال}

علامہ محمد اقبال کے حالات زندگی اور تنقیدی نوٹ پچھلے صفحوں میں موجود ہے۔

☆ ☆

## {فیض احمد فیض}

**حالات زندگی:** فیض احمد فیض 1910ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی ابراہیم



سیالکوٹی سے حاصل کی۔ 1927ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے عربی اور انگریزی زبانوں میں ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کیں اور امرتسر کالج میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ سوشلسٹ نظریات کے پرچار کے صلے میں سوویت یونین (روس) کی حکومت نے فیض احمد فیض کو ''لینن ایوارڈ'' دیا۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔ راولپنڈی سازش کیس میں فیض پر مقدمہ چلایا گیا اور کئی سال جیل میں گزارے۔ روزنامہ ''امروز'' اور ''پاکستان ٹائمز'' کے مدیر بھی رہے۔ وزارتِ تعلیم کے مشیر کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیے۔

**خصوصیات کلام:** فیض نے اپنی شاعری کا آغاز غزل سے کیا اور زیادہ تر عشق و محبت کے مضامین اپنے اشعار میں بیان کیے۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہونے کی وجہ سے حسن و عشق کی روایتی شاعری کی جگہ غم دوران نے لے لی اور ملک و ملت کو اپنا محبوب بنا لیا۔

فیض کی شاعری سوز و گداز تو ہے مگر نا اُمیدی نہیں ہے۔ منزل کو پانے کے لیے راستے کی مشکلات اور مصائب کو خاطر میں نہیں لاتے۔ مسلسل جدوجہد اور محنت پر یقین رکھتے ہیں۔ فیض نے غزل کے روایتی استعاروں کو سیاسی مفہوم عطا کر کے اُن میں نئی معنوی وسعتیں پیدا کیں۔ فیض شکست تسلیم نہیں کرتے۔ فیض کی شاعری کا عروج ''زندان نامہ'' میں ہے۔ زندان نامہ حق و باطل کے درمیان میں ایک معرکہ ہے۔ جس میں فیض نے حق کو بالآخر فاتح قرار دیا ہے۔

فیض کا کلام زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ فیض کی شاعری اس دنیا کے ہر انسان کے دل کی آواز ہے۔ اس کی شاعری کسی خاص ملک یا علاقے کے لیے محدود نہیں۔ اس میں ایک آفاقی رنگ پایا جاتا ہے۔ اُس کے کلام میں رجائیت ہے۔ وہ مایوس نہیں ہوتے، وہ اشعار کے ذریعے موجودہ استحصالی نظام کو بدلنا چاہتے ہیں۔ فیض کی شاعری حوادث کی آماجگاہ ہے۔ اس میں حقیقت پسندی بھی ہے اور تلخ تجربات بھی۔

**تصانیف:** اُن کے شعری مجموعے دست صبا، زندان نامہ، دست تہہ سنگ، نقش فریادی، سرِ وادی سینا، شام شہر یاران، میرے دل میرے مسافر اور غبار ایام ہیں۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**وفات:** 1984ء میں وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {احمد ندیم قاسمی}

احمد ندیم قاسمی کے حالات زندگی اور تنقیدی نوٹ پچھلے صفحوں میں موجود ہے۔

☆ ☆

## {ناصر کاظمی}

**حالات زندگی:** مشہور و معروف شاعر ناصر کاظمی 1925ء کو انبالہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام محمد سلطان کاظمی تھا جو فوج میں ملازم تھے۔ اُن کے والد ملازمت کے سلسلے میں مختلف مقامات پر تعینات رہے۔ اس لئے اس نے اپنی تعلیم مختلف مقامات میں حاصل کی اور مختلف شہروں میں رہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے جائے پیدائش انبالہ واپس آ گئے اور اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ جب پاکستان بنا، تو لاہور چلے آئے اور صحافت کا پیشہ اختیار کیا۔ ماہنامہ ''ہمایوں'' کے چیف ایڈیٹر بھی رہے۔ کچھ عرصے تک ریڈیو پاکستان لاہور میں ملازمت کرتے رہے۔

**کلام کی خصوصیات:** ناصر کاظمی کی غزلوں میں قدیم اور جدید دونوں رنگ ملتے ہیں۔ اس میں قدیم روایتیں بھی ہیں اور جدید رومانی رویے بھی۔ جب ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا تو بہتوں نے غزل کو چھوڑ کر نظم گوئی پر توجہ دینی شروع کی لیکن ناصر نے غزل کی ساکھ کو قائم رکھا۔ اُن کے غزل میں میر تقی میر کے طرز ادا کے ساتھ ساتھ اس کا طرز احساس بھی پایا جاتا ہے۔ پاکستان کا قیام اگر ایک طرف مسلمانان ہند کے لیے ایک نعمت تھا۔ تو دوسری طرف بدترین فسادات، قتل و غارتگری، دہشت گردی اور وطن سے مہاجرت اور اس کے المناک پہلو بھی ہیں۔ ان حالات نے ناصر کاظمی کے خیالات کو بھی متاثر کیا۔ اُن کی غزلوں میں اعلیٰ اقدار کی شکست کا ماتم موجود ہے۔ حزن و یاس، محرومی اور ناکامی کے احساس کے ساتھ معاشرے کے منفی قدروں پر طنز اور تلخی کا اظہار اُن کی غزلوں میں نمایاں ہے۔ ناصر کی



شاعری میں سادگی اور دلکشی ہے۔ چھوٹی چھوٹی بحروں اور سادہ الفاظ میں وہ اپنے جذبوں کا اظہار کرتے ہیں۔

**تصانیف:** اُن کی تصانیف میں برگ نے، خشک چشمے کے کنارے، دیوان، پہلی بارش، نشاطِ خواب اور نہر کی چھاپا شامل ہیں۔

**وفات:** 1973ء کو وفات پا گئے۔

## {شکیب جلالی}

**حالات زندگی:** اس کا اصل نام سید حسن رضوی تھا۔ شکیب اس کا تخلص تھا۔ ضلع علی گڑھ کے ایک قصبے جلالی میں پیدا ہوئے۔ ولادت کا سال 1934ء ہے۔ شکیب جلالی کے نام سے مشہور ہوئے۔ شکیب نے اپنے ابتدائی تعلیم بدایون میں حاصل کی۔ اُن کے والد ہمیشہ بیمار رہتے تھے اس لیے گھر چلانے کی ذمہ داری اس کے سر تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ تنگ دست رہتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ پاکستان چلے آئے اور لاہور میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ مختلف رسالوں اور دفاتر میں کام کرتے رہے۔ پھر محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے۔ اُن کی تمام زندگی مصائب و آلام میں گزری۔ وہ اکثر بیمار رہتے تھے۔ آخر میں وہ کئی نفسیاتی امراض کا شکار ہو گئے اور صرف 32 سال کی عمر میں اس دنیا سے چل بسے۔

**شکیب کی شاعری:** شکیب جلالی غزل کے شاعر ہیں۔ اُنہوں نے اپنی شاعری کا آغاز اس وقت کیا جب اردو غزل نئے امکانات اور تجربات سے گزر رہی تھی۔ لوگوں کی ذہنی اور فکری رویوں میں تبدیلی کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔ اس دَور میں ایسے شعراء کو قابل ستائش سمجھا جاتا تھا۔ جن کے غزلوں میں عصری ہیئت اور تقاضوں کے ساتھ ساتھ تجربات اور مشاہدات میں بھی جدت نظر آتی تھی۔

شکیب جلالی کا مجموعۂ کلام ''روشنی اے روشنی'' جب شائع ہوا تو لوگوں نے اسے بہت پسند کیا اور بے حد مقبول ہوا۔ اس کے بیشتر اشعار زبان زدِ عام ہو گئے اور لوگ اسے گنگنانے لگے۔ شکیب جلالی کے جدید رجحانات کے باعث وہ بہت جلد مشہور ہو گئے۔ وہ اشعار میں بہت آسان زبان استعمال

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

کرتے ہیں لیکن ان میں بھی ایک جہان معنی پوشیدہ ہوتا ہے۔اس نے چند نظمیں بھی کہیں ہیں لیکن اس کا اصل جوہر غزل میں کھلتا ہے۔

**تصانیف:** ''روشنی اے روشنی'' اس کا مجموعۂ کلام ہے۔

**وفات:** صرف 32 سال کی عمر تھی کہ 1966ء میں وفات پا گئے۔

## {احمد فراز}

**حالاتِ زندگی:** اس کا اصل نام سید احمد شاہ تھا۔احمد فراز اس کا ادبی نام ہے۔کوہاٹ میں 1933ء کو پیدا ہوئے۔اس کے والد کا نام سید محمد شاہ برق تھا جو خود بھی بہت اچھے شاعر تھے۔احمد فراز نے ادبی ماحول میں پرورش پائی۔اس نے ایڈورڈ کالج پشاور سے بی۔اے کیا اور پشاور یونیورسٹی سے اردو اور فارسی زبان میں ایم اے کیا۔اور کچھ عرصے پشاور یونیورسٹی ہی میں درس و تدریس کا کام کرتے رہے۔وہ اکادمی ادبیات کے ڈائریکٹر اور نیشنل بک فاؤنڈیشن کے سربراہ بھی رہے۔وہ آزادی اظہار کے زبردست حامی تھے۔اسی وجہ سے فوجی آمروں کے دور میں اس نے شدید تکالیف کا سامنا کیا۔لیکن کسی آمر کے ساتھ اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔2004ء میں حکومت کی طرف سے ملنے والا اعزاز ''ہلال امتیاز'' اس بناء پر واپس کر دیا کہ حکومت انسانی حقوق کو پامال کر رہی تھی۔جب حکومت نے کوہاٹ کی پبلک لائبریری کو پلازے میں تبدیل کر دیا تو اس نے وصیت کی کہ مجھے کوہاٹ میں دفن نہ کیا جائے۔

**شاعری کی خصوصیات:** احمد فراز کا شمار اُن شعراء میں ہوتا ہے جن کو اپنی زندگی میں قبول عام حاصل ہوا۔اُن کی شاعری ابھی عروج پر تھی کہ تمام لوگ اسے پسند کرنے لگے۔اُن کے سینکڑوں اشعار اُن کی زندگی میں انتخاب ٹھہرے۔اُن کے اشعار سہل ممتنع کی بہترین مثال ہے۔آسان اور سہل الفاظ میں شعر کہنا اور ان کے ذریعے خاص و عام کو متاثر کرنا احمد فراز کے لیے بہت آسان کام تھا۔اُن کے کلام میں شگفتگی اور تازگی ہے۔احمد فراز کے کلام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ انسان کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔آمروں اور حکومت کی ناانصافیوں کے خلاف ہر شاعر نے آواز اُٹھائی ہے لیکن شاعری میں احتجاج کا رنگ احمد فراز کے ہاں بالکل جدا اور جانا پہچانا ہے۔وہ انقلابی شاعر تھے۔اُن کے اشعار جلسوں



میں پڑھے جاتے ہیں۔اکثر سیاسی لوگ اپنا سیاسی دکان چمکانے کے لیے احمد فراز کے اشعار کا سہارا لیتے ہیں۔

**تصانیف:** احمد فراز کے شعری مجموعے مندرجہ ذیل ہیں؛

نایافت، تنہا تنہا، میرے خواب ریزہ ریزہ، درد آشوب، شب خون، جانان جانان، بے آواز گلی کوچوں میں، نابینا شہر میں آئینہ، سب آوازیں میری ہیں، پس انداز موسم، خواب گل پریشان ہے، غزل بہانہ کروں، اور اے عشق جنون پیشہ۔

**وفات:** احمد فراز 2008ء کو وفات پا گئے۔

.....☆.....☆.....

## {ظفر اقبال}

**حالاتِ زندگی:** مشہور غزل گو شاعر ظفر اقبال 1923ء کو اوکاڑہ میں پیدا ہوئے۔اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ادب سے دلچسپی پیدا ہوئی اور غزل کی صدیوں پرانی روایتوں کو ختم کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔

**شاعری کی خصوصیات:** ابتداء میں جب ظفر صاحب نے شاعری شروع کی تو کبھی غزل کی پرانی روایت کو برقرار رکھتے اور کبھی دور ہٹ جاتے۔اس کشمکش میں آخر کار غزل کی پرانی روایات کو خیر باد کہہ دیا اور اس کے سحر سے اپنے آپ کو آزاد کر دیا۔اس سفر میں اسے سخت مراحل سے گزرنا پڑا کیونکہ اردو غزل کا عام قاری اور تخلیق کار غزل کے روایتی انداز کا رسیا تھا اور اس سے ہٹ کر غزل میں نت نئی تبدیلیوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا اور ان روایات سے انحراف کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔غزل میں تبدیلی کی کوشش الطاف حسین حالی اور انشاء نے بھی کی تھی اور روایات کو توڑنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن وہ غزل کی روایت میں خاطر خواہ تبدیلی نہ لا سکے بلکہ اپنے مقام سے محروم ہو گئے۔

لیکن جو کام حالی اور انشاء نہ کر سکے ظفر اقبال نے یہ کام بڑی ہوشیاری سے سرانجام دیا۔ اُنہوں نے غزل کی پرانی روایتی فضا اور غزل کی موروثی جمالیات کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا ہے۔ڈاکٹر تبسم

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

کاشمیری نے انہیں بجا طور پر بیسویں صدی کا ادبی مرتد اور روایتی غزل کی غلامی سے آزاد ہونے والا پہلا شاعر کہا ہے۔

**تصانیف:** ظفر اقبال کے شعری مجموعے مندرجہ ذیل ہیں؛

تجنیز، تقویم، تشکیل، تجاوز، توارد، تسامل، آب روان، گلافتاب، ہنے ہنومان، رطب ویاس، اوراب تک (کلیات)۔

.....☆.....☆.....

## {شہزاد احمد}

**حالات زندگی:** شہزاد احمد 1932ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اس کے والد کا نام محمد بشیر تھا جو ایک طبیب تھے اور اس نے طب پر بے شمار کتابیں لکھی تھیں۔ شہزاد احمد نے امرتسر میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ قیام پاکستان کے بعد اس کا پورا خاندان پاکستان آ گیا اور اُنہوں نے ایم۔اے۔او کالج لاہور سے بی۔اے کیا۔ اور پھر فلسفہ اور نفسیات میں ایم۔اے کیا۔ تلاش معاش کے لیے وہ در در کی ٹھوکریں کھاتے رہے اور مختلف جگہوں پر مختلف قسم کی ملازمیں کیں۔ ساتھ ساتھ کئی رسائل میں لکھتے بھی رہے۔ مشہور صحافی محمود شام کے ساتھ مل کر رسالہ ''معیار'' جاری کیا جو ایک ادبی اور سیاسی رسالہ تھا۔ 1997ء میں حکومت نے اسے ''صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی'' سے نوازا۔

**شاعری کی خصوصیات:** شہزاد احمد کا شمار اردو ادب کے جدید شعراء میں ہوتا ہے۔ نئی زندگی اس کی نظروں میں تھی اس لیے اس نے نئی زندگی اور اس کے نئے موضوعات کو شاعری میں سمو دیا اور اپنی شاعری کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر دیا۔ وہ جذباتی سطح پر متوازن، فکری سطح پر متحرک اور تحقیقی سطح پر فعال ہیں۔ انہوں نے اسلوب کی تازہ کاری سے غزل کو سنوارا۔

وہ انسانی مسائل اور عالمگیر حقائق کی روشنی میں اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کے ہاں انسانی فطرت کی پیچیدگیوں کے ساتھ حالات و واقعات کا خارجی اور داخلی رنگ موجود ہے۔ اُنہوں نے علم، مطالعہ اور احساس و تخیل سے انسانی فطرت کو جاننے کی کوشش کی ہے۔ اُن کی غزل



منافق لوگوں کا نوحہ ہے۔ اس نے غزل میں اُن لوگوں پر طنز کیا ہے جو احساس زیاں سے عاری ہیں۔ کبھی کبھی اس کی سائنسی، نفسیاتی اور فلسفیانہ افکار سے اس کی غزل ڈگمگا جاتی ہے لیکن بحیثیت مجموعی وہ غزل کی روایات کی پاسداری کرتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید نے اسے نئی غزل کا مزاج دان کہا ہے۔

**تصانیف:** شہزاد احمد کے شعری مجموعوں میں صدف، جلتی بجھتی آنکھیں، ادھ کھلا دریچہ، خالی آسمان، بکھر جانے کی رات، دیوار پہ دستک، ٹوٹا ہوا پل، کون اسے جاتا دیکھے، پیشانی میں سورج و اُترے میری خاک پہ ستارہ شامل ہیں۔

.....☆.....☆.....

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

# حصۂ گرائمر

## رموز اوقاف

حجاج بن یوسف کے عہد میں قرآن مجید میں اعراب اور اوقاف کی علامتیں لگائی گئی تا کہ قرآن مجید سمجھنے میں آسانی ہو۔

رموز واوقاف کی ابتداء مسلمان علماء نے کی اور پھر یورپ نے اس میں معمولی تبدیلیاں لاکر اسے اپنایا۔

{رموز اوقاف}

| اُردو نام | علامت | انگریز نام |
|---|---|---|
| ۱۔ ختمہ | ۔ | Full Stop |
| ۲۔ سکتہ | ، | Comma |
| ۳۔ وقفہ | ؛ | Semi-colun |
| ۴۔ رابطہ | : | Colon |
| ۵۔ تفصیلیہ | :۔ | Colon and Dash |
| ۶۔ سوالیہ | ؟ | Questions Mark |
| ۷۔ فجائیہ | ! | Exclaimation Mark |
| ۸۔ واوین | “ ” | Inverted commas |
| ۹۔ قوسین | ( ) | Paranthesis |
| ۱۰۔ قلابین | [ ] | Dash |

**ختمہ:** ۔اُردو میں یہ علامت مکمل جملے کے بعد لگائی جاتی ہے۔مثلاً عامر امتحان میں پاس ہوا۔

**سکتہ:** ۔یہ علامت وہاں لگائی جاتی ہے جہاں جملے میں نسبتاً کم ٹھہرنا مقصود ہو مثلاً

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیراہن

**وقفہ:** ۔جملے میں جب سکتے کی بہ نسبت زیادہ ٹھہراؤ مطلوب ہو تو وقفہ ؛ کی علامت استعمال کی جاتی ہے۔طویل جملے کے لمبے لمبے اجزاء کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کے لئے یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔

## تشبیہ

تشبیہ کے لغوی معنیٰ کسی چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دینے کے ہیں۔اصطلاح میں تشبیہ یہ ہے



کہ دو چیزوں میں اچھی یا بُری صفت مشترک ہو لیکن ایک چیز میں وہ صفت کم ہو اور دوسری چیز میں زیادہ لیکن کم صفت والی چیز کو زیادہ صفت والی چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے مثلاً

نازکی اُس کی لب کی کیا کہئے پنکھڑی اِک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں محبوب کے لب کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی گئی ہے۔دونوں میں مشترک صفت نازکی اور خوبصورتی ہے جو کہ محبوب کے لبوں میں کم اور گلاب کی پنکھڑی میں زیادہ ہے۔

### ارکان تشبیہ

تشبیہ میں درج ذیل پانچ ارکان ہوتے ہیں۔

(۱) **مشبہ:** وہ چیز جس کی دوسری چیز سے تشبیہ دی جائے مشبہ کہلاتی ہے مندرجہ بالا مثال میں لب مشبہ ہے۔

(۲) **مشبہ بہ:** جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی جائے اسے مشبہ بہ کہتے ہیں۔اوپر مثال میں گلاب کے پنکھڑی مشبہ بہ ہے۔

(۳) **حرف تشبیہ:** وہ حرف جو مشبہ اور مشبہ بہ میں رابطے کا کام کریں اُسے حرف تشبیہ کہتے ہیں۔”کی سی“ حرف تشبیہ ہے اوپر مثال میں۔

(٤) **وجہ تشبیہ:** مشبہ اور مشبہ بہ میں موجود صفت وجہ تشبیہ کہلاتی ہے اور وہ ہے ”نازکی“۔

(۵) **غرض تشبیہ:** جس مقصد کے تشبیہ دی جائے اُسے غرض تشبیہ کہتے ہیں۔اوپری مثال میں محبوب کے ہونٹوں کی نازکی نمایاں کرنے کے لئے تشبیہ دی گئی ہے۔

### استعارہ

استعارہ کے لغوی معنی مستعار لینے کے ہیں یعنی کسی سے کوئی چیز اُدھار لینا لیکن اصطلاحی معنوں میں جب کسی چیز کو حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال کیا جائے اور حقیقی و مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو استعارہ کہلاتا ہے مثلاً

کسی شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

**ارکان استعارہ:**

(۱) **مستعار لہ:** جس کے لئے استعارہ کیا گیا ہے یہ اس لفظ کے مجازی معنیٰ ہوتے ہیں۔لہٰذا بہادر شخص کی ذات مستعار لہ ہے۔

**مستعار منہ:** جس سے عاریت طلب کی جائے۔یہ اس لفظ کے حقیقی معنی ہوتے ہیں۔دی گئی مثال میں شیر مستعار منہ ہے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**لفظ مستعار:** وہ لفظ جو استعارہ کے طور پر استعمال کیا جائے لفظ مستعار کہلاتا ہے۔ مندرجہ بالا مثال میں شیر لفظ مستعار ہے۔

**وجہ استعارہ:** وہ صفت مشترک جو طرفین استعارہ میں پائی جائے۔ مندرجہ بالا مثال میں بہادری وجہ جامع ہے۔

## مرکب توصیفی

صفت اور موصوف کے مجموعے کو مرکب توصیفی کہتے ہیں۔ اُردو میں صفت پہلے اور موصوف بعد میں آتا ہے جیسے سرسبز کھیت، بدصورت عورت، وجیہہ لڑکا، طاقتور گھوڑا، عربی اور فارسی میں موصوف پہلے اور صفت بعد میں آتا ہے۔ مسجد ضرار، آب سرد، جبار عنید۔

## مرکب عطفی

وہ مرکب جو حرف عطف کے ملانے سے بنے مرکب عطفی کہلاتا ہے۔ اسم اور جملہ جو حرف عطف پہلے آئے معطوف الیہ کہلاتا ہے اور بعد کے اسم یا جملے کو "معطوف" کہتے ہیں۔ پھر، و، اور کر حروف عطف ہیں مثلاً کلیم اور ظاہر دار بیگ، لیل و نہار۔

کر اور پھر جملے کا مفہوم دیتے ہیں۔

۱۔ بارش ہوئی پھر ندی میں طغیانی آئی۔

۲۔ تم یہ ناممکن کام کر کے دکھاؤ۔

## مرکب اضافی

الفاظ کے درمیان تعلق اور نسبت پیدا کرنا اضافت کہلاتا ہے۔ جس لفظ کی طرف نسبت کی جائے اُسے "مضاف الیہ" کہتے ہیں اور جس لفظ کا تعلق ظاہر کیا جائے اُسے "مضاف" کہتے ہیں۔ جب مضاف اور مضاف الیہ ملے تو اس مرکب کو مرکب اضافی کہتے ہیں۔

اُردو کے مرکب اضافی میں مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں آتا ہے اور علامت اضافت کا، کے ، کی درمیان میں آتا ہے مثلاً

۱۔ جمیل کا پنکھا، مجاہد کی تلوار، ہوش کے ناخن اور صائمہ کا آئینہ۔ عربی زبان اور فارسی زبان میں مرکب اضافی میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں آتا ہے اور علامت اضافت زیر کی شکل میں مضاف کے نیچے آتا ہے مثلاً

بادِ صرصر، رُخ زیبا، حسنِ بے پروا۔

فارسی میں مضاف اگر "ہ" یا "و" پر ختم ہو تو پھر علامت اضافت زیر کی جگہ "ہمزہ" آتا ہے۔

جائے نماز، ہفتۂ رفتہ، سوئے دشت، کوئے حبیب



| غلط فقرے | صحیح فقرے |
|---|---|
| ۱۔ میں نے آب زم زم کا پانی پیا۔ | میں نے زم زم کا پانی پیا۔ |
| ۲۔ ناول کا لفظ انگریزی سے اُردو میں آئی ہے۔ | ناول کا لفظ انگریزی سے اُردو میں آیا ہے۔ |
| ۳۔ ہر انسان کا ماحول اور طبیعت الگ الگ ہوتا ہے۔ | ہر انسان کا ماحول اور طبیعت الگ الگ ہوتی ہے۔ |
| ۴۔ اسلم ایک متوسط درمیانے گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ | اسلم ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ |
| ۵۔ نذیر احمد عربی اور فارسی کے بہت بڑے عالم تھا۔ | نذیر احمد عربی اور فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ |
| ۶۔ کلیم اپنے پچھلے گناہوں پر اشکِ ندامت کے آنسو بہاتا ہے۔ | کلیم اپنے پچھلے گناہوں پر اشکِ ندامت بہاتا ہے۔ |
| ۷۔ تمہارا مزاج ہمیشہ کا تیز ہے۔ | تمہارا مزاج سدا کا تیز ہے۔ |
| ۸۔ جمیل میرے ساتھ ایک کلاس میں پڑھتا ہے۔ | جمیل میرا ہم جماعت ہے۔ |
| ۹۔ انہوں نے مجھے اندر بلالیا۔ | انہوں نے مجھ کو اندر بلالیا۔ |
| ۱۰۔ آپ بجا درست فرماتے ہیں۔ | آپ بجا فرماتے ہیں۔ |
| ۱۱۔ وہ کرکٹ کے لئے دیوانہ ہے۔ | وہ کرکٹ کے پیچھے دیوانہ ہے۔ |
| ۱۲۔ اُس نے مجھے گالی سنائی۔ | اُس نے مجھے گالی دی۔ |
| ۱۳۔ تم کو سمجھانا بے فائدہ ہے۔ | تم کو سمجھانا بے سود ہے۔ |
| ۱۴۔ میں نے سر کے بال کاٹے۔ | میں نے سر کے منڈوا دیئے۔ |
| ۱۵۔ وہ کچھ مہینے ہمارے ہاں قیام پذیر رہا۔ | وہ چند مہینے ہمارے ہاں قیام پذیر رہا۔ |
| ۱۶۔ نماز کا وقت جا رہا ہے۔ | نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ |
| ۱۷۔ اُس کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی نہیں ہے۔ | اُس کے دل میں ایمان کی روشنی نہیں ہے۔ |
| ۱۸۔ اسلم کو فکر معاش کا غم کھائے جا رہا ہے۔ | اسلم کو فکر معاش کھائے جا رہا ہے۔ |
| ۱۹۔ عام الحزن کا سال حضورؐ پر بھاری رہا۔ | عام الحزن حضورؐ پر بھاری رہا۔ |
| ۲۰۔ حوضِ کوثر کے تالاب کا مالک حضورؐ ہوگا۔ | حوضِ کوثر کا مالک حضورؐ ہوگا۔ |
| ۲۱۔ پادری صاحب کے پاس کتابوں کا جموعہ تھا۔ | پادری صاحب کے پاس کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ |

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

| غلط فقرے | صحیح فقرے |
|---|---|
| ۲۲۔ یوم نجات کے دن ہم خوش تھے۔ | نجات کے دن ہم خوش تھے۔ |
| ۲۳۔ قرآن میں کوہِ طور کی پہاڑی کا ذکر ہے۔ | قرآن میں کوہِ طور کا ذکر ہے۔ |
| ۲۴۔ اُردو ادب میں پانچ عناصر خمسہ مشہور ہے۔ | اُردو ادب میں عناصر خمسہ مشہور ہے۔ |
| ۲۵۔ سرمنڈواتے ہی بارش ہوئی۔ | سرمنڈواتے ہی اولے پڑے۔ |
| ۲۶۔ یوم مزدور یکم مئی کے دن منایا جاتا ہے۔ | یوم مزدور یکم مئی کو منایا جاتا ہے۔ |
| ۲۷۔ وضو کے ساتھ نماز پڑھو۔ | باوضو نماز پڑھو۔ |
| ۲۸۔ خاکِ شفا کی مٹی عراق سے آتی ہے۔ | خاکِ شفا عراق سے آتی ہے۔ |
| ۲۹۔ اس کمرے میں تالا ڈال دو۔ | اس کمرے میں تالا لگا دو۔ |
| ۳۰۔ دروازے کی چٹخنی لگا دو۔ | دروازے کی چٹخنی چڑھا دو۔ |
| ۳۱۔ گھر کے سارے چراغ مار دو۔ | گھر کے سارے چراغ بجھا دو۔ |
| ۳۲۔ لوڈ شیڈنگ سے جینا آفت ہوا۔ | لوڈ شیڈنگ سے جینا عذاب ہوا۔ |
| ۳۳۔ تم بالکل بزاخفش کی بکری ہو۔ | تم بالکل اخفش کی بکری ہو۔ |
| ۳۴۔ شاعر لفظوں سے تصویر لکھتا ہے۔ | شاعر لفظوں سے تصویر کھینچتا ہے۔ |
| ۳۵۔ نظم درحقیقت میں اچھی تھی۔ | نظم حقیقت میں اچھی تھی۔ |
| ۳۶۔ یہ آج کل کے حکام عصر کی قباحت ہے۔ | یہ حکام عصر کی قباحت ہے۔ |
| ۳۷۔ فی الحقیقت میں وہ میرا دوست ہے۔ | فی الحقیقت وہ میرا دوست ہے۔ |
| ۳۸۔ یہ اُس کی خبثِ طبیعت کی بُرائی تھی۔ | یہ اُس کی طبیعت کی بُرائی تھی۔ |
| ۳۹۔ اُسے اُردو زبان نہیں آتا۔ | اُسے اُردو زبان نہیں آتی۔ |
| ۴۰۔ اس کا چادر میلا ہے۔ | اس کی چادر میلی ہے۔ |
| ۴۱۔ میں نے وہاں جانا ہے۔ | مجھے وہاں جانا ہے۔ |
| ۴۲۔ آپ کو تردد کس بات کی ہے۔ | آپ کو تردد کس بات کا ہے۔ |
| ۴۳۔ رات آئی تو یہ جانا کہ قیامت آیا۔ | رات آئی تو یہ جانا کہ قیامت آئی۔ |
| ۴۴۔ دن تو خیر بُری بھلی طرح گزر گئی۔ | دن تو خیر بُری بھلی طرح گزر گیا۔ |



| غلط فقرے | صحیح فقرے |
|---|---|
| ۴۵۔ وہ میری بڑی بہن ہے۔ | وہ میری بڑی بہن ہیں۔ |
| ۴۶۔ مجھ سے میکدہ چھوڑا گیا۔ | مجھ سے میکدہ چھٹا۔ |
| ۴۷۔ اپنے تئیں کو بادشاہ سمجھنا جنون ہے۔ | اپنے تئیں بادشاہ سمجھنا جنون ہے۔ |
| ۴۸۔ انور کو دیکھو حمیدہ کا کلمہ پڑھتی ہے۔ | انور کو دیکھو حمیدہ کا کلمہ پڑھتا ہے۔ |
| ۴۹۔ بیشک دنیا میں نیک لوگ کم ہے۔ | بیشک دنیا میں نیک لوگ کم ہیں۔ |
| ۵۰۔ آپ بھی کیا آدمی ہے۔ | آپ بھی کیا آدمی ہیں۔ |
| ۵۱۔ لڑو ماں سے روٹھا خدا سے۔ | لڑو ماں سے روٹھو خدا سے۔ |
| ۵۲۔ تم نے یہ کمرہ اندر دیکھا ہے۔ | تم نے یہ کمرہ اندر سے دیکھا ہے۔ |
| ۵۳۔ منافق حضورؐ کا وارث اور جانشین نہیں ہے۔ | منافق حضورؐ کا وارث اور جانشین نہیں ہیں۔ |
| ۵۴۔ ٹریفک جام تھا اس وجہ سے دیر ہوا۔ | ٹریفک جام تھی اس وجہ سے دیر ہوئی۔ |
| ۵۵۔ اس ویران مسجد میں ابابیلوں کی کثرت ہیں۔ | اس ویران مسجد میں ابابیلوں کی کثرت ہے۔ |
| ۵۶۔ آپ مطلق بالکل پرواہ نہ کریں۔ | آپ مطلق پرواہ نہ کریں۔ |
| ۵۷۔ دیوانہ تھا کو قابو کرنا بڑا ہمت کا کام ہے۔ | دیوانہ تھا کو قابو کرنا بڑی ہمت کا کام ہے۔ |
| ۵۸۔ غریب کے گھر میں دو دن سے آگ نہیں سلگا۔ | غریب کے گھر میں دو دن سے آگ نہیں سلگی۔ |
| ۵۹۔ وہ دری اور تکیہ کہاں ہیں۔ | وہ دری اور تکیہ کہاں ہے۔ |
| ۶۰۔ توبہ ربڑ ہے اور گناہ پنسل کا تحریر۔ | توبہ ربڑ ہے اور گناہ پنسل کی تحریر۔ |
| ۶۱۔ آسمان سے گرا کھجے میں اٹکا۔ | آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ |
| ۶۲۔ حلوائی کی دکان پر دادی کا فاتحہ۔ | حلوائی کی دکان پر دادا جی کا فاتحہ۔ |
| ۶۳۔ ہاتھی کے دانت کھانے اور چھبانے کے اور | ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ |
| ۶۴۔ ایک تو کریلا دوسرا دیوار چڑھا۔ | ایک تو کریلا دوسرا نیم چڑھا۔ |
| ۶۵۔ بڑے میاں تو بڑے میاں منجھلے میاں سبحان اللہ۔ | چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ۔ |
| ۶۶۔ خدا گنجے کو بال نہ دیں۔ | خدا گنجے کو ناخن نہ دیں۔ |
| ۶۷۔ تم آئے ہمارے گھر میں خدا کی برکت۔ | تم آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت۔ |
| ۶۸۔ رزق خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست۔ | مُلک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست۔ |
| ۶۹۔ ہر کلام موقع دہر۔ | ہر سخن موقع دہر۔ |

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

| غلط فقرے | صحیح فقرے |
|---|---|
| ۷۰۔گھر کا بابا آدم بدل گیا۔ | گھر کا باوا آدم بدل گیا۔ |
| ۷۱۔ہرفرعون رعمیس۔ | ہرفرعون راموسیٰ۔ |
| ۷۲۔صورت بہ بین سیرت میرس۔ | صورت بہ بین حالت مہ پرس۔ |
| ۷۳۔رند عالم سوز با مصلحت چہ ربط؟ | رند عالم سوز با مصلحت چہ کار؟ |
| ۷۴۔گویم مشکل دیدم مشکل۔ | گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ |
| ۷۵۔اس کے سر پر منکوں پانی پڑ گیا۔ | اس کے سر پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ |
| ۷۶۔خوف سے میرے رونگھٹے جاگ گئے۔ | خوف سے میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے۔ |
| ۷۷۔کیا چڑیا کیا چڑیا کا شوربہ۔ | کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔ |
| ۷۸۔ڈیڑھ گز کی مسجد بنانا۔ | ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا۔ |
| ۷۹۔ناچ نہ جانے محفل ٹیڑھا۔ | ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔ |
| ۸۰۔آنبل مجھے کھا۔ | آنبل مجھے مار۔ |
| ۸۱۔دھوبی کا گدھا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ | دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ |
| ۸۲۔اونٹ رے اونٹ تیری کونسی چال سیدھی۔ | اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ |
| ۸۳۔کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ | کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ |
| ۸۴۔ایک نار کئی بیمار۔ | ایک انا سو بیمار۔ |
| ۸۵۔ایک لوہار کی ایک سنار کی۔ | سونار کی ایک لوہار کی۔ |
| ۸۶۔چور وہاں سے نو، دس گیارہ ہوئے۔ | چور وہاں سے نو، دو گیارہ ہوئے۔ |
| ۸۷۔اُس کے ہاتھوں کے فاختے اُڑ گئے۔ | اُس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ |
| ۸۸۔سانپ کا ڈسا مینڈک سے بھی ڈرتا ہے۔ | سانپ کا ڈسا رسی سے بھی ڈرتا ہے۔ |
| ۸۹۔سودن چور کے ایک دن مالک کا۔ | سودن چور کے ایک دن شاہ کا۔ |
| ۹۰۔اب پچھتائے کیا ہوت جب گائے چر گئے کھیت۔ | اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔ |
| ۹۱۔اس کی بات اینٹ کی لکیر ہے۔ | اس کی بات پتھر کی لکیر ہے۔ |
| ۹۲۔اسلم لکیر کا امیر ہے۔ | اسلم لکیر کا فقیر ہے۔ |
| ۹۳۔اب آ گیا چوہا پہاڑ کے نیچے۔ | اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔ |
| ۹۴۔کلیم تالی کا آلو ہے۔ | کلیم تالی کا بینگن ہے۔ |



| غلط فقرے | صحیح فقرے |
|---|---|
| ۹۵۔تیل دیکھو تیل کی مار دیکھو۔ | تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔ |
| ۹۶۔وہ سب کو ایک لاٹھی سے بھگاتے ہیں۔ | وہ سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔ |
| ۹۷۔بوڑھی بکری لال لگام۔ | بوڑھی گھوڑی لال لگام۔ |
| ۹۸۔کریم نے پاس ہونے کے لئے ایڑی پنڈلی کا زور لگایا۔ | کریم نے پاس ہونے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ |
| ۹۹۔نہ سو من تیل ہوگا نہ چولہا جلے گا۔ | نہ سو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے۔ |
| ۱۰۰۔جو چور کی سزا وہ رہزن کی سزا۔ | جو چور کی سزا وہ میری سزا۔ |
| ۱۰۱۔چور چوری سے جائے مکاری سے نہ جائے۔ | چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے۔ |
| ۱۰۲۔زندگی ایک قرز ہے۔ | زندگی ایک قرض ہے۔ |
| ۱۰۳۔اُس نے دکاندار کا قرض بے باک کر دیا۔ | اُس نے دکاندار کا قرض بے باق کر دیا۔ |
| ۱۰۴۔اُسے کھانا ہظم نہیں ہوتا۔ | اُسے کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ |
| ۱۰۵۔چھوتی بار تم نے غلطی کی۔ | چوتھی بار تم نے غلطی کی۔ |
| ۱۰۶۔پستر اُٹھا دو۔ | پتھر اُٹھا دو۔ |
| ۱۰۷۔راض کی بات یہ ہے۔ | راز کی بات یہ ہے۔ |
| ۱۰۸۔تم سکول دیر سے کیوں آئے۔ | تم اسکول دیر سے کیوں آئے۔ |
| ۱۰۹۔وہ دوئم جماعت میں پڑھتا ہے۔ | وہ دوم جماعت میں پڑھتا ہے۔ |
| ۱۱۰۔وہ ایوان میں نقطہ اعتراض پر بول رہے تھے۔ | وہ ایوان میں نکتہ اعتراض پر بول رہے تھے۔ |
| ۱۱۱۔مجھے ایک روپیہ دے دو۔ | مجھے ایک روپیا دے دو۔ |
| ۱۱۲۔تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ | تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ |
| ۱۱۳۔قیام پاکستان ایک معمہ ہے۔ | قیام پاکستان ایک معما ہے۔ |
| ۱۱۴۔بوٹی شوربہ سے اُٹھالو۔ | بوٹی شوربا سے اُٹھالو۔ |
| ۱۱۵۔اُس نے مجھے کروڑ روپے دیئے۔ | اُس نے مجھے ایک کروڑ روپے دیئے۔ |
| ۱۱۶۔چپڑاسی گھنٹی بجا رہا ہے۔ | چپراسی گھنٹی بجا رہا ہے۔ |
| ۱۱۷۔تانگہ تیز چل رہا ہے۔ | تانگا تیز چل رہا ہے۔ |
| ۱۱۸۔اُس کے گھر میں جھروکہ ہے۔ | اُس کے گھر میں جھروکا ہے۔ |
| ۱۱۹۔مالوہ ہندوستان میں ہے۔ | مالوا ہندوستان میں ہے۔ |

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

# آپ بیتی

## ایک مرغابی کی آپ بیتی

میں ایک مرغابی ہوں اور میرا تعلق سائبریا کے سرد خطے سے ہے۔ اس سال سردیوں کے موسم میں ہم نے اپنے علاقے کی سردی سے بچنے کے لئے ہجرت کی اور پاکستان آئے۔ پہلی دفعہ میں نے اتنا بڑا سفر طے کیا اور ایک طویل سفر کے بعد ہم نے دریائے سوات کے کنارے چکدرہ کے مقام کو قیام کے لئے چنا۔ یہ دسمبر کا مہینہ تھا اور ادھر بھی سردی پڑ رہی تھی لیکن یہ خشک سردی تھی۔ دریائے سوات کے کنارے بہت سارے گھر آباد تھے۔ سردیوں کے موسم میں پانی کا بہاؤ انتہائی کم تھا لیکن دریا کا پانی انتہائی صاف اور شفاف تھا۔ دریا کے نیلگوں سطح پر تیرتے ہوئے بڑا مزہ آتا تھا لیکن کبھی کبھار دل میں اپنے وطن کی یاد انگڑائی لیتی تو ماحول بھی افسردہ دکھائی پڑتا تھا۔

ایک دن جب جنوری کے مہینے کی شروعات تھی۔ آسمان پر رات سے بادل چھائے تھے۔ صبح صادق کے وقت گرج چمک کے ساتھ ہلکی بوندا باندی شروع ہوئی۔ میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ سطح آب پر تیر رہا تھا کہ دریا کے کنارے کھیتوں میں سے دو افراد نمودار ہوئے۔ اُن کے ہاتھوں میں بندوق تھے اور ایک کتا اُن سے آگے آگے بو سونگھتا جا رہا تھا۔ ہمارے ڈار میں سے ایک بزرگ مرغابی نے کہا کہ خبردار یہ لوگ ہماری شکار کے لئے آئے ہیں۔ لہٰذا چوکنے رہو۔ اچانک وہ دونوں بندوق والے غائب ہو گئے۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے انہیں نہ پا کر اُن سے غافل ہوئے اور صاف و شفاف پانی میں تیرنے کا مزہ لیتے رہے۔ کبھی کبھی ہم پانی میں ڈبکی بھی لگا لیتے۔ اچانک بارش تیز ہوگئی اور ماحول مزید مزہ دینے لگا۔ بارش کی بوندیں تیزی سے برس رہی تھی۔ لہٰذا اس شور میں ہم کو ایک آہٹ سی سنائی دی اور اچانک ہمارے ڈار کے بزرگ مرغابی نے زور سے چلا کر کہا کہ اُڑو خطرہ ہے۔ ہم فوراً اُڑ گئے لیکن ابھی ہم نے ہوا میں اچھی طرح پر پھیلائے بھی نہ تھے کہ ایک شکاری نے جو پہلے سے بندوق تانے کھڑا تھا نے ہم پر فائر کر دیا۔ ہمارا ایک ساتھی تو اُسی وقت ہی گر پڑا اور ہم افراتفری کے عالم میں ادھر اُدھر اُڑ گئے۔ جب مجھے پتہ چلا کہ میں خطرے کے حدود سے نکل آئی ہوں تو میں اپنی طرف متوجہ ہوئی۔ مجھے اُڑنے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنا جائزہ لیا تو میرے دائیں ٹانگ پر معمولی زخم تھا اور اُس سے خون رس رہا تھا۔ میرے اوسان خطا ہوئے لیکن قریب ہی درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا اور میں نے ادھر ہی پناہ لی۔ ان درختوں میں بہت سارے پرندوں کا بسیرا تھا اور اس میں ہر نسل کا پرندہ موجود تھا۔ کبوتر، بلبل، چڑیا، مینا، کوا وغیرہ۔ مجھے زخمی حالت میں دیکھ کر سب بہت گھبرائے اور مجھے ایک گھنے درکت میں لے گئے۔ ادھر اب ہم محفوظ تھے۔ سارے پرندے دن رات میری تیمارداری میں لگے رہے ہیں۔ ہفتہ دو ہفتہ میں اُن کے بیچ میں رہی۔ مجھے اُن کے بیچ کوئی اجنبیت محسوس نہ ہوئی اور اُن پرندوں کا بھی مجھ سے اُنس پیدا ہونا فطری امر تھا۔ میں ان پرندوں کے ساتھ اُڑتی تھی۔ ان کے ساتھ کھیتوں سے دانہ چنتی تھی اور ان ہی کے درختوں میں ان کے



ساتھ رہتی تھی۔ سارے پرندے ہر رات اکھٹے ہو کر میرا دل بہلانے کے لئے کہانیاں سناتی تھی۔ میں بھی اُن کو سائبریا کے موسم کی عجیب و غریب داستانیں سناتی جو پرندے کافی دلچسپی اور حیرانگی سے سنتی تھی۔

آخر کار مارچ کا مہینہ شروع ہوا اور میرے جانے کا وقت قریب آیا۔ جب میں نے پرندوں کو اپنے جانے کا فیصلہ سنا دیا تو سب دل تھام کے رہ گئے۔ سب میرے اس فیصلے پر ناخوش تھے۔ اُس رات ایک بھی پرندے نے کھانا نہیں کھایا۔ سب پرندے مجھ سے التجائیں کر رہے تھے کہ میں نہ جاؤں۔ ہر پرندہ اپنی بھرپور تعاون کا یقین دلا رہا تھا لیکن مسافروں کو تو ایک دن جانا ہی پڑتا ہے اور میں ٹھہری اس ملک میں مسافر مجھے تو لازماً یہ ملک چھوڑنا تھا۔ اگلے دن جب میں نے اُڑنے کے لئے پر کھولے تو سارے پرندے زار و قطار رو رہے تھے اور مجھے الوداع کہنے میرے ساتھ کئی کوس تک اُڑتے رہے۔ آخر اُن کی ہمت جواب دے گئی میں اکیلی اپنے ملک روانہ ہوئی۔

## ایک قلم کی آپ بیتی

میں ایک قلم ہوں۔ میرے برانڈ کا نام پیانو ہے اور میں سید انجینئر کے زیر نگرانی کراچی کی ایک فیکٹری میں بنا۔ فیکٹری میں موجود چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں نے مجھے اور میرے بہت سارے ساتھیوں کو پیک میں بند کر کے گودام میں رکھ دیا۔ دوسرے دن فیکٹری کی گاڑی آئی اور ہم کو گودام سے اُٹھایا اور سیدھے ہم کو مارکیٹ لے آیا۔ یہ سٹیشنری کی بہت بڑی مارکیٹ تھی۔ یہاں روزانہ لاکھوں روپے کا کاروبار ہوتا تھا۔ ہم کئی دن تک اس مارکیٹ میں پڑے رہے۔ ایک دن سوات کے ادھیانہ مارکیٹ سے سٹیشنری کا کاروبار کرنے والا ایک دکاندار آیا اور ہم سب کو خرید کر سوات لے آیا۔

سوات میں ہم اُس کے دکان میں بہت تنگ الماری میں پڑے رہے۔ یہ ایک چھوٹی سی دکان تھی اور اس میں گنجائش سے زائد سامان رکھا گیا تھا۔ ایک دن دکاندار نے اُس پیکٹ کو نکالا جس میں، میں پڑا تھا اور شوکیس پر رکھے ہوئے بال پوائنٹ پاٹ "Ball Point Pot" میں مجھے دیگر ساتھیوں سمیت ڈال دیا۔

ہم کئی دن تک اُس "Pot" میں پڑے رہے۔ ایک دن ایک سفید ریش شخص دکان میں آ نکلا اور آتے ہی مجھے اُٹھایا۔ شوکیس پر پڑے سفید کاغذ پر اُس نے میری مدد سے اپنا نام لکھا اور جب اُنہیں تسلی ہوئی کہ میری صحت ٹھیک ہے تو اُس نے دکاندار کو میری قیمت ادا کر دی اور مجھے سامنے جیب میں اٹکا کر رکھ دیا۔

اب میں روزانہ اُس کی جیب میں اٹکا رہتا تھا۔ رات کو وہ اپنے مطالعے کی میز کے ساتھ کرسی لگا کر بیٹھ جاتا تھا اور مجھے نکال کر وہ اپنی ڈائری میں میری مدد سے اپنے تمام دن کی روداد لکھتا تھا۔ اُس کی کہانی بڑی دلچسپ ہوتی تھی۔ جب وہ کپڑے تبدیل کرتا تھا تو مجھے بھی بٹوے کے ساتھ جیب سے نکلنا پڑتا تھا اور دوسری جیب میں بٹوے کے ساتھ منتقل ہونا پڑتا تھا۔ میرا اور بٹوے کا ساتھ اب مستقل ہو گیا تھا۔ میں نے کئی دن تک اپنے مالک کا بھرپور ساتھ دیا لیکن میرا مالک مجھ سے بہت زیادہ کام لیتا تھا اور میرے جسم کا خون جو سیاہی کی شکل میں موجود تھا وہ خون ختم ہونے لگا۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

آخری دنوں میں میری رفتار میں عجیب سی تیزی پیدا ہوئی۔ میں اپنی رفتار کو دیکھ کر خود بھی حیران تھا۔ میرا مالک بھی میری یہ کارکردگی دیکھ کر مجھ سے بہت خوش تھا۔ اُس کی لکھائی کا کام روانی اور صفائی کے ساتھ جاری رہتا تھا اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ ایک رات جب میرے مالک نے مطالعے کی میز سے کرسی لگا دی اور اُس پر بیٹھ کر عینک لگائی۔ اپنی ڈائری کھول کر جب اُس نے لکھائی کی غرض سے میرا سر ہٹا دیا تو میں بمشکل چار پانچ سطروں تک چل سکا۔ میرے مالک نے ایک ردی کاغذ پر میرے منہ کو زور زور سے رگڑا لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ اُس نے اپنا کام ادھورا چھوڑا اور مجھے میز پر رکھ کر سو گیا۔ میں بھی اپنی کارکردگی سے سخت خفہ ہوا کہ آج پہلی بار میرا مالک، بغیر کچھ لکھے سونے جا رہا ہے۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اور اپنی صحت کے بارے میں مجھے فکر لاحق رہی۔

اگلے دن میرے مالک نے مجھے اُٹھایا اور مجھے اُسی دکاندار کے پاس لے گیا۔ اُس سے پوچھا کہ آیا اس قلم میں سیاہی ڈالی جا سکتی ہے۔ دکاندار نے نفی میں سر ہلایا اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میرے مالک نے اُسی وقت شوکیس پر پڑے Ball Point Pot سے ایک اور میرا ہم شکل بھائی خریدا اور مجھے قریبی پڑے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت۔

## ایک گھوڑے کی آپ بیتی

میں اعلیٰ نسل کا ایک گھوڑا ہوں اور میں عراق کے شہر کرکوک میں پیدا ہوا۔ میں نے جب جوانی کی دنیا میں قدم رکھا تو میں بہت طاقتور اور خوبصورت تھا۔ میرے بال بہت گہرے اور لمبے تھے۔ میری دُم بھی دراز تھی۔ میرے پیر انتہائی مضبوط تھے اور میں انتہائی برق رفتاری سے فاصلہ طے کرتا تھا۔

میرا مالک عراق کی فوج میں جرنیل تھا۔ وہ میری دیکھ بھال بہت اچھے طریقے سے کرتا تھا۔ ایک دن پاکستان سے ایک فوجی وفد عراق آیا تھا۔ میرے مالک نے اُس وفد کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا تھا۔ لہٰذا وہ وفد میرے مالک کے ہاں رات کا کھانا کھانے کے لئے آئے اور رات بھی اُدھر ہی گزاری۔ صبح میرے مالک نے اُس وفد میں سے گھوڑوں کا شوق رکھنے والے ایک میجر کو ہمارے اصطبل لے آئے۔ میجر کا نام وقاص درانی تھا۔ وقاص درانی مجھے پسند کرنے لگا۔ وہ میرے طاقتور جسم کی بے حد تعریفیں کر رہا تھا۔ میرا مالک سمجھ گیا کہ مہمان کو میرا گھوڑا پسند آ گیا ہے لہٰذا اُس نے مجھے مہمان کو تحفے میں دیدیا۔ وقاص درانی نے بے حد شکریہ کے ساتھ مجھے قبول کیا اور وہ مجھے عراق سے پاکستان لے آیا۔ میجر وقاص درانی کا گھر حویلیاں میں تھا۔ اُس نے مجھے اپنے گھر میں بنائے ہوئے اصطبل میں رکھا۔ میجر وقاص درانی کا ایک سائیس تھا جس کا نام سجاد تھا لیکن لوگ اُس کو بجو چچا کہتے تھے۔ بجو بھاری بھرکم وجود کا مالک تھا اور اصطبل کے سارے جانوروں کے ساتھ بڑی رحمدلی سے پیش آتا تھا۔ وقت پر ہمیں چارہ دیتا تھا اور وقت پر ہمیں پانی دیتا تھا۔ میرا مالک میجر وقاص ہر شام ریس کورس گراؤنڈ میں مجھے لے جاتا اور مجھے گھوڑ دوڑ کے لئے تیار کرانے کی مشقیں کرواتا۔ میجر وقاص میری رفتار اور طاقت کو دیکھتا تو خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ آخر کار گھوڑ دوڑ کا مقابلہ قریب آیا۔ کراچی ریس کورس گراؤنڈ میں یہ مقابلہ منعقد



ہونا تھا۔ میرا مالک مجھے میری طاقت اور رفتار کی وجہ سے 4 by 4 کہتے تھے اور ٹورنامنٹ میں بھی میرے اسی نام سے انٹری تھی۔ مقابلے سے دو دن پیشتر ہم کراچی پہنچے۔ ایک دن آرام کی اور دوسرے دن میجر وقاص درانی نے مجھے کراچی ریس کورس گراؤنڈ کے ٹریک پر دوڑایا تاکہ میں مقابلے سے پہلے اُس ٹریک سے مانوس ہو جاؤں۔

مقابلہ شروع ہونے میں دو منٹ باقی تھے۔ ہم اپنے مقررہ ٹریک پر تیار کھڑے تھے۔ میجر وقاص درانی نے میرے پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور میں نے سر اُٹھا کر اُس کو بتا دیا کہ مالک میں تجھے مایوس نہیں کروں گا۔ مقابلہ شروع ہوا۔ پہلے چکر میں مجھ سے تین گھوڑے آگے تھے۔ دوسرے چکر میں مجھ سے صرف ایک گھوڑا آگے تھا لیکن تیسرے اور آخری چکر میں، میں نے تمام گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا اور ریس جیت لی۔ میرے مالک کو مقابلہ انتظامیہ کی طرف سے ٹرافی اور ایک لاکھ روپے نقد انعام ملا اور ہم خوشی خوشی کراچی سے حویلیاں لوٹ آئے۔ آتے ہی میرے مالک نے بجو چچا سے کہا کہ میرے شیر کو آج خوب کھلاؤ پلاؤ اس نے ہمارا نام روشن کیا ہے۔

اگلے دن میرے مالک نے جیت کی خوشی میں پارٹی کا اہتمام کیا تھا جس میں اُس کے سارے دوست مدعو تھے۔ مجھے بھی اس خوشی میں شامل کیا گیا تھا اور پھولوں کے ہار اور سہرے مجھ پر ڈالے گئے تھے۔ سارا دن خوب ہلہ گلہ رہا۔

دن ہنسی خوشی سے گزرتے رہے۔ میں اپنے مالک کے ساتھ بہت خوش تھا۔ میں نے کئی مقابلوں میں اول، دوسری اور تیسری پوزیشنیں حاصل کی لیکن آخر کار میرے جوانی کے دن ختم ہوئے اور میں بڑھاپے کی طرف بڑھنے لگا۔ دو ریس ہارنے پر تو میرا مالک خاموش رہا لیکن جب میں نے مسلسل تیسرے مقابلے میں بُری شکست کھائی اور پندرہ گھوڑوں میں گیارہویں نمبر پر آیا تو میرا مالک بہت دلبرداشتہ ہوا۔ اُس رات گھر پہنچ کر اُس نے بجو چچا سے کسر پھسر کی اور اگلے دن بجو چچا نے مجھے نزدیک ہی ایک گاؤں میں ایک کوچوان کے ہاتھوں بیچ دیا اور تب سے بڑھاپے کے ساتھ ہی میرے بدنصیبی کے دن شروع ہوئے۔ کوچوان روزانہ مجھ سے تانگہ کھینچواتے تھے اور بہت کم خوراک دیتے تھے۔ اب میری صحت جواب دے گئی ہے اور میں موت کے انتظار میں ہوں۔ واقعی جب تم کسی کے کام کے نہ رہو تو لوگوں کی دلچسپی تم میں نہیں رہے گی۔

## ایک سائیکل کی آپ بیتی

میں ایک سائیکل ہوں۔ میں چین کے صوبے سنکیانگ میں ایک سائیکل بنانے والے کارخانے میں تیار ہوا۔ سنکیانگ چونکہ پاکستان کی سرحد سے ملحقہ صوبہ ہے لہٰذا یہاں پاکستانی تاجر تجارت کی غرض سے آتے ہیں۔ میں فیکٹری کے گودام میں اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ پڑا تھا کہ ایک پاکستانی آیا اور مجھے میرے سینکڑوں ساتھیوں سمیت خرید کر پاکستان لے جانے لگا۔ ہم سنکیانگ سے سست بارڈر پر پہنچے۔ وہاں پر میرے تاجر کے دیگر سامانِ تجارت کے ساتھ میرا اور میرے ساتھیوں کا بھی جانچ پڑتال ہوا اور پھر ہم وہاں سے گلگت پہنچے۔ گلگت سے ہم براستہ بشام، الپوری پہنچے اور وہاں سے ہم کو سوات لایا گیا۔ سوات میں چائینہ مارکیٹ کے ایک دکاندار نے مجھے اور میرے

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

30 ساتھیوں کو خریدا اور ہم کو اگلے دن چائینہ مارکیٹ اپنے دکان کے بارہ سجا دیا۔ ایک ہفتہ بعد ایک شخص ہمارے دکان میں داخل ہوا جس کے ساتھ اُس کا پندرہ سالہ بیٹا نعمان بھی تھا۔ نعمان آٹھویں جماعت میں اول آیا تھا اور اُس کا والد وعدے کے مطابق اُس کے لئے انعام میں سائیکل خرید رہا تھا۔ دکاندار نے نعمان کے والد کو مجھے اور میرے دیگر ساتھیوں سے ملایا۔ نعمان کے والد کی نظر کرم مجھ پر پڑی اور اُس نے مجھے خرید لیا۔ نعمان کے والد نے قیمت ادا کر کے مجھے اپنی موٹر کار کے چھت پر باندھ لیا اور ہم اُن کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ نعمان کا گھر دریائے سوات کے کنارے ایک پُر فضا مقام پر تھا۔ گاؤں کا نام ہزارہ تھا جو سوات سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ گھر پہنچتے ہی نعمان نے مجھے چھت سے اُتارا اور سیدھے باہر لے گیا۔ محلے کے بہت سارے لڑکے میرے گرد جمع ہو گئے۔ نعمان نے میرے ہینڈل تھامے تھے اور وہ کسی کو بھی مجھے ہاتھ لگانے نہیں دیتا تھا۔

بچے حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور کئی ایک کی تمنا تھی کہ مجھے ذرا سا چھو لیں کہ میں کس طرح محسوس ہوتا ہوں لیکن میرے مالک کی خفگی اُن کی راہ رکاوٹ تھی اور کوئی بھی میرے مالک سے خفگی مول نہیں لینا چاہتا تھا کیونکہ اس وقت وہ محلے کے لڑکوں کا سردار تھا میری بدولت۔ کچھ دیر بعد نعمان مجھے گھر لے آیا اور میرے لئے جو جگہ اُس نے مخصوص کی تھی اُدھر مجھے کھڑا کیا۔ پہلی رات مجھے اپنے دوستوں سے بچھڑنے کا شدید غم تھا لیکن آہستہ آہستہ میں نئے دوست نعمان کی دوستی میں اتنا ڈوب گیا کہ میں اپنے ساتھیوں کو بھول گیا۔

نعمان میرا انتہائی دیکھ بھال کرتا تھا۔ ہر ہفتے وہ مجھے دریائے سوات پر لے جا کر میری صفائی کرتا۔ میرے ایک ایک پرزے سے گرد اور مٹی کو جھاڑ لیتا تھا۔ پانی سے مجھے صاف کرتا۔ ایک دن نعمان کو محسوس ہوا کہ میں چلنے میں ذرا سست پڑ گیا ہوں لہٰذا ایک پڑوسی کے مشورے پر وہ مجھے سائیکل مکینک کے پاس لے گیا۔ اُس ظالم نے میرے کل پرزے کھول دیئے اور میرے ایک ایک پرزے کو گریس سے صاف کیا اور دوبارہ میرے جسم کے حصے جوڑ دیئے۔ نعمان جب مجھے واپس گھر لے آ رہا تھا تو میں بہت تیزی سے چل رہا تھا اور اب نعمان کو بھی مجھے چلانے میں وقت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ نعمان روزانہ مجھے سکول بھی لے جاتا تھا۔ چھٹی کے وقت انتہائی رش ہوتا تھا اور میں ڈھیر ساری گاڑیوں کے بیچ میں سے نکلتا تھا۔ میرا مالک بہت لاپرواہ ڈرائیور تھا۔ کئی بار ہم حادثے سے بال بال بچ گئے تھے لیکن ایک دن ہماری جو شامت آئی کہ سامنے سے آنے والے ایک تیز رفتار موٹر نے ہم کو ٹکر ماری اور میں نعمان سمیت ایک گڑھے میں جا گرا۔ ہم دونوں کو ہوش نہیں رہا۔ موٹر والا رحم دل انسان تھا۔ اُس نے مجھے مکینک سے ٹھیک کروایا اور نعمان کا علاج ہسپتال سے کروا کر ہم دونوں کو گھر پہنچا دیا۔ نعمان کی والدہ بہت سخت طبیعت کی مالک تھی۔ اُس نے نعمان پر مکمل پابندی لگوائی کہ وہ آئندہ سائیکل نہیں چلائے گا۔ تب سے میں اپنی جگہ کھڑے کھڑے بیکار ہو رہا ہوں اور نعمان مجھے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے۔

## ایک گھڑی کی آپ بیتی

میں سیٹیزن کمپنی جاپان کی بنائی ہوئی ایک گھڑی ہوں۔ آج سے دس سال قبل میں وجود میں آئی اور



مارکیٹ میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ لائی گئی۔ مارکیٹ میں تقریباً میں ایک ہفتہ سے پڑی رہی کہ کراچی سے آئے ہوئے ایک تاجر جو کہ زیب النساء سٹریٹ کراچی میں گھڑیوں کا کاروبار کرتا تھا، نے مجھے میرے دیگر ساتھیوں سمیت خریدا اور دو دن بعد وہ مجھے جاپان سے کراچی لے آئے۔

کراچی میں اُس کا دُکان بہت خوبصورت تھا۔ دُکاندار نے مجھے ساتھیوں سمیت شیشے کے شوکیس میں ویلوٹ کے کپڑے پر سجا کر رکھ دیا۔ میں اُدھر کئی دن تک پڑی رہی۔ دکان میں موجود چھوٹا لڑکا روزانہ صبح ہمارے شوکیس سے گرد جھاڑتا تھا اور میری صفائی بھی نرم و ملائم ٹشو پیپر سے کرائی جاتی تھی۔ وہاں پر میں تقریباً بور ہو چکی تھی۔

ایک دن گورنمنٹ ڈگری کالج حیرگرہ کے طالب علم سٹڈی ٹور پر پروفیسر عبدالرشاد کی سرپرستی میں آئے تھے۔ یہ لوگ شام کے وقت زیب النساء سٹریٹ کراچی میں "Window Shoping" کر رہے تھے کہ پروفیسر عبدالرشاد اُس دکان میں داخل ہوئے جہاں میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ شوکیس میں پڑی تھی۔ پروفیسر صاحب کی نظریں مجھ پر پڑی۔ اُس نے ہاتھ کے اشارے سے دکاندار کو سمجھایا۔ دکاندار نے مجھے شوکیس سے نکال کر پروفیسر صاحب کے سامنے شوکیس کے اوپر رکھ دیا۔ پروفیسر صاحب نے نہایت احتیاط سے مجھے اُٹھا کر جوہری کی طرح اُلٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا اور پھر دکاندار سے میری قیمت پوچھی۔ دکاندار نے قیمت بتائی۔ پروفیسر صاحب نے تھوڑی رعایت مانگی جو دکاندار نے بخوشی دے دی اور مجھے پیک کر کے پروفیسر صاحب کے حوالے کیا۔ پروفیسر صاحب نے نہایت احتیاط کے ساتھ مجھ کو اپنے بیگ میں رکھ دیا جہاں مجھے دو دن تک اُس نے جس بے جا میں رکھا۔ آخر کار یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس ہوئے اور اگلے دن پروفیسر صاحب نے کالج جانے کی تیاری مکمل کی اور مجھے احتیاط سے پیکنگ سے نکالا اور کلائی پر پہن کر اوپر نیچے سے مجھے دیکھا۔ میں اُس کی کلائی پر بالکل Fit تھی گھر والوں نے پروفیسر صاحب کو مبارکباد دی۔ کالج میں بھی دیگر پروفیسر صاحبان نے عبدالرشاد صاحب کو اتنی خوبصورت گھڑی کی مبارکباد دی۔ پروفیسر صاحب میری انتہائی دیکھ بھال کرتے تھے۔ رات کو سوتے وقت وہ مجھے کلائی سے نکال کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے جہاں میرا دم گھٹنے لگتا تھا۔ پروفیسر صاحب کا ایک شرارتی بیٹا تھا جو پروفیسر صاحب سے آنکھ بچا کر مجھے اکثر اوقات تکیہ کے نیچے سے نکال دیتا تھا۔ وہ مجھے بہت تنگ کرتا تھا۔ اکثر میں اُس کے ہاتھوں سے گر پڑتی تھی اور مجھے بہت تکلیف پہنچتی۔ پہلے پہل تو پروفیسر صاحب میری بڑی دیکھ بھال کرتے تھے لیکن بعد میں اُن کی دلچسپی مجھ میں آہستہ آہستہ کم ہونے لگی اور ایک دن جب اُس کے بیٹے نے مجھے اُٹھایا اور میں اُس کے ہاتھ سے گر پڑی اور سیدھی سیمنٹ کے فرش پر آن گری۔ میرا شیشہ ٹوٹ کر چور چور ہو گیا اور میری سوئیاں ایک جگہ اٹک گئی۔ پروفیسر صاحب نے بیٹے کو خوب ڈانٹا اور مجھے اُن سے لیکر اگلے دن ایک گھڑی ساز کے ہاں انتہائی سستے داموں بیچ دیا۔ بس یہی سے میری بدنصیبی اور زوال کے دن شروع ہوئے۔ گھڑی ساز نے مجھے زخمی حالت میں ایک چھوٹے سے شوکیس میں رکھ دیا جس پر سارا دن سورج کی کرنیں پڑتی تھی اور مجھے تنگ کرتی تھی۔ ایک دن ایک شخص گھڑی ساز کے پاس میری جیسی گھڑی لے آیا جس کی مشینری میں فرق تھا۔ گھڑی ساز نے مجھ سے کچھ پرزے نکال کر اُس میں ڈال دیئے

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

اور میری آخری سانسیں اُس گھڑی کو دیکر اُس کو زندہ کیا اور میرا خالی خول واپس شوکیس میں رکھ دیا۔ میں آج بھی اُس شوکیس میں پڑی ہوں اور اس بات پر گواہی دے رہی ہوں کہ:

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

## ایک بکرے کی آپ بیتی

میں کوہستانی نسل کا ایک بکرا ہوں۔ میں نے دیر کوہستان کے ایک کسان کے ہاں جنم لیا۔ اُس کا گھر پہاڑوں کے دامن میں واقع تھا۔ میں نے جب سے آنکھ کھولی تب سے میں اور میرے دس پندرہ دیگر ساتھی، ایک گائے اور دو بھیڑیں ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بندھے ہوئے تھے۔ چونکہ سردیاں تھیں اور برف باری ہو رہی تھی لہٰذا ہماری خوراک بہت کم مقدار میں ہم کو مل رہی تھی۔ گائے کے ہاں بھی تازہ بچھڑا پیدا ہوا تھا لہٰذا زیادہ خوراک اُس کے حصے میں چلی جاتی تھی۔ میں تو ابھی چھوٹا تھا اور چارہ کھانے سے قاصر تھا لہٰذا میری ماں مجھے تھوڑا بہت دودھ پلا دیتی تھی۔ آہستہ آہستہ وقت گزرنے لگا اور موسم تبدیل ہوا۔ پہاڑوں کے دامن سے برف پگھل گئی اور بہار کی آمد نے پھولوں کی گھنٹیاں بجادی۔ ہر طرف ہرا بھرا گھاس نظر آنے لگا۔ کسان کی چھوٹی بیٹی مامونئی روزانہ ہمیں چرانے لے جاتی تھی۔ میں چونکہ ابھی چھوٹا تھا لہٰذا مامونئی مجھے اکثر گود میں لیکر پھرتی تھی۔ اس کو مجھ سے بے حد پیار تھا۔ مجھے بھی اُن کی گود میں بڑا مزہ آتا تھا۔ دن رات آرام سے گزر رہے تھے۔ میں نے اب جوانی کی دنیا میں قدم رکھ دیئے تھے اور میرے پاؤں اب مضبوط ہو چکے تھے۔ میرے دو چھوٹے چھوٹے سینگ بھی نکل آئے تھے۔ میں ہر وقت کسی سے ٹکر لینے کے موڈ میں رہتا تھا۔ کبھی کبھار مستی میں آکر میں درختوں سے اپنے سینگ ٹکراتا تھا۔ مامونئی کی دلچسپی اب مجھ میں نہ رہی کیونکہ میں اب اُس کو بہت تنگ کرتی تھی۔ وہ مجھے ایک طرف لے جانے کی کوشش کرتی تو میں دوسری طرف بھاگ جاتا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑی ہوتی تھی۔ وہ مجھے مارنے کے لئے لپک پڑتی تو میں چٹان پر چڑھ جاتا اور وہ تھک ہار کر کسی درخت کے نیچے آرام کرنے بیٹھ جاتی لیکن جب گھر جانے کا وقت آجاتا اور اندھیرا بڑھنے لگتا تو میں خود بخود اپنے ریوڑ میں واپس چلا آتا تھا کیونکہ اوپر گھنے جنگل میں ہمارے بہت سارے دشمن تھے لیکن ہمارے مالکوں اور روشنی کے ڈر سے وہ نیچے آنے کی جرأت نہیں کر پا رہے تھے۔ ایک دن میں غلطی سے بہت دور چلا گیا تھا اور پھر مجھ سے راستہ گم ہو گیا اور میں جنگل کی طرف نکل گیا۔ اچانک میرا سامنا برفانی چیتے سے ہوا۔ میرے اوسان خطا ہوئے اور میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ برفانی چیتا مجھ سے زیادہ فاصلے پر تھا لیکن اُس کی رفتار بہت تیز تھی اور قریب تھا کہ وہ مجھے اپنی خونیں پنجوں میں دبوچ لیتا لیکن تھوڑا سا نیچے آنے کے بعد وہاں کچھ لوگ درخت کاٹ رہے تھے جن کی آواز پا کر برفانی چیتا نیچے آنے کے بجائے واپس ہو گیا اور تب میری جان میں جان آئی۔ گرتے پڑتے میں اپنے ساتھیوں تک پہنچا اور اُسی دن میں نے توبہ کر لی کہ میں آئندہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔

ایک سال بعد ہمارا مالک مجھے اور میرے پانچ اور ساتھیوں کو باہر لے آئے۔ ہمارے اوپر مہندی لگا



دی گئی اور دیر کے بازار میں ایک بیوپاری کے حوالے کیا گیا۔ بیوپاری نے ہمارے مالک کو ڈھیر سارے روپے دے دیئے۔ بیوپاری نے پہلے سے بہت سارے بکرے اور دنبے جمع کر رکھے تھے۔ رات ہم سب کو اُس نے ایک میدان میں اکٹھا کیا اور ایک ٹرک آگیا۔ ہم سب کو زبردستی ٹرک میں ڈالا گیا۔ میں نے بہت زور لگایا کہ میں کسی طرح بھاگ جاؤں لیکن بیوپاری بہت ہوشیار اور ظالم تھا۔ اُس نے مجھے کانوں سے پکڑا اور پھر گود میں اُٹھا کر ٹرک کے اندر پٹخ دیا۔ مجھے بہت درد محسوس ہوا اور مجھے پہلی بار پتہ چلا کہ انسان اپنے مفاد کے لئے کسی بھی مخلوق سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا ہے۔

تمام رات سفر کرنے کے بعد ہم تین بجے پشاور پہنچے لیکن ابھی اندھیرا تھا۔ ہم کو کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ صبح نمک منڈی سے ایک بڑی مونچھوں والا شخص آیا اور مجھے میرے کچھ ساتھیوں سمیت خریدا اور پھر ہم کو خیبر بازار لے گیا۔ وہ شخص اتنا ظالم تھا کہ اُس نے ہمارے سامنے میرے تین ساتھیوں کو ذبح کر ڈالا۔ ہم اُس کو تڑپتے دیکھ رہے تھے لیکن اُس شخص کو ہماری تکلیف کا احساس نہیں تھا۔ پہلی بار مجھے مامونئی کے وہ چھوٹے چھوٹے نرم ملائم ہاتھ یاد آئے جس پر وہ میرا جسم سہلاتی تھی اور میری آنکھوں سے آنسو کے دو بڑے بڑے قطرے گر پڑے۔ مجھے اب اس دنیا سے جانا ہوگا کیونکہ میری موت میرے سامنے تھی۔ میرے ساتھی تو خوش قسمت تھے کہ میں نے اُن کے لئے آنسو بہائے لیکن کل جب یہ ظالم شخص میرے گلے پر چھری پھیرے گا تو میرے پیچھے رونے والا کوئی نہیں ہوگا۔

## ایک سویٹر کی آپ بیتی

میں ایک لیمبز وول Lambswool سویٹر ہوں۔ آسٹریلیا کے شہر سڈنی سے 50 کلومیٹر دور ایک قصبہ تھا جہاں ایک شخص نے بہت ساری بھیڑیں پال رکھی تھی۔ اُن بھیڑوں سے وہ ہر سال اون بھی حاصل کرتا تھا اور بیچتا تھا۔ سڈنی ہی میں اس اون سے سویٹرز، مفلر، دستانے اور جرابیں بنتی تھی۔ میں بھی اسی کمپنی کی پیداوار ہوں اور میرے جسم میں استعمال ہونے والا اُون اُسی شخص کے بھیڑوں کی تھی۔

تین اکتوبر 1955ء کو ہم اس کارخانے سے پیک ہو کر مارکیٹ میں آگئے۔ 5 اکتوبر 1955ء کو پاکستان میں ہولناک زلزلہ آیا اور ساری دنیا سے زلزلہ زدگان کے لئے مدد کی اپیل کی گئی۔ یہ اپیل اقوام متحدہ کی طرف سے تھی۔ آسٹریلوی حکومت نے کمبل، سویٹرز اور خوراک کی شکل میں دو جہاز امداد فوری طور پر پاکستان روانہ کردی۔ ان سویٹرز میں، میں بھی شامل تھا۔ آسٹریلوی امداد سے بھرے یہ جہاز اسلام آباد کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر اُترے۔ آسٹریلوی حکام نے یہ سامان پاکستانی فوجی حکام کے حوالے کیا اور اگلے دن ہم کو ٹرکوں میں ڈال کر متاثرہ جگہ روانہ کیا گیا۔ شام کو ہم بالاکوٹ پہنچے۔ دو دن بعد کاغذی کارروائیوں کے بعد ہمارے پیکٹ کھول دیئے گئے اور ہم کو متاثرین میں تقسیم کیا جانے لگا۔ ایک لمبی قطار لگی ہوئی تھی اور ڈسٹرکٹ کوارڈینیٹر

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

اپنے ہاتھوں سے متاثرین میں سویٹرز اور کمبل تقسیم کر رہے تھے۔ میری باری آئی تو ایک نوجوان لڑکا جس کا نام گلاب خان تھا اُن کے ہاتھوں میں مجھے تھما دیا گیا۔ گلاب خان مجھے لیکر گھر آیا لیکن موسم ابھی اتنا ٹھنڈا نہیں تھا لہٰذا اُس نے مجھے سنبھال کر رکھ دیا۔ گلاب خان کا گھر زلزلے سے کافی حد تک متاثر ہو چکا تھا۔ ایک مہینے بعد سردی کی شدت میں اضافہ ہوا اور گلاب خان نے مجھے نکال کر پہن لیا۔ پہلی بار میں نے کھلی فضا میں سانس لیا۔ اردگرد کے مناظر انتہائی خوبصورت تھے۔ بعض درخت خزاں رسیدہ تھے لیکن سدا بہار درختوں پر ہریالی تھی۔ پہاڑ نے اردگرد وادی کو گھیر رکھا تھا لیکن ماحول پر موت کا سناٹا تھا۔ موت نے مہینہ قبل یہاں بھیانک رقص کیا تھا اور بہت سارے لوگ اس کی نذر ہو چکے تھے۔

گلاب خان میرا اتنا خیال نہیں رکھتا تھا۔ وہ اکثر وضو کرتے ہوئے مجھے بڑی بے دردی سے اُتارتا تھا اور پہنتا تھا۔ اکثر اوقات وہ مجھے جسم سے اُتار کر جہاں چاہتا پھینک دیتا اور پھر مجھے اُدھر ہی بھول جاتا۔ ایک دن تو حد ہو گئی۔ اُسنے مجھے کرکٹ گراؤنڈ میں چھوڑ دیا چونکہ وہ ہاؤلنگ کر رہا تھا اور اپس کی ہاؤلنگ میں رکاوٹ بن رہا تھا لہٰذا اُس نے مجھے اُتار کر گراؤنڈ کے کنارے رکھ دیا اور پھر وہی بھول گیا۔ اگلے دن صبح جب اُسے سردی کا احساس ہوا تو اُس کو میری یاد آ گئی اور وہ دوڑا گراؤنڈ چلا آیا۔ یہ تو اُس کی خوش قسمتی تھی کہ میں کسی اور کے ہاتھ نہیں لگا۔ وہاں سے اُٹھا کر اُس نے مجھے پہن لیا۔ تقریباً دو سال تک وہ مجھے استعمال کرتا رہا۔ گرمیوں میں وہ مجھے ایک ٹین کے صندوق میں بند کر دیتا اور سردی آتے ہی مجھے نکال دیتا لیکن تیسرے سال جب اُس نے مجھے ٹین کے اُس پرانے صندوق سے نکالا تو چوہے نے میرے جسم کو کتر ڈالا تھا۔ لہٰذا گلاب خان نے میرا استعمال چھوڑ دیا۔ گلاب خان کی ماں نے قینچی کی مدد سے میرے آستین کاٹ ڈالے اور مجھے ایک بکری کو پہنا دیا۔ مجھے اپنی اس بے عزتی پر سخت افسوس ہوا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ہر چیز اپنی افادیت کھو دیتی ہے۔ سو میں نے بھی اپنی قسمت پر صبر کیا اور انسان کو فائدہ پہنچانے کے بعد جانوروں کے کام بھی آنے لگا۔

+ + + + + + + + + + + + + + + + + + + +



# حصۂ مضامین

## ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، فخر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم ، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا میں مختلف اوقات، مختلف مقامات پر مختلف قوموں کو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ان میں بعض کے ساتھ معجزات تھے، بعض کے ساتھ آسمانی صحائف اور کتاب تھی۔ موسیٰؑ کو ان میں سے اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ابراہیمؑ "خلیل اللہ" "اللہ کا دوست" کہلائے اور عیسیٰؑ روح اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے، آدمؑ سے دنیا کا آغاز ہوا تو نوحؑ آدم ثانی کہلائے۔

ہمارے پیارے نبیؐ ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپؐ تمام دنیا کے لئے رحمت تھے۔ آپؐ کے پاس معجزے اور کتاب بھی تھی۔ آپؐ کو معراج کا تحفہ بھی ملا۔ آپؐ اللہ کے محبوب بھی تھے بلکہ آپؐ کی وجہ سے دنیا تخلیق ہوئی۔ بقول رحمان بابا!

کہ صورت د محمدؐ نہ وے پیدا

پیدا کڑی بہ خدائے نہ وہ دا دنیا

آپؐ پر نبوت کا خاتمہ ہوا لہٰذا آپؐ اولین بھی تھے اور آخرین بھی ہے اور بچپن میں آپؐ کے دل کا آپریشن ہوا۔ آپؐ اُمی تھے لیکن وحی کے ذریعے آپ کو سب کچھ بتا دیا جاتا اور آپؐ صفہ میں اُستاد کی حیثیت سے پڑھانے لگے۔ جنگ ہو یا امن آپؐ بہترین تدبیر اور فیصلہ کرنے والے لیڈر تھے۔ حالات جنگ آپؐ سب سے بہترین صفیں آراستہ کرنے والے سپہ سالار تھے، بہترین جنگی حکمت عملی اپنانے کے لئے مشہور تھے، غزوہ خندق میں شہر کے گرد خندق کھودنا اور شہر کو بچانے کا طریقہ کار رہتی دنیا کے لئے مثال ہے۔ اُحد کی لڑائی میں آپؐ کے فرمان کی ذرا سی حکم عدولی کر بیٹھنے پر صحابہ کو نقصان اُٹھانا پڑا اور اگر بات امن کی آتی ہے تو صلح حدیبیہ کی مثال کو اب بھی صلح جُو لوگ ڈھال کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ خدا ترسی اور صلہ رحمی میں حضورؐ اپنی مثال آپؐ تھے۔ دشمن آپؐ سے بُرا سلوک فرماتے آپؐ نیک سلوک کر کے اُن کو اپنا گرویدہ بنا لیتے۔

مشرکین مکہ کی طرح جاہل اور ظالم قوم شاید ہی دنیا میں گزری ہو لیکن آپؐ نے اُن کو انسانیت اور

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

بہترین اخلاق کے رنگ میں رنگ دیا اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اُن میں مواخات کا جذبہ پیدا کیا۔ بقول حالیؔ!

قبائل کو شیر و شکر کرنے والے　　مفاسد کو زیر و زبر کرنے والے

حضورؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو وہ سبق دیا کہ اُن کے خلفائے راشدین رہتی دنیا کے لئے مثال بن گئے۔ دورِ فاروقیؓ ساری دنیا کے لئے مثال ہے۔ آج کل جب کہ دنیا کا ہر ازم اور نظام فیل ہے تو دورِ عمر فاروقؓ کے نظام عدل کو نافذ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں کہ اس کی وجہ سے پُر امن معاشرہ تشکیل پائے۔

۲۳ سال کے قلیل عرصے میں آپؐ نے لوہے جیسے دلوں کو موم کی طرح پگھلا دیا اور اس عرصہ تبلیغ میں کبھی دلبرداشتہ نہ ہوئے بلکہ ہمیشہ اپنی اُمت کے غم میں لگے رہے۔ مشرکین عرب آپؐ سے مسلسل بُرا سلوک کرتے تھے۔ آپؐ اُن کی راہ راست پر آنے کے لئے دست بدعا رہتے تھے۔ طائف میں آپؐ پر پتھر برسائے گئے۔ آپؐ نے اہل طائف پر دُعا کے پھول برسائے۔ وحشی اور ہندہ نے آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کو قتل کیا۔ آپؐ نے اُن کو امن کا لباس پہنایا۔ ابوسفیان نے اسلام دشمنی کا کوئی لمحہ ہاتھ سے نہ جانے دیا حضورؐ نے اُن کے گھر کو فتح مکہ کے دن دارالامن قرار دیا۔ ہر لمحہ اُمت کی فکر میں رہنے والے پیغمبرؐ ہمیشہ کہتے تھے "انا رحمت للعالمین" اُس کی زندگی اور اُس کے کارنامے اور اُس کا قول و فعل سب کچھ انسانیت کے مفاد میں تھا۔ اُس نے زندگی میں ایک بھی قدم ایسا نہیں اُٹھایا جس سے خود غرضی کی بُو آ رہی ہو۔

اپنا کام اپنی زندگی میں تکمیل تک پہنچایا اور آخری خطبہ حج میں خود کو احتساب کے لئے پیش کیا۔ حاضرین سے پوچھا کہ میں نے اللہ کا دین پورا پورا آپ کو پہنچایا۔ سب نے اس کا اقرار کیا کہا ہاں آپؐ اپنے فرائض سے بخوبی عہدہ برا ہوئے ہو اور اِس خطبے میں برابری کا آفاقی درس دیا کہ تمام انسان آلِ آدم ہے۔ کسی کو دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں ہے نہ کالے کو گورے پر اور نہ عربی کو عجمی پر۔ یتیم اور عورت جو کہ کمزور طبقہ ہے اُن کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تلقین کی۔

آپؐ کے بتائے ہوئے اصول اپنا کر صحابہ کرامؓ دنیا میں جہاں بھی گئے۔ کامیابی اور کامرانی اُن کے قدم چومتی رہی اور حضورؐ کا فرمان تھا ہی امن اور سلامتی کا فرمان، لہٰذا آپؐ کا فرمان جدھر بھی پہنچا لوگوں نے بخوشی قبول کیا۔ یہی وجہ تھی کہ قلیل عرصے میں اسلام تمام دنیا میں پھیل گیا۔

آج بھی دنیا کے تمام ممالک میں مسلمان موجود ہیں لیکن اُن کی وہ حیثیت نہ رہی جو پہلے تھی۔ کیا وجہ



ہے کہ جب سچے اور کھرے انسان کی بات آتی ہے تو ہمارے پیغمبرؐ اس میں اول نمبر پر ہوتے ہیں۔ یہ بات اب بھی غیر مسلم تسلیم کرتے ہیں کہ آپؐ بہترین لیڈر تھے۔ بحیثیت انسان آپؐ لاجواب تھے لیکن اُن کے اُمتیوں پر آج دنیا تنگ ہے اور ہر کوئی انہیں نفرت اور حقارت سے دیکھ رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے پیارے پیغمبرؐ کے وہ آفاقی تعلیمات پس پشت ڈالے ہیں اور ہر جگہ دھوکہ اور فریب کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم اپنی ذات تک سے منافقت کر رہے ہیں۔ اگر ہم اپنی زندگیوں کو سو فیصد حضورؐ کے رنگ میں رنگ دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم پھر دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کریں۔

## وقت کی پابندی

جس طرح پل کے نیچے سے اگر ایک پانی گزرے تو اُن کے لئے واپسی ناممکن ہے بالکل اُسی طرح وقت ہے کہ گزرنے والا ہر لمحہ واپس نہیں ہو سکتا۔ کسان اگر وقت پر بیج نہ بوئے تو فصل کا اُگنا ناممکن ہے، اگر فصل کو وقت پر پانی نہ دیں تو مقرر مقدار کا حصول ناممکن ہے۔

موسم اپنے مقررہ وقت پر تبدیل ہوتے ہیں۔ سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔ چاند کا گھٹنا اور بڑھنا بھی وقت کا پابند ہے۔

دریاؤں میں بھی گرمیوں میں تیزی آجاتی ہے اور سردیوں میں اِن کی لہریں مدہم پڑتی ہیں۔ درختوں پر بہار میں کونپلیں پھوٹتی ہیں اور خزاں میں یہ پتوں کی شکل میں جڑتے ہیں۔ چیونٹیاں گرمیوں میں دانہ دُنکا چُنتے ہیں اور سردیوں میں روپوش رہتے ہیں۔

غرض فطرت ہو، حشرات الارض ہو یا اشرف المخلوقات سب کو قوت کے مطابق زندگی بسر کرنی پڑتی ہے جو وقت اور فطرت کے خلاف چلتے ہیں تو وہ نقصان اُٹھاتے ہیں اور کام کے وقت میں آرام کرنے والے ہمیشہ گھاٹے میں رہتے ہیں۔ بقول حالیؔ!

یونہی وقت سو سو کے جو ہیں گنواتے
وہ خرگوش پچھڑوں سے ہیں زک اُٹھاتے

جو قومیں وقت کی پابندی کو اپنا شعار بنا لیتی ہیں اقوام عالم میں سرخرو رہتی ہیں۔ وہ زندگی کے ہر دوڑ میں آگے رہتی ہیں۔ وقت کی پابندی کرنے کی وجہ سے اُن کے پاس مسائل کم اور وسائل زیادہ ہوتے ہیں اور ہر چیز میں خود کفیل رہتے ہیں۔ اُن پر بُرا وقت کم ہی آتا ہے اور اگر بُرا وقت آ بھی جاتا ہے تو وہ قومیں اِن کے لئے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

ذہنی طور پر تیار رہتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں جو قومیں وقت کی قدر نہیں کرتی وہ زندگی کی ہر دوڑ میں پیچھے رہتی ہیں۔ وہ دوسرے قوموں کی دستِ نگر رہتی ہیں۔ ہر وقت پریشانی میں مبتلا یہ قومیں مصیبت کی گھڑی میں مزید مسائل میں اُلجھ جاتی ہیں اور اُنہیں سلجھاؤ کا راستہ نہیں سوجھتا۔

وہ طالب علم جو وقت پر اپنا ہر کام سرانجام دیتا ہے تو اُن کی زندگی میں نظم وضبط ہوتا ہے۔ آج کے کام کو کل پر نہ چھوڑنے والے طلباء کبھی بھی پریشانی میں نہیں گرتے۔ کام اُن کے لئے کبھی بھی مسئلہ نہیں بنتا۔ مشکلات اُن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی اور وہ ہر آنے والے امتحان کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں اور اُن میں سرخرو رہتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں وہ لڑکے جو کاہل، کام چور اور تن آسان ہیں وقت کی پابندی نہیں کرتے تو وہ ہر محاذ پر ذلت اور رسوائی کا سامان کرتے ہیں۔ وہ زندگی کے ہر کام میں چور دروازے سے داخل ہونے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اُن کا ہر کام بگڑا اور ادھورا رہتا ہے، ناکامی ہر موڑ پر اُن کا خیر مقدم کرتی ہے۔ امتحان کا نام اُن کے لئے کسی بلائے ناگہانی سے کم نہیں ہوتا۔ وہ ہر کام میں دوسروں کی مدد تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا تکیہ ہمیشہ کسی اور پر رہتا ہے اور یہ سارے مسائل اس لئے ان کو آن گھیرتا ہے کہ اُس نے کسی بھی کام کو وقت پر نہیں کیا ہے۔ کاہلی کی وجہ سے اُس نے ہر کام کو کل پر ٹالا ہے اور اُس کا یہ کل کبھی نہیں آتا۔ آخر کار امتحان آجاتا ہے لیکن اُس کا کام کرنے کا دن طلوع نہیں ہوتا اور پھر وہ ناجائز ذرائع استعمال کرنے کی تلاش میں لگا رہتا ہے اور ایک غلط کام کرنے کے لئے پھر وہ کئی غلط کام اور کر بیٹھتا ہے۔ اس ذلت اور در دِسر سے بچنے کے لئے ہر طالب علم کے لئے چاہیئے کہ وہ وقت کی پابندی کریں۔ ہر کام کو اپنے مقررہ وقت پر انجام دیں۔ ہر آنے والے امتحان کے لئے پہلے سے تیار کریں۔ اس طرح امتحان کے دنوں میں اُس کی ساری توجہ اپنے امتحان پر مرکوز رہتی ہے۔ کوئی بھی پریشانی اُس کے پاس نہیں پھٹکتی اور وہ پُرسکون رہ کر اپنے امتحان سے فارغ ہو جاتا ہے۔

زندگی کی دوڑ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہ تمام عمر اپنے فرائض سے غافل رہتے ہیں اور کبھی بھی اُن کو وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ لوگ ہمیشہ پیچھے رہنے والے لوگ ہیں لیکن بعض لوگوں کو اپنے غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ راہ راست پر آجاتے ہیں۔ بقول اکبر! ''غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا'' اور دیر سے آید درست آید کی مانند وہ اپنی غلطیوں کا ازالہ کر بیٹھتے ہیں۔

الغرض وقت کی پابندی سے ہر کام میں اعتدال آتا ہے۔ انسانی ذہن منتشر نہیں رہتا اور وہ ہر کام کو عمدگی سے سرانجام دیتا ہے جبکہ وقت کے پابند نہ رہنے والے لوگ عین وقت پر پریشانیوں میں گرتے ہیں اور صحیح سمت اُن سے گم ہو جاتی ہے۔ پھر عمر بھر وہ بھٹکتے رہتے ہیں۔



# بے ہنگم ٹریفک، حادثات اور ان کا حل

کائنات کے نظام پر غور کرو تو ہر سیارہ اپنے مدار میں مقررہ وقت پر گردش کر رہا ہے۔ زمین پر چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں بھی قطار بنا کر چلتی ہیں۔ مرغابیوں کی ڈار ہو یا ہرنوں کی ڈار قطار میں اُڑتے بھاگتے ہیں لیکن انسان باوجود عقل وادراک کے بار بار سمجھانے پر بھی قانون کی خلاف ورزیاں کرتا ہے۔ پیدل چلنے والا سڑک کے بیچوں بیچ جا رہا ہے تو سائیکل اور موٹر سائیکل سوار فٹ پاتھ پر اپنی سواری چڑھا کر جا رہا ہے۔ کہیں واضح بورڈ پر لکھا ہوگا کہ سڑک یک طرفہ ٹریفک کے لئے ہے لیکن آپ دیکھیں گے کہ دونوں طرف سے گاڑیاں رواں دواں ہیں۔ آپ کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آرہا ہوگا کہ بورڈ پڑھنے میں غلطی ہوئی یا یہ کیا ماجرا ہے۔

دکاندار حضرات بھی اپنی دکانوں سے 5.5 فٹ آگے اپنا سامان رکھنا اپنا قانونی حق سمجھتے ہیں۔ پیدل چلنے والوں کو تو وہ سرے سے یہ حق ہی نہیں دیتے کہ فٹ پاتھ اُن کے لئے بنا ہے اوپر سے ریڑھیوں اور خوانچہ فروشوں نے رہی سہی کسر پوری کی ہے۔ سڑک کے دونوں اطراف میں آپ کو اتنی ریڑھیاں اور خوانچہ فروش نظر آئیں گے کہ گویا یہ کوئی سڑک یا چوک نہیں بلکہ جمعہ بازار لگا ہوا ہے۔ ایسے میں جب پیدل چلنے والے مشکل سے راہ پائیں گے تو بڑی بڑی گاڑیاں کیسے آگے بڑھے گی۔ ایسے حادثات کا ہونا معمول کی بات ہے۔

ہمارے ہاں قانون کی پاسداری نہ ہونے کی وجہ سے ہر عمر کے افراد، بچے گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے نظر آئے گے جو کہ بغیر لائسنس کے گاڑیاں چلاتے ہیں۔ ناتجربہ کاری اور کم عمری کی وجہ سے حادثات سامنے آرہے ہیں۔ بعض رئیس زادے تیز گاڑی چلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور اکثر مصروف چوکوں میں گاڑیاں دوڑاتے نظر آتے ہیں جو کہ حادثات کے سبب بن رہے ہیں۔ یہ رئیس زادے گاڑیوں سے سیلنسر نکال کر گاڑی چلاتے ہیں۔ ہلڑ بازی کرتے ہیں تو کبھی موٹر سائیکلوں کو ایک پہیے پر چلانے کی کوشش میں خود بھی حادثات کا شکار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی وجہ سے حادثات کا سامان کرنا پڑتا ہے۔ ہماری سڑکوں پر چلنے والی گاڑیاں پرانی ہو چکی ہیں لیکن قانون نہ ہونے کی وجہ سے اب بھی یہ سڑکوں پر جیسی تیسی رواں دواں ہیں۔ ان گاڑیوں میں ہارن نہیں ہوتے، بریک بتی ان کو ٹوٹ چکی ہوتی ہے۔ اکثر رات کو بڑی گاڑی ایک فرنٹ لائٹ کے ساتھ سامنے سے آرہی ہے مخالف سمت میں گاڑی والا سمجھے گا کہ سامنے سے موٹر سائیکل سوار آرہا ہے اور نتیجتاً حادثہ رونما ہوگا۔

ٹریفک کی زیادتی کی وجہ سے ٹریفک جام ہونا معمول کی بات ہے۔ متبادل راستوں، بائی پاس کی کمی

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

اور کشادہ سڑکوں کا نہ ہونا ٹریفک کے جام ہونے کا سبب بن رہے ہیں۔ ایسے میں ڈرائیوروں کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور اپنی لائن میں رہ کر سڑک کھو لنے کا انتظار کرنا چاہیئے لیکن ہمارے ہاں ان پڑھ اور خود سر ڈرائیور 10 منٹ انتظار کی بجائے رانگ سائیڈ سے نکلنے کی کوشش میں ٹریفک مزید جام کر دیتے ہیں اور پھر گھنٹوں گھنٹوں یہ راستہ نہیں کھلتا۔ ہمارے ہاں راشی افسروں کی وجہ سے بھی ڈرائیور اپنی من مانیاں کرتے ہیں۔ اوور لوڈنگ تو یہ ڈرائیور معمولی بات سمجھتے ہیں اور یہی معمولی بات بڑے بڑے حادثات کا موجب بن رہا ہے۔ یہی ڈرائیور غلط اوورٹیک کر کے بہت سارے انسانی جانوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں اور اکثر ان کے ہاتھوں قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ نو پارکنگ ایریا میں گاڑی کھڑی کر کے سارا ٹریفک جام کرتے ہیں اور لوگوں کے لئے دردِ سر کا سبب بن رہے ہیں۔

ٹریفک سگنل توڑنا، حفاظتی بلٹ نہ باندھنا، دورانِ سفر موبائل فون پر باتیں کرنا، فرنٹ سیٹ پر بیٹھے سواریوں سے گپ شپ لگانا، ڈرائیونگ کرتے کرتے سگریٹ پینا، تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا، رانگ سائیڈ پر نکلنا اِن ڈرائیوروں کا معمول ہے۔

ٹریفک کے ان مسائل اور حادثات کا حل یہ ہے کہ حکومت ان کے لئے اقدامات کریں۔ سڑکوں کو کشادہ کریں اور راستے اور فٹ پاتھوں سے ہر قسم کے ناجائز تجاوزات ہٹا دیں۔ ٹریفک سگنلوں کا ہر چوراہے پر انتظام کریں، ٹریفک قوانین سے آگاہی کے لئے مختلف اقدامات کریں، سڑک کے دونوں اطراف پر مختلف سائن بورڈز کے ذریعے یہ قوانین واضح کریں۔

ایمانداری اور تندہی سے کام کرنے والے ٹریفک اہلکار تعینات کریں تاکہ رشوت کی حوصلہ شکنی ہو جائے اور کوئی بھی قانون سے بالاتر نہ رہے۔

گاڑی چلانے والا کم از کم میٹرک پاس ہو۔ ان پڑھ آدمی کو سرے سے لائسنس ہی نہ دیا جائے۔ کم عمر، زیادہ بوڑھے افراد اور کم بینائی والے افراد کو گاڑی چلانے سے منع کیا جائے۔

پرانی گاڑیاں جو استعمال کے قابل نہ رہی ہو ان کو ضبط کیا جائے۔ ایسی گاڑیاں جن کے سلنسر پھٹے ہو، جن کی لائٹس خراب ہو، ان کا چالان ضروری ہے۔ لائسنس، ٹوکن، شناختی کارڈ کی چیکنگ ضروری ہونی چاہئیں۔

ٹریفک سگنل توڑنے والے، ٹریفک کے دیگر قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے اور زیادہ سواریاں بٹھانے والے ڈرائیوروں سے سختی سے نمٹنا چاہیئے۔ قانون سب کے لئے یکساں ہونا چاہیئے۔ امیر،



غریب کی کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیئے۔ ہمارے ہاں یہ مرض بڑا عام ہے کہ کوئی گاڑی پر پریس MPA, MNA, Press اور Nazem کا بورڈ لگا کر خود کو قانون سے بالاتر سمجھتا ہے اور ہر طرح کی خلاف ورزی پھر اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ایسے عناصر کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیئے اور موقعے پر ہی ان کو سزا دینی چاہیئے کیونکہ یہ ملک ہم سب کا ہے اور ہم سب برابر ہیں۔

## ہمارے برآمدات

برآمدات کسی ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہے۔ ان سے قیمتی زرمبادلے کا حصول کسی ملک کی خوشحالی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

ہمارے ملک پر اس معاملے میں قدرت کا فیضانِ عظیم ہے کہ ہم دنیا کے ایسے خطے میں رہتے ہیں جہاں قدرتی نعمتوں کی فراوانی ہے۔

ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے لہٰذا یہاں بہترین قسم کا کپاس، چاول، تمباکو، گندم، گنا اور والیس پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ سبزیاں اور پھل بھی وافر مقدار میں یہاں پیدا ہوتے ہیں۔

پاکستانی چاول اپنی کوالٹی اور خوشبو کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے اور عرب ممالک کے علاوہ دنیا بھر میں اس کی مانگ ہے۔

صوبہ سرحد کے اضلاع مردان، چارسدہ اور صوابی میں بہترین قسم کا ورجینا تمباکو پیدا ہوتا ہے جو کہ سگریٹ انڈسٹری میں استعمال ہوتا ہے اور پاکستان کی اہم برآمد میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان سے بہترین قسم کا آم، کھجور، سیب اور سبزیاں برآمد کی جاتی ہیں۔

پاکستان سے آپریشن تھیٹر میں استعمال ہونے والے آلات بھی برآمد کی جاتی ہیں۔ پاکستان کھیلوں کا سامان برآمد کر کے کثیر زرمبادلہ کماتا ہے۔ اس سلسلے میں سیالکوٹ میں بہترین فٹ بال، کرکٹ کا سامان، ٹینس کے ریکٹ بنائے جاتے ہیں، جن کی مانگ دنیا بھر میں ہے۔

## ہمارے برآمدات

پاکستانی کپڑا دنیا بھر میں اپنی نفاست اور کوالٹی کی وجہ سے مشہور ہے۔ پاکستانی اونی اور سوتی کپڑا دنیا کے کئی ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چمڑے سے بننے والے مصنوعات مثلاً جیکٹ، جوتے دنیا بھر میں پہناوے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ پاکستانی قالین دنیا بھر میں لوگوں کے گھروں اور دفتروں کی زینت

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

بنے ہوئے ہیں۔

ہمارے جنگلات سے جنگلی بوٹیاں حاصل ہوتی ہیں جو کہ دنیا بھر میں ادویات بنانے میں استعمال ہوتی ہیں اور پاکستان سے برآمد کی جاتی ہیں۔

بجلی کا سامان بنانے اور برآمد کرنے والے ممالک میں پاکستان کا نام بھی شامل ہے۔ پاکستانی سنکھیے، ائیر کولر اور واشنگ مشین عرب ممالک کے ساتھ ساتھ ایران، سری لنکا اور افغانستان کو برآمد کیے جاتے ہیں۔

پاکستان کا ایک وسیع علاقہ سمندری ساحل پر مشتمل ہے لہٰذا یہاں سے وافر مقدار میں مچھلی اور جھینگے حاصل ہوتے ہیں جس کو برآمد کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں کئی قسم کے معدنیات نکالے جاتے ہیں جن میں جپسم، کرومائیٹ، کوئلہ، نمک اور سنگ مرمر شامل ہیں۔ پاکستانی سنگ مرمر اور ٹائلز دنیا بھر میں پسند کیے جاتے ہیں اور یہاں سے برآمد کیے جاتے ہیں۔

## برآمدات

پاکستان میں گاڑیوں میں استعمال ہونے والے سپیئر پارٹس اور ٹائیرز بھی اعلیٰ قسم کے تیار ہوتے ہیں اور دنیا بھر میں اس کی مانگ ہے۔ پاکستان میں چھوٹے پیمانے پر اسلحے کی فیکٹریاں ہیں جو کہ عمدہ قسم کا اسلحہ تیار کر کے دنیا میں کئی ممالک کو برآمد کرتا ہے۔ مختلف قسم کے مصالحے، منرل واٹر اور لائیو سٹاک اشیاء برآمد کرنے والے ممالک میں شامل ہے۔

پاکستان اخبار اور کتابوں میں استعمال ہونے والا کاغذ بھی برآمد کرتا ہے۔

پاکستانی جیولری، کرکرای اور کٹلری دنیا بھر میں خاتون خانہ کا اولین انتخاب ہوتا ہے۔

حکومت پاکستان کو چاہیئے کہ برآمدات میں مزید اضافہ کرنے اور کثیر زرمبادلہ کمانے کے لئے اقدامات کریں۔

زرعی اجناس، پھل اور دیگر خوردنی اجناس جو کہ برآمد ہوتے ہیں اُن کی بہترین پیکنگ، محفوظ کرنے اور اُن کو طویل مدت استعمال کا حامل بنانے کے لئے جدید سائنسی طریقے اختیار کیے جائے۔

دیگر برآمدات جو کہ گھروں دفتروں اور دیگر جگہوں پر استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی کوالٹی بڑھانے پر توجہ دی جائے تو بین الاقوامی منڈیوں کے مقابلے میں یہ کوالٹی اور استعمال کے لحاظ سے سب سے آگے ہو۔



## جنگلات کے فوائد

جنگلات کسی بھی ملک کے معاشی استحکام کے لئے انتہائی لازمی جز ہے۔ ملک کے ۲۳ فیصد رقبے پر جنگلات کا ہونا معاشی خوشحالی کا سبب بن سکتا ہے۔ درخت قدرت کا وہ تحفہ ہے جس سے نہ صرف ماحول خوبصورت رہتا ہے، ہوا خوشگوار رہتی ہے بلکہ ان سے اور بھی کئی قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہین۔ قدیم چینی شہتوت کے پتوں سے ریشم حاصل کرتے اور سینکڑوں سال پہلے جب پہیہ ایجاد نہیں ہوا تھا تو قدیم زمانے کے لوگ درختوں کے تنے کو کاٹ کر اس سے گول پہیہ کا کام لیتے تھے۔

درخت کا سایہ ماں کی آغوش کی طرح ہے اور اس کا کردار بھی والدین ہی کی طرح ہے کہ یہ انسان کو صدیوں سے کھلاتا اور پلاتا آرہا ہے۔ اس سے حاصل شدہ پھل ہم کھاتے ہیں اور گھنے جنگلات کی بدولت ہی بارش برستی ہیں۔ انسان اور چرند اس کے سائے تلے ستاتے ہیں اور پرندوں کا بسیرا رات کے وقت درختوں ہی پر ہوتا ہے۔

ہم درخت ہی سے پیوسہ رہ کر بہترین معیشت کی بہار کے مزے لوٹ سکتے ہیں جو پہاڑ درختوں سے لدے ہوتے ہیں وہ اگر ایک طرف بجت کا نظارہ پیش کرتا ہے تو دوسری طرف ہم اس سے قیمتی لکڑی حاصل کر کے اس کو کئی طریقوں سے استعمال میں لاتے ہیں۔ فلائی وڈ، چپ وڈ، فارمیکا انڈسٹری ان جنگلات کی بدولت رواں دواں ہے۔ شیشم، دیودار، اخروٹ، چیڑ اور پرچل کی لکڑی سے ہم بہترین فرنیچر بناتے ہیں اور گھروں کی زیب وزینت بڑھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لکڑی گھروں کی کھڑکیوں روشندانوں اور دروازوں میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ بعض علاقے جہاں قدرتی آفات کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے وہاں تو پورے کا پورا گھر ہی لکڑیوں سے ہی بنایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ لکڑی کے تختے ریل کی پٹڑیوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑی بڑی گاڑیوں کی باڈیاں بھی لکڑی کے تختوں کی مرہون منت ہوتی ہے۔

جنگلات کی بدولت موسلا دھار بارش کے بعد طغیانی کا خطرہ کم رہتا ہے اور ان جنگلات کی وجہ سے ہماری قیمتی زمینیں کٹاؤ سے محفوظ رہتی ہیں۔ جو علاقے سیم وتھور کا شکار رہتے ہیں وہاں درخت لگانے سے اس مسئلہ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ جنگلات میں موجود جڑی بوٹیاں کئی قسم کے امراض کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہیں اور ڈاکٹر و اطباء ان جڑی بوٹیوں سے کئی امراض کا علاج فرما رہے ہیں۔

جنگلات خوبصورت چرند اور پرند کا گھر ہوتا ہے جو کہ ماحول کی خوبصورتی کو بھی چار چاند لگاتا ہے اور شکاری حضرات اس سے اپنا شوق پورا کرتے ہیں۔ جن علاقوں میں جنگلات زیادہ ہوں گے وہاں بارشیں بھی

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

زیادہ برستی ہیں۔لہٰذا سردی کے موسم میں برفباری بھی ہوتی ہے اور اس برف کی وجہ سے سارا سال دریاؤں میں پانی بہتا ہے جن سے ہم اپنے ضروریات زندگی کو پورا کرتے ہیں۔ان دریاؤں پر ڈیم بنائے گئے ہیں اور ان ڈیموں سے نہریں نکال کر ہم اپنے زمینوں کو سیراب کرتے ہیں جبکہ ان ڈیموں پر ٹربائن لگا کر ان سے بجلی حاصل کی جاتی ہے۔

صنعتی لحاظ سے ماچس بنانے کی فیکٹری، کھیلوں کا سامان بنانے کی فیکٹریاں اور دیگر بہت ساری انڈسٹریاں ایسی ہیں جو لکڑی کی بدولت ہی چلتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ہم ان جنگلات سے جلانے کی لکڑی بھی حاصل کرتے ہیں لیکن آج کل ان سینکڑوں سال سے ایستادہ جنگلات کی بڑی بے دریغ کٹائی ہو رہی ہے۔ ٹمبر مافیا والے اس قیمتی سرمایے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اس کو ختم کرنے پر تلے ہیں جن سے کئی مسائل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔جنگلات کے خاتمہ سے ایک طرف پہاڑ ویران اور بنجر ہو جائیں گے، بارش کا سلسلہ کم ہوگا اور بارشیں ہوگی بھی تو زمینی کٹاؤ اور سیلاب کی شکل میں نقصانات کا سبب بنے گی۔دریا گدلے ہوں گے۔ڈیم مٹی سے بھر جائیں گے اور اس کی زندگی کم پڑ جائے گی۔ہماری انڈسٹریاں بند ہو جائے گی۔دوائی کے لئے جڑی بوٹیاں ناپید ہو جائیں گی، پرند اور چرند کا مسکن ختم ہو جائے گا اور ماحول ان مسحور کن آوازوں سے خالی ہو جائے گا۔

الغرض اگر ایک طرف ماحول متاثر ہوتا تو دوسری طرف ماحول کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔حکومت کو چاہیئے کہ جنگلات کو بچاؤ کے لئے مناسب اقدامات کریں۔ٹمبر مافیا میں ملوث افراد سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے اور فارسٹری کے محکمے میں موجود راشی افسروں کو معطل کیا جائے جن علاقوں میں جلانے کے لئے لکڑی کا بے دریغ استعمال ہوتا ہے اُن علاقوں میں متبادل ذرائع مثلاً قدرتی گیس کا انتظام کیا جائے۔

ایک سروے کے مطابق ملک کے تقریباً 25 فیصد رقبے پر جنگلات کا ہونا ضروری ہے جبکہ پاکستان میں صرف 2 فیصد علاقے پر جنگلات ہیں جو ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

## کسی میچ کا آنکھوں دیکھا حال

پیر کے دن جب ہم کالج پہنچے تو ہمارے ڈی۔پی۔ای محمد زمان صاحب نے بذریعہ نوٹس کالج کی کرکٹ ٹیم کو خبر دی تھی کہ وہ بارہ بجے ایک میٹنگ میں شریک ہو جائے جو کہ کالج ہال میں منعقد ہو رہی ہے۔ میں تو کرکٹ ٹیم کا ممبر نہیں تھا لیکن میرا دوست جروز خان چونکہ کرکٹ ٹیم کا کپتان تھا لہٰذا میں بھی



اُن کے ساتھ میٹنگ میں شریک ہوا۔میٹنگ میں ڈگری سطح پر منعقدہ ٹورنامنٹ میں ہماری ٹیم کا میچ ملاکنڈ یونیورسٹی سے ہونے والا تھا۔لہٰذا اُس کے لئے لائحہ عمل طے کرنا تھا۔محمد زمان صاحب نے میچ کے حوالے سے چند مشورے دیئے۔لڑکوں کی رائے لی اور چونکہ میچ منگل کے صبح دس بجے شروع ہونا تھا لہٰذا محمد زمان صاحب نے تمام لڑکوں سے کہا کہ صبح سات بجے گاڑی سٹاف میں پہنچ جائے۔

اگلی صبح کرکٹ ٹیم اور چند سپورٹر جو کہ ہمارے کالج ہی کے لڑکے تھے سب گاڑی سٹاف پر حاضر تھے۔محمد زمان صاحب کالج بس میں پہلے سے منتظر تھے۔سات بجکر دس منٹ پر ہم کالج سے روانہ ہوئے اور ملاکنڈ یونیورسٹی چکدرہ کے گراؤنڈ میں پہنچے۔وہاں مخالف ٹیم پہلے ہی پریکٹس کر رہی تھی۔تھوڑی دیر ستانے کے بعد ہماری کرکٹ ٹیم بھی میدان میں اُتری اور پریکٹس میں مصروف ہوئی۔

دس بجے یونیورسٹی کے ڈائریکٹر فزیکل ایجوکیشن دونوں کپتانوں کو لیکر آئے اور اُن کے مابین ٹاس کا سکہ اُچھالا۔ہماری ٹیم نے ٹاس جیت کر پہلے فیلڈنگ کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ پچ پر شبنم پڑنے کی وجہ سے بیٹنگ میں دقت پیش آسکتی تھی۔

دونوں جانبین میدان میں اُتر چکے تھے۔ایمپائروں نے اپنی پوزیشنیں سنبھالی تھی اور ہماری ٹیم کے ابتدائی باؤلر اپنی باؤلنگ کے نشان پر گیند تھامے کھڑے تھے۔کھیل شروع ہوا۔ہمارے کپتان کا فیصلہ اچھا تھا۔ ہمارے سپینرز کو کھیلنے میں یونیورسٹی کے بیٹسمینوں کو کافی دقت پیش آرہی تھی۔ابتدائی پانچ اوورز میں اُنہوں نے بغیر کسی نقصان کے 16 رنز بنائے تھے چھٹے اوور کے دوسری گیند پر یونیورسٹی آف ملاکنڈ کے اوپنر غلط شاٹ کھیلے۔وہ گیند کو بلے کے بیچ پر نہ مار سکے اور گیند ہوا میں اُچھلی میڈ آن پر کھڑے فیلڈر نے غلطی کئے بغیر اُن کے کیچ تھاما اور وہ میدان بدر ہوئے۔

اس کے بعد یونیورسٹی کے دو اہم وکٹیں بہت جلد گری اور 25 رنز پر یونیورسٹی کے تین وکٹیں گر چکی تھیں جبکہ 10 اوورز کا کھیل ہو چکا تھا۔اس دوران وکٹ کی حالت بدل گئی اور گیند نے سیم ہونا چھوڑ دیا۔ اب گیند اچھی طرح بیٹ پر آرہی تھی۔لہٰذا رنز بننے کی رفتار تیز ہوگئی۔اس موقع پر سلپ پوزیشن پر کھڑے فیلڈر سے کیچ چھوٹ گیا اور بیٹسمین کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔گیند اب اُسے فٹ بال کی مانند نظر آرہی تھی۔جوں جوں اُن کے بلے سے رنز نکل رہے تھے تو میدان میں ہمارے کپتان اور باہر محمد زمان صاحب کے چہرے پر پریشانی نمایاں تھی۔پھر بھی وہ بادل نخواستہ اچھے شاٹس کی داد تالیوں کی شکل میں دے رہے تھے۔تماشائیوں کی اچھی

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

خاصی تعداد بھی بیٹسمینوں کا حوصلہ بڑھا رہی تھی۔ دونوں بیٹسمین خوب جم کر کھیلے اور ہمارے باؤلروں کو کسی بھی موقع پر حاوی ہونے کا موقع نہ دیا اور آخری اوور تک کھیلتے رہے۔

یونیورسٹی نے اپنی باری میں 25 اوورں میں 5 رنز فی اوور کی اوسط سے 125 رنز بنائے تھے جو کہ اس وکٹ پر ایک اچھا مجموعہ تھا۔

ہماری ٹیم کا آغاز کچھ اچھا نہ تھا کیونکہ یونیورسٹی ٹیم کی جانب سے فارمیسی ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھنے والے باؤلر محمد عمران بڑی پتلی باؤلنگ کر رہے تھے اور اُنہوں نے ہمارے بیٹسمینوں کو خاصا پریشان کیا تھا۔

پہلے سپیل Spell کے خاتمے پر یونیورسٹی ٹیم کے کپتان غلطی کر بیٹھے اور اُنہوں نے باؤلنگ میں اسپنر کو متعارف کرایا جس کو ہماری ٹیم کے جارح مزاج بیٹسمین اسد نے ایک اوور میں تین چھکے لگائے جن سے ہمارے بیٹسمینوں کا حوصلہ بڑھا لیکن اگلے سپیل کپتان پھر عمران کو لے آئے اور اُنہوں نے ہماری بیٹنگ لائن کی دھجیاں بکھیر دی۔ 90 کے مجموعے پر ہمارے ساتھ اہم وکٹیں گری تھیں۔ اب ٹیلنڈر بیٹنگ کر رہے تھے اور میچ پر یونیورسٹی ٹیم کی گرفت مضبوط نظر آ رہی تھی لیکن ہمارے بیٹسمین قمر زمان نے چند اچھے سٹروک لگا کر میچ کو پھر دلچسپ بنا دیا کہ اسی اثناء میں اُن کا ایک انتہائی مشکل کیچ پوائنٹ پر کھڑے کھلاڑی نے تھاما۔

آخری اوور میں ہماری ٹیم کو جیت کے لئے آٹھ رنز درکار تھے اور اُن کا آخری بیٹسمین کریز پر موجود تھا کہ یونیورسٹی ایک برق رفتار باؤلر نے وائیڈ گیند پھینکی جو کہ وکٹ کیپر قابو نہ کر سکے اور گیند باؤنڈری لائن پار کر گئی اور پہلے ہی گیند پر ہماری ٹیم کو پانچ قیمتی رنز مل گئے۔ اس کے بعد باؤلر نے تین بہترین گیندیں پھینکی جن پر کوئی رنز نہ بن سکا۔ آخری گیند پر دو رنز درکار تھے۔ ہمارے بیٹسمین نے زوردار شاٹ مارا اور گیند ہوا میں اچھلی۔ گیند تھوڑی دیر تک ہوا میں رہی اور دو فیلڈر مخالف سمت میں گیند وک پکڑنے کے لئے دوڑ رہے تھے۔ گیند کو پکڑنے کے بجائے وہ آپس میں ٹکرائے اور اس اثناء میں ہمارے بیٹسمین دو رنز بنا کر پویلین کی طرف دوڑے۔ ہمارے سپورٹروں نے اُن کو کاندھوں پر اُٹھایا اور جیت کا جشن منایا۔ اِسی طرح ہماری ٹیم ایک دلچسپ مقابلے بعد اگلے راؤنڈ کے لئے کوالیفائی کر گئی۔

کپتان اور کھلاڑیوں کو محمد زمان صاحب اور یونیورسٹی کے D.P.E نے مبارک باد دی۔ اس کے بعد ہم نے یونیورسٹی کے کینٹین میں کھانا کھایا اور واپس کالج چل دیئے۔ سارے راستے پر ہم نے خوب ہلہ گلہ کیا اور خوشی خوشی گھر لوٹے۔



## موبائل فون کا غلط استعمال

دنیا روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ انسان ٹوٹے تارے سے ماہ کامل بننے تک بڑی تیزی سے گامزن ہے لیکن ہر بات میں اعتدال اور میانہ روی ہی انسان کو یہ ترقی ہضم کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ ہر کام میں اگر انسان انتہا تک جائے گا تو یہ اُس کے لئے نقصان کا باعث ہوگا اور ہمارا دین بھی ہم کو میانہ روی اختیار کرنے کا درس دیتا ہے۔

موبائل فون یا سیلولر فون آج کل کے جدید اور حیرت انگیز ایجادات میں سے ایک ایجاد ہے۔ ہر موجد جب ایک چیز ایجاد کرتا ہے تو اُس کے سامنے دو باتیں ضرور ہوں گی۔ ایک اُس کی اور اُس کے مالک کی شہرت اور دوسری سوچ انسانیت کے لئے اُس ایجاد سے فائدہ۔ موبائل فون بھی غالباً اسی سوچ کے تحت ایجاد کرنے والے نے ایجاد کیا ہوگا لیکن ہم اہل مشرق ہر نئی چیز کو ہمیشہ نت نئے طریقوں سے ہی استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایک گاڑی جو جاپان سے آتی ہے اُس پر واضح الفاظ میں لکھا ہوتا ہے کہ Capasti ہزار Kg لیکن ہم اُس میں ضرور 2000kg کے انسان اور سامان لاد کر ہی چلائیں گے۔

موبائل فون ضرورت اور سہولت کے لئے بنایا گیا ہے لیکن ہم اس کو زحمت کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور بلا ضرورت استعمال کرتے ہیں۔ موبائل فون پر ہم گھنٹوں بے کار کی باتیں کرتے ہیں۔ اس پر بلا ضرورت گھٹیا اور مبتذل SMS بھیجتے رہتے ہیں اور تو اور اس سہولت کا غلط فائدہ اُٹھا کر اس سے بے جا Missed Calls کر کے دوسروں کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔

نیند کے وقت دوسروں کو ڈسٹرب کرنا، دوران نماز Missed Calls دینا، موبائل پر ہمارا مشغلہ رہتا ہے۔ بعض اوقات ہم آواز بدل کر مخاطب کی پریشانی میں اضافہ کرتے ہیں اور اپنے اس عمل پر خوش بھی ہوتے ہیں۔

موبائل فون بنیادی طور پر رابطے کی چیز ہے لیکن ہم اُسے بطور فون کم اور بطور ٹرانسسٹر ریڈیو زیادہ استعمال کرتے ہیں اور گھنٹوں گھنٹوں کانوں سے Hands Free لگائے اس سے گانے سنتے ہیں اور پھر جب گانوں سے بوریت محسوس ہوتی ہے تو موبائل فون میں موجود گیمز Games سے گھنٹوں دل بہلاتے رہتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے بے خبر رہتے ہیں۔

پاکستان میں موبائل فون رکھنا ضرورت نہیں بلکہ فیشن کی شکل اختیار کر چکا ہے کیونکہ ضرورت کے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

لئے تو آدمی کو عام اور سستا موبائل بھی کافی ہے جس سے وہ کال Call کر سکے اور وصول کر سکے لیکن جناب ادھر تو عام آدمی جس کا گزارہ بمشکل ہوتا ہے اُس کے ساتھ بھی مہنگے سے مہنگا موبائل سیٹ ہوگا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ تو اس کے الف، ب سے بھی واقف نہیں ہوتے لیکن وہ بھی موبائل فون کا مالک ہوگا۔ پاکستان کے زیادہ تر لوگ دیار غیر میں محنت مزدوری کی خاطر وہاں برسوں سے مقیم ہوتے ہیں لیکن یہاں سے ہر دوسرا فرد اُن سے مہنگے سے مہنگے فون کا تقاضا کرتا ہے۔

موبائل فون اگر ایک طرف ہم غلط استعمال کر رہے ہیں تو دوسری طرف مختلف موبائل کمپنیاں صارفین سے دونوں ہاتھوں سے پیسے سمیٹ رہے ہیں۔ یہ موبائل کمپنیاں مختلف اسکیمیں متعارف کرا کے سادہ لوح صارفین کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور اُن کی جیبوں سے مختلف طریقوں سے پیسے نکالتے ہیں۔ صرف یہ نہیں یہ موبائل کمپنیاں لوگوں کے جذبات کا غلط فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں۔ مذہبی اور دینی مسائل یا لٹریچر پر مبنی SMS نیٹ ورکس پر پھیلا دیا جاتا ہے جس کے نیچے یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ 20 SMS افراد کو بھجوا دو اور ذہنی سکون حاصل کرو۔ یہ ایس ایم ایس دس لوگوں کو بھجوا دو اور اپنا مسلمان ہونے کا ثبوت دو۔ یہ ایس ایم ایس دس افراد کو بھجوا دو اور آئندہ دس گھنٹوں میں کوئی خوشخبری سنو۔ یہ کمپنیاں کال ریٹ ایک مقرر کر دیتی ہے اور بیلنس سے کٹوتی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر دوسرا کال ڈراپ ہوتا ہے اور آپ سے مقررہ پیسے کاٹ دیئے جاتے ہیں۔

موبائل اگر ایک طرف سہولت ہے تو دوسری طرف ہمارے لوگوں نے اس کو زحمت بنا دیا ہے اور لوگوں کی (Privacy) ہم اس سے خراب کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں ایک اور بُری عادت موبائل فون کے حوالے سے یہ ہے کہ جونہی نئے برانڈ کا موبائل مارکیٹ میں متعارف ہوتا ہے تو ہم پرانا موبائل آدھے سے بھی کم قیمت پر بیچ کر انتہائی مہنگے داموں وہ نیا موبائل خریدتے ہیں اور سال دو سال بعد وہی قصہ پھر دُہراتے ہیں۔ غرض ہم نے موبائل فون کو جتنا غلط استعمال کرنا تھا کر لیا۔

## سیر و سیاحت

خداوند تعالیٰ نے انسان کو ایسی فطرت سے نوازا ہے کہ وہ ہر وقت کسی نئی دنیا کی تلاش میں رہتا ہے اور ہر نئی چیز اُس تسکین پہنچانے میں مدد ہوتی ہے۔

مارکو پولو، واسکوڈے گاما اور ابن بطوطہ سیر و سیاحت کی شوق میں نت نئی دنیاؤں میں داخل ہوئے۔ سیاح کو سیاحت کے دوران موسمی سختیوں کے ساتھ ساتھ مختلف دیگر خطرات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی



کوئی امر اُن کے راہ شوق میں مانع نہیں۔

دنیا میں مختلف ممالک مختلف حوالوں سے سیر و سیاحت کے لئے مشہور ہیں۔ جنوبی افریقہ، برازیل اور جزائر عرب الہند اپنے سرسبز جنگلات، خوبصورت آبشاروں، میلوں پر محیط ساحلوں اور خوبصورت جنگلی جانوروں کے لئے مشہور ہے تو سوئیزرلینڈ، ہالینڈ اور دیگر یورپی ممالک اپنے سرسبز میدانوں، پھولوں بھرے باغوں اور ان سرسبز میدانوں میں چرتے بھیڑوں اور گاؤں کے لئے مشہور ہے۔ فرانس، امریکہ اور جرمنی اپنے خوبصورت شہروں، نت نئے مشینوں اور جدید آلات کے لئے سیاحوں کی توجہ کے مراکز ہیں۔

اسی طرح مصر اپنی پرانی تہذیب، اہراموں، ایران اپنے پرانے عظیم بادشاہوں کے آثار کے لئے قابل سیر و سیاحت ہے تو برصغیر میں گندھارا تہذیب کے بے شمار آثار سیاحوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔ پاکستان میں اگر ایک طرف چترال کا علاقہ کیلاش تہذیب و ثقافت کے آثار آج تک زندہ رکھی ہوئی ہیں تو دوسری طرف شمالی علاقہ جات خاص کر سوات کا علاقہ سیاحوں کے لئے جنت بہ روئے زمین کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ علاقے اگر ایک طرف سیاحوں کے لئے کشش کا باعث ہیں تو دوسری طرف ان علاقوں سے سیاحت کی مد میں ان ممالک کو مالی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ہر سال سیاحت کے سیزن میں غیر ملکی سیاح لاکھوں کی تعداد میں ان علاقوں کا رُخ کرتے ہیں اور کئی دنوں تک ان علاقوں میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔ بعض سیاح تو ان علاقوں سے جنون کی حد تک متاثر ہو جاتے ہیں اور وہاں مستقل رہنے کے لئے اُس ملک کی شہریت حاصل کرنے واسطے تگ و دو کرتے ہیں۔

بعض سیاح دوران سیاحت اپنے تاثرات اور ان علاقوں کی خوبصورتی اور تہذیب و ثقافت نوٹ کرتے ہیں اور واپسی پر اُسے کتابی شکل دے کر دوسرے لوگوں کے لئے

میں کہوں تو سن جمال یار کا افسانہ آج

کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح بہت سارے لوگ گھر بیٹے دیس دیس کی کہانیوں کا لطف اُٹھاتے ہیں اور اُن کے معلومات میں خاطر خواہ اضافہ بھی ہوتا ہے۔ کچھ افراد ان ممالک پہلی دفعہ جا رہے ہوتے ہیں تو امیگریشن اور ویزہ سسٹم کے بارے میں بھی یہ مسافر سیاح اپنی سفرناموں میں اُن کو مفید معلومات دیتے ہیں۔

سیاحت کے معاملے میں ان ساری باتوں کے علاوہ ایک قابل توجہ بات یہ ہے جس سے سیاحت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ وہ ہے آلودگی اور آثار قدیمہ کا عدم تحفظ۔ یہ معاملہ خصوصاً ہمارے مشرقی ممالک میں انتہائی خطرناک حد تک موجود ہے۔ سیاحوں کے ان پُرکشش علاقوں میں ہونلنگ کے شعبے سے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

وابستہ لوگ آلودگی کا سبب بن رہے ہیں چونکہ سیاحت کے سیزن میں ان علاقوں میں بے تحاشا رش ہوتا ہے لہٰذا ان کی اقامت کا مسئلہ ان ہوٹلوں سے حل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان ہوٹلوں میں نکاسی کا کوئی معقول انتظام نہیں ہوتا۔ ان ہوٹلوں کے نکاسی کے نالے براہ راست دریاؤں میں گرتے ہیں جن سے یہ صاف و شفاف پانی آلودہ ہوتا ہے اور پھر آبی جانوروں کے لئے یہ پانی خطرناک ثابت ہوتا ہے جس سے یہ آبی جانور ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔

ان خوبصورت علاقوں کا حسن درختوں کے سبب ہیں۔ بغیر درختوں کے پہاڑ اور گنجے پن کا شکار آدمی دونوں حسن سے محروم ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ''ٹمبر مافیا'' ان علاقوں کی قدرتی حُسن کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہیں اور ان درختوں کی بے دریغ کٹائی کر رہے ہیں۔ جن سے ایک طرف علاقے کا حُسن ماند پڑ رہا ہے تو دوسری طرف ماحول اور چرند و پرند پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ بقول پروین شاکر!

اس بار جو ایندھن کے لئے کٹ کے گرا ہے
چڑیوں کو بڑا پیار تھا اُس بوڑھے شجر سے

اگر ہم نے ان علاقوں کو سدا بہار رکھنا ہے تو ہمیں خود کو شجر سے وابستہ و پیوستہ رکھنا ہوگا۔ اس مرض کے علاوہ ہمارے برصغیر پاک و ہند کے عوام میں ایک اور مرض ہے کہ ہم اپنے آثار قدیمہ کی حفاظت نہیں کرتے۔ ان سینکڑوں پرانے آثار کو ہم قلیل فائدے کے لئے ختم کر رہے ہیں۔ ان عمارات سے ہم اینٹیں اکھاڑتے ہیں۔ ان پر نام کندہ کرنے سے نہیں چوکتے اور ان آثار کو مسخ کرنے میں برابر لگے رہتے ہیں۔

وزارت ماحولیات اور وزارتِ سیاحت کو ان مسائل کا خاطر خواہ نوٹس لینا چاہیئے اور ان کا تدارک کرنا چاہیئے۔ عالمی سطح پر سیاحت کو فروغ مل رہا ہے۔ سیاحت کا عالمی دن منایا جاتا ہے جس میں ذرائع ابلاغ کے توسط سے لوگوں میں سیاحت کے حوالے سے شعوراً جاگر کیا جاتا ہے۔

ہمیں بھی سیاحت کی ترقی کے لئے آگے بڑھنا چاہیئے۔ طلباء کو اس معاملے میں آگے بڑھ کر اپنے علاقے کے حُسن میں اضافہ کرنا چاہیئے۔ ماحول کو آلودہ کرنے والے گند کو ٹھکانے لگانا چاہیئے۔ عام لوگوں میں ماحول سے متعلق آگاہی بڑھانی چاہیئے۔ جب ملک خوبصورت ہوگا تو اس میں غیر ملکی سیاحوں کے لئے دلچسپی کا سامان ہوگا۔ خدا ہمارے ان خوبصورت علاقوں کو ہمیشہ آباد اور خوبصورت رکھے۔

## منشیات ایک لعنت

دنیا کے تقریباً ہر مذہب میں منشیات کو حرام قرار دیا ہے۔ اسلام میں بھی اس کی سختی سے ممانعت کی گئی



ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

''کل مسکرٌ حرام'' ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

احادیث نبویؐ میں بھی منشیات کے استعمال اور اس کے کاروبار کرنے والوں کو سزا کی نوید دی گئی ہے۔

شراب، ہیروئن، چرس، گانجہ، کوکین، افیون سب نشہ آور اشیاء ہیں۔ دنیا کے تقریباً ہر ملک میں منشیات کے عادی افراد موجود ہیں۔ نشے کے عادی افراد میں زیادہ تر ذہنی تناؤ میں مبتلا لوگ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بیماری سے تنگ آ کر، غربت اور بیروزگاری کے مارے اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے لوگ منشیات کے لت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات بُری سوسائٹی میں پڑنے سے بھی اس بُرائی کی عادت لگ جاتی ہے۔ تیسری دنیا میں مختلف نشہ آور ادویات دھڑلے سے تجویز اور استعمال ہوتی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں ذہنی سکون نہ ہونے کی وجہ سے لوگ منشیات میں سکون ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں جبکہ تیسری دنیا کے لوگ معاشرتی ناہمواریوں سے دلبرداشتہ ہو کر اس لعنت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد تشویشناک حد تک زیادہ ہیں۔ یہاں تقریباً ہر قسم کے نشے کے عادی افراد موجود ہیں لیکن سوویت یونین نے جب افغانستان پر ستر (۷۰) کی دہائی میں چڑھائی کی تو امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان سرد جنگ میں بھی تیزی آ گئی۔ پاکستان میں اُس وقت سے ہیروئن کی لعنت متعارف ہوئی اور اب اس بُرائی سے لاکھوں گھر متاثر ہیں۔ ہیروئن کے عادی افراد معاشرے پر ایک ایسا بوجھ ہے جس طرح ایک پولیو زدہ اپاہج فرد ایک گھرانے پر ہوتا ہے۔

نشے کا عادی فرد صرف اپنی ہی نہیں اپنے گھر والوں کی زندگی اجیرن کر دیتا ہے۔ اُس سے غیرت کا جذبہ کوچ کر جاتا ہے اور اُس کے بُرے بھلے کی تمیز نہیں رہتی۔ اپنا پرایا وہ بھول جاتا ہے۔ وہ صرف اور صرف ایک چیز کو جانتا ہے اور وہ ہے اُن کا نشہ لیکن اُس کو ذرا بھر بھی احساس نہیں رہتا کہ نشے کو لیکر وہ ساری دنیا سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔ اپنے پرائے اُس کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اہل محلہ اُن سے ہر کام میں کنارہ کرتے ہیں۔ وہ کسی کے لئے بھی قابل اعتماد نہیں رہتا۔ لوگ اُس کا سوشل بائیکاٹ کر دیتے ہیں اور معاشرتی سرگرمیوں میں اُن کا حصہ صفر ہو جاتا ہے۔

اس نقصان کے ساتھ ساتھ اُس کا بے تحاشا جسمانی نقصان بھی ہوتا ہے۔ نشہ اندر ہی اندر اُن کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ اُس کے پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ اُس کو سینے کی تکلیف لاحق ہو جاتی ہے۔ ویسی اور کم

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

قیمت شراب پی کر اُن کے گردے جواب دے جاتے ہیں۔ اُس کا معدہ اچھی طرح کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے اُس کا نظام انہضام بُری طرح متاثر ہو جاتا ہے اور اُس کی جسمانی نشوونما رُک جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس کے ذہن پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ دماغی طور پر انتہائی کمزور ہو جاتا ہے۔ اُس کا حافظہ جوانی میں ہی جواب دے جاتا ہے۔ اُس کی طبیعت میں چڑچڑے پن کا اضافہ ہو جاتا ہے اور بات بات پر لڑنے لگتا ہے۔ اُسے اپنی صفائی کا خیال نہیں رہتا اور نہ ہی وہ دیگر کام وقت پر کرتا ہے۔ لہٰذا اُس کی تمام زندگی بدنظمی اور بے ترتیبی کا شکار بن جاتی ہے۔

معاشرے کے ایسے افراد قابل نفرت نہیں بلکہ قابل رحم ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں ان لوگوں کی مدد کریں نہ کہ اس کو دھتکاریں۔ یہ افراد اگر ہمارے اپنے گھر میں ہو، خاندان میں ہو، پڑوس یا محلے میں اِن کو اس لعنت سے بچانے کی خاطر خواہ کوشش کریں۔ ان کو کبھی بھی تنہا نہ چھوڑیں، اُن کو مختلف طریقوں سے منشیات کی لت کو چھوڑنے کی تلقین کریں۔ اُنہیں حوصلہ دیں کہ ہاں وہ لڑ سکتے ہیں۔ ان میں نشہ چھوڑنے اور نارمل زندگی گزارنے کی خاصیت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے اردگرد پر نظر رکھیں کہ اس لعنت کو پھیلانے والے لوگ کون ہے۔ اُن پر قانون کو باخبر کردیں۔

دوسری طرف حکومت کی یہ اہم ذمہ داری بنتی ہے کہ منشیات کی روک تھام اور نشئی افراد کی بحالی کے کام کو ترجیحی بنیادوں پر سرانجام دیں۔

حکومت منشیات کا کاروبار کرنے والے افراد کو کڑی سے کڑی سزا دے تاکہ یہ دوسروں کے لئے نشانہ عبرت بنے۔ منشیات کے عادی افراد سے نشہ کی عادت چھڑوانے کے لئے مراکز اور مفت ہسپتال کھولیں، جہاں ان افراد کی ایسی نفسیاتی تربیت کی جائے کہ یہ واپس اس دلدل کی طرف مُڑ کر بھی نہ دیکھیں۔

ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات میں منشیات کی بُرائیوں کو اُجاگر کیا جائے اور اس کے نقصانات کے بارے میں آگہی فراہم کی جائے۔ حکومت کھیل کے میدان تعمیر کرائے تاکہ ملک کے نوجوان فارغ اوقات میں صحتمند سرگرمیوں میں مصروف رہے اور بُری صحبت سے بچے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کریں تاکہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد نوجوانانِ وطن غلط ڈگر پر چلنے کے بجائے ملک وقوم کی خدمت کریں۔

طلباء اور نوجوان نسل کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ منشیات اور اس کے عادی افراد کی حوصلہ شکنی کریں۔ اس سلسلے میں وہ آگے بڑھے اور علاقائی سطح پر اصلاحی کمیٹیاں تشکیل دیں تاکہ اس ناسور کے خلاف اس



پلیٹ فارم سے لائحہ عمل طے کیا جائے۔ شاعر، ادیب اور صحافیوں کا بھی فرض بنتا ہے کہ اس لعنت کے خلاف لکھے اور لوگوں میں نشے کے خلاف شعور اُجاگر کریں۔

ذہنی اور جسمانی طور پر ایک مضبوط قوم ہی مضبوط ملک کی ضمانت ہے، لہٰذا آیئے ہم وعدہ کریں کہ خود کو بھی ذہنی اور جسمانی طور پر فٹ رکھیں گے اور دوسروں کو بھی تلقین کریں گے انشاءاللہ۔

## شہری زندگی

انسان جوں جوں تمدن کی سیڑھیاں چڑھتا ہے وہ بہتر اور پُرآسائش زندگی کا متلاشی رہتا ہے۔ بقول حالیؔ!

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

انسان شہر میں بستا ہوں یا کہ دیہات میں وہ برابر اپنے لئے آسانی کا سامان پیدا کرنے میں لگا رہتا ہے لیکن بعض لوگ کاروبار، جدید سہولیات "بجلی، گیس، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، ذرائع آمدورفت کی آسانی، طبی سہولیات، اشیائے خورونوش کی وافر مقدار میں فراہمی کے لئے شہر کا رُخ کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے شہروں کی آبادی میں بے تحاشا اضافہ ہوتا ہے اور یہ قدرتی امر ہے کہ جہاں آبادی بڑھے گی وہاں دیگر مسائل بھی جنم لیں گے جن میں آلودگی، جرائم، ناقص پانی، اشیائے خوردونوش میں ملاوٹ، مہنگائی، رہائش کے مسائل سرفہرست ہیں۔

شہری علاقوں میں آلودگی کا مسئلہ سب سے بڑا اور خطرناک ہے۔ شہروں میں روز بروز آبادی بڑھنے سے آلودگی کا مسئلہ خود بخود بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ شہر میں نکاسی کا ناقص انتظام اور کچھ ہماری غفلت اور لاپرواہی سے نالے اور گٹر ہر وقت بند رہتے ہیں۔ ہم اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانے کے بجائے دروازے سے باہر پھینک دیتے ہیں جن سے یہ نالے بند ہو جاتے ہیں اور بارش ہونے کے بعد یہ نالے اور گٹر اُبل پڑتے ہیں اور سڑک اُن نالوں کا منظر پیش کرتی ہے جن میں طغیانی آئی ہو۔ پھر یہ گندگی خشک ہو جاتی ہے اور راہ چلتی گاڑیوں کی وجہ سے گرد اور دھول اُڑتا ہے جو جلدی امراض اور سینے کے امراض کا سبب بنتی ہے۔ اس طرح سڑکوں پر چلتی گاڑیاں پرانی ہو چکی ہیں جو کہ بے تحاشا دھواں چھوڑتی ہے جو امراض کا سبب بن رہی ہے۔

شہروں میں ہر قسم کے لوگ آباد رہتے ہیں اور گنجان آبادی کی بدولت یہاں جرائم پیشہ افراد اپنے عزائم آسانی سے پورے کرتے ہیں اور آسانی سے روپوش ہو جاتے ہیں، لہٰذا شہروں میں بہ نسبت دیگر علاقوں

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

کے جرائم پیشہ افراد زیادہ ہوتے ہیں۔ اغواء، ڈکیتی، راہ زنی اور قتل مقاتلہ روز کا معمول ہوتا ہے۔

چونکہ شہروں میں اشیائے خورد و نوش کی طلب زیادہ ہوتی ہے تو اس وجہ سے تاجر ہر چیز میں ملاوٹ کر کے سامانِ رسد بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں خالص اور قدرتی چیز کا ملنا محال ہوتا ہے۔

شہروں میں ایک بڑا مسئلہ پینے کا صاف پانی نہ ہونا ہے۔ چونکہ آبادی زیادہ ہوتی ہے اور ہر علاقے تک صاف پانی پہنچانا ناممکن ہے لہٰذا ناقص انتظام اور گنجان آبادی کی وجہ سے آلودہ پانی انسانی صحت پر بُرے اثرات مرتب کر رہی ہیں۔

مہنگائی کا جن بھی عموماً شہری علاقوں میں بوتل سے نکلا نظر آتا ہے۔ یہاں آپ کو پہلے تو ہر چیز قیمتاً ملے گی اور پھر انتہائی مہنگے داموں اس کو خریدنے پر صارف مجبور ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ شہری علاقوں میں رہائش کا مسئلہ بڑا گھمبیر ہوتا جا رہا ہے۔ شہر میں عمارتیں روز بروز آسمان کو چھونے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں لیکن پھر بھی چھوٹے سے پانچ مرلہ فلیٹ میں پورے کا پورا خاندان ٹھنسا نظر آتا ہے۔ ان لاتعداد مسائل کے باوجود لوگ عموماً شہروں کو ہی کیوں ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ یہاں مسائل کے ساتھ ساتھ وسائل بھی لاتعداد ہیں۔

شہروں میں آپ کو صحت، تعلیم، ٹرانسپورٹ اور دیگر جدید سہولیات جن کا ذکر اجمالی طور پر پہلے پیراگراف میں آچکا ہے آپ کو آسانی سے ملیں گے۔ شہروں میں آپ کو بڑے بڑے ہسپتالوں کے ساتھ ساتھ قدم قدم پر جدید طبی آلات سے مزین کلینک ملے گی جو کہ چوبیس گھنٹے مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج میں مصروف رہتے ہیں۔ جان بچانے والی ادویات مختلف امراض کی تشخیص کے لئے جدید لیبارٹریاں اور ایمبولینس شہر میں آپ کو آسانی سے ملیں گے۔ لہٰذا شدید زخمی یا ایمرجنسی بنیاد پر علاج کے مستحق مریضوں کو جلدی علاج کی فراہمی شہروں میں ہی ممکن ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شہروں میں آپ کو سپیشلسٹ ڈاکٹر بھی ملیں گے جو کہ اپنے اپنے کام میں ماہر ہوتے ہیں اور نیم حکیم ٹائپ ڈاکٹروں سے نجات کا ذریعہ ہیں۔

شہروں میں جدید تعلیم، یونیورسٹیوں، کالجوں اور جدید سکولوں کی شکل میں قدم قدم پر ملتا ہے۔ ان اداروں میں عام تعلیم کے ساتھ ساتھ پیشہ وارانہ تعلیم بھی دی جاتی ہے جن سے استفادہ کر کے نوجوان ملک و قوم کی خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں۔

شہری علاقوں میں دیگر وسائل کے ساتھ ساتھ ٹرانسپورٹ کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ رات کے کسی بھی وقت آپ کو جہاں بھی جانا ہے آپ کو شہر کے ٹرمینل سے سواری مل سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ٹیکسی گاڑی بھی آپ کو ہر جگہ



لے جانے میں مدد دیتی ہے۔ آپ صرف پتہ بتائیے، گاڑی آپ کو مطلوبہ جگہ پر دروازے کے سامنے اُتار دے گی۔

شہروں میں قدرتی گیس کی شکل میں ایک اور نعمت آپ کو ملے گی جس سے خاتونِ خانہ کو آگ جلانے کے جھنجھٹ سے چھٹکارا ملا ہے۔

ٹیلی فون ایک ایسی سہولت ہے جس پر آپ صرف انگلیوں کی طاقت صرف کر کے میلوں دُور آدمی سے گفتگو کر سکتے ہیں اور ایمرجنسی کی حالات میں آپ امداد کے لئے متعلقہ شخص کو بغیر گھر سے ہلے متاثرہ جگہ بلا سکتے ہیں۔ شہروں میں ٹی۔وی، ڈش اور کیبل کی وجہ سے آپ دنیا بھر کے حالات و واقعات سے ہمہ وقت باخبر رہ سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مزے مزے کے پروگرام دیکھ کر لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

شہروں میں بڑی بڑی منڈیاں ہونے کی بدولت آپ کو ہر موسم اور ہر علاقے کی سبزی اور پھل بھی آسانی سے مل سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈیری مصنوعات پیک شکل میں بازاروں سے بہ آسانی دستیاب ہیں۔

شہروں میں شام کے وقت آپ تفریحی مراکز، پارکوں اور بازاروں میں نکل کر خوشگوار وقت بتا سکتے ہیں۔ سنیما اور تھیٹر میں جا کر دو تین گھنٹوں کی تفریح سے سارے دن کا تھکان مٹا سکتے ہیں۔ غرض شہر میں مسائل بھی ہیں لیکن وسائل بھی ہیں۔

## والدین کے حقوق

ہمارا دین اسلام جو کہ امن اور سلامتی کا دین ہے۔ اور مکمل ضابطہ حیات بھی ہے اس دین متین نے معاشرے کے ہر فرد اور ہر رشتہ ناطے کے تمام حقوق اور اس کے فرائض اس کو کھل کر بیان کئے گئے ہیں۔ وہ خواہ پڑوسی ہو۔ رشتہ دار ہو، بھائی بہن ہو یا والدین ہو۔ ہر ایک کے اپنے حقوق ہیں۔

لیکن سب میں والدین کے حقوق زیادہ ہیں اور والدین میں بھی پھر ماں کا حق زیادہ ہے کیونکہ حضور ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ انسان پر سب سے زیادہ حق ان کے والدین کا ہے اور ماں کا حق پھر سب سے زیادہ ہے قرآن مجید ش جو کہ آخری الہامی کتاب ہے اس کے بعد کوئی شریعت اور کوئی آسمانی قانون یا کتاب نہیں آئے گا۔ اس میں بھی بار بار اور واضح الفاظ میں کہا گیا ہے۔ ''وبالوالدین احسانا'' اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرتے رہو۔

ایک جگہ تو اس حد تک تنبیہ کی گئی ہے کہ اپنے والدین کو ''اف'' تک منہ سے ادا نہ کرو۔

اسلام میں اگر باپ کافر بھی ہو تو اس سے اچھے سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جب

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

یہ والدین اپنے بڑھاپے تک پہنچ جاتے ہیں تو ان کی عادتیں بچوں جیسی ہو جاتی ہے لہٰذا اس مرحلے میں یہ لوگ زیادہ توجہ کے مستحق ٹھہرتے ہیں ان کی بہترین کفالت، اچھا لباس اور بہترین خوراک اور ان کی بیماری میں ان کا علاج کرنا اولاد کا فرض ہے۔

ماں باپ جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو معاشرے سے تقریباً ان کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان کو اپنی تنہائی کا شدید احساس ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ان کے ساتھ بیٹھنا ان کے ساتھ تبادلہ خیال کرنا ان کی باتیں توجہ سے سننا اور ان کو تسلی بخش جواب دینا ہمارا فرض بنتا ہے۔

بڑھاپے میں اکثر لوگ چڑچڑے اور بد دماغ بن جاتے ہیں۔ اور ہر بات میں کیڑے نکالنا ان کی عادت بن جاتی ہے۔ زیادہ دیر تک باتیں کرنا اور اپنے وقتوں کے قصے سنانا ان کی عادت بن جاتی ہے۔ ایسے میں ان کو غصہ ہونا یا ان سے بیزار ہونا اچھی بات نہیں ہوتی۔ بوڑھے والدین کی ہر چیز کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی جسمانی اور ذہنی طاقت وہ نہیں رہتی۔ لہٰذا ان کی صحت وصفائی، وقت پر کھانے کا انتظام، اور وقت پر سونے کا انتظام کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ان کی جو بھی خواہش ہو ہماری حتی الوسع کوشش ہونی چاہیے۔ کہ ان کے خواہشات پوری کریں کیونکہ جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تو انہوں نے ہماری جائز و ناجائز خواہش پوری کی ہوتی ہے۔

بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو ماں کتنی تکالیف سے گزر کر ان کا دیکھ بھال کرتی ہے، بچہ بیمار ہوتا ہے تو ماں بے چین ہوتی ہے ساری ساری رات جاگ کر اپنے بچے کی تیمارداری میں لگی رہتی ہے۔ باپ بھی ان کے علاج اور دیکھ بھال میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ پھر یہ والدین ان کی بہترین تعلیم و تربیت کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں لہٰذا اپنے بچے کو بہتر سے بہتر تعلیم دینے کے لئے اپنا پیٹ کاٹتے ہیں۔ ماں تو اپنا زیور تک بیچ ڈالتی ہے۔ تاکہ ان کے بیٹے کا تعلیمی سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ بیٹا جوان ہو جاتا ہے۔ لیکن والدین کے لئے وہ ہمیشہ بچہ ہی رہتا ہے۔ اور ہر وقت ان کی سلامتی کے لئے دست بدعا رہتے ہیں۔

اس لئے اولاد کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان تمام مراحل کو یاد رکھے اور پھر جتنی بھی ہو سکے والدین کی خدمت کریں ویسے اگر ہم لاکھ کوشش کریں تو ماں جتنی تکلیف بیٹے کے پیدائش سے پہلے اور بعد میں سہتی ہے تو اس کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ لیکن پھر بھی حتی الوسع کوشش ہونی چاہیے۔ کہ ہم اپنے والدین کو خوش رکھیں۔

بچوں کو والدین کا احساس تب ہوتا ہے۔ جب ان کا سایہ سر سے اٹھ جاتا ہے یہ والدین سارے خاندان کا شیرازہ ہوتا ہے۔ جن گھروں میں بزرگ والدین نہ ہو وہاں اتحاد و اتفاق نام کی چیز باقی نہیں رہتی۔



والدین بچوں کے لئے بمثل اولین مکتب ہوتے ہیں۔ اور ماں ہی بچے کو بہترین اخلاق و اطوار سے آراستہ کرتی ہے۔

پہلا مصرعہ:

سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

ماں باپ کا سہارا اور ان کی دیکھ بھال کرنا خود ہمارے لئے بھی تمام عمر فائدے کا سودا ہے یہ آخروی زندگی کا فائدہ تو ہے ہی لیکن دنیاوی زندگی میں بھی ان کا ساتھ ہمارے لئے اشد ضروری ہے۔ بوڑھے والدین کی دعا سیدھی عرش پر دستک دیتی ہے اور فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ بقول شاعر

نجانے کون دعاؤں میں یاد کرتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

اسی طرح ان بزرگوں کے ساتھ کی گئی دہائیوں کا تجربہ ہوتا ہے لہٰذا اپنے مسائل ان کے ساتھ مشورے سے حل کر سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ جس نے اپنے بوڑھے والدین یا ان میں سے ایک کے بڑھاپے میں پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی تو وہ بدنصیب ہے۔

اہل یورپ بوڑھوں کو ان کے مخصوص گھروں "OLd Peopls Homes" میں بھجوا دیتے ہیں جہاں وہ انتہائی تنہائی کا شکار ہوتے ہیں لیکن مشرقی اقدار میں ابھی تک بوڑھے والدین سے بہتر سلوک روا رکھ کر انہیں تنہا ہونے سے بچاتے ہیں لیکن ہمیں یہ احساس رکھنا چاہیے کہ یہ ہمارے ہوتے ہوئے بھی کہیں تنہا تو نہیں کہیں خفا تو نہیں، یہ کھانا وقت پر کھاتے ہیں انہیں دوا وقت پر ملتی ہے۔ اور ان کے صحت وصفائی کا خیال رکھا جاتا ہے یا نہیں۔

ہمیں آج ان کی زندگی میں یہ احساس کرنا چاہیے کہ ماں جیسی ہستی دنیا میں ملے گی۔ اس کا خالص پیار کسی دوسرے رشتے سے ہم کو ملنے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

اگر ماں ہے تو سب کچھ ہے

## دہشت گردی

اسلام میں ایک نفس کو قتل کرنا گویا سارے انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور ہمارے پیغمبر

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

محسن انسانیتؐ ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وہ تو جب طاقت میں آئے تو اپنے دشمنوں کو معاف کرانے کے لئے بہانے ڈھونڈنے لگے۔ فتح مکہ کے دن اپنے جانی دشمن کے گھر کو دارالامن قرار دیا۔ آپ ﷺ نے نہتے پر کبھی وار نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ جو اسلام سے پہلے اپنے رعب اور ہیبت کے لئے مشہور تھے۔ اسلام لانے کے بعد وہ موم کی طرح پگھل گئے یہاں تک کہ خلیفہ بننے کے بعد حتی الوسع کوشش کی کہ لڑائیوں میں حصہ نہ لیں حضرت علیؓ جو بہادری کی وجہ سے شیر خدا کہلائے ان پر لڑائی میں کبھی بھی ذاتی مفاد سوار نہ ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے تلوار اٹھائی۔ اور یہی وہ بہترین اصول ہیں کہ اسلام پیش دستی کا درس نہیں دیتا۔ حسین شہید ہوتا ہے لیکن موت یزید کو نصیب ہوتی ہے اور شہدائے کربلا ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اسلام میں فساد پھیلانے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار یہی فساد پھیلانے والے ہیں"

اسلام میں طاقت کی توازن کو برقرار رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ آج دنیا میں طاقت کا سرچشمہ ایک ملک بنا ہوا ہے تو ساری دنیا میں فساد برپا ہے اور امن وسکون غارت ہو گیا ہے۔ طاقتور اپنی طاقت کے گھمنڈ میں دنیا بھر میں من مانیاں کرتا پھر رہا ہے۔ لیکن ان کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس طاقتور کے سامنے کھڑے ہونے کی کسی میں ہمت نہیں ہے۔ اور جو کوئی سر اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو ان کا سر بیدردی سے کچلا جاتا ہے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

دہشت گردی اور حریت پسندی کے مفہوم کو آج کل اتنا گڈمڈ کیا گیا ہے کہ دنیا بھر میں کسی کو یہ پتہ نہیں چلتا ہے دہشت پھیلانے والے کون ہیں اور آزادی کی جنگ کے لئے ہتھیار کس نے اٹھائے ہیں۔ میڈیا اور خفیہ ایجنسیاں جس پر دہشت گرد کا لیبل لگالیں وہ پھر دنیا کے امن کے لئے خطرہ ہے اور جس کو امن کا تاج پہنایا ان کے دانت پھر اسرائیل کی طرح خون سے آلودہ کیوں نہ ہو وہ ساری دنیا کے لئے امن کی نشانی ہے۔

ہمیں آج پتہ نہیں کہ سری لنکن تامل تامل کی حیثیت کیا ہیں کیونکہ ان کے خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ فلسطینی دہشت گرد ہیں کسی وقت میں



ہندوستانی سکھ بڑے خطرناک دہشت گرد تھے۔ لیکن اب ان کی فطرت بدل گئی اور وہ پھر محب وطن بن گئے۔ ہندوستانی میڈیا نے سکھوں کو اتنی کوریج دے دی کہ ساری دنیا کو ایسے لگنے لگا کہ ہندوستان کے اصل باشندے سکھ ہی ہیں۔

روس اور امریکہ نے ایک دوسرے کو نیچا رکھنے کے لئے انسانی سروں پر مقابلہ کیا۔ کبھی ویت نام کی زمین پر شطرنج کی بساط بچھائی تو کبھی افغانستان کے لاکھوں افغانوں کو ہلاک کر کے سپر پاور بننے کو کوشش کی۔ لاکھوں سروں پر خونی کھیل کھیلنے کے بعد یہ بڑے ممالک اپنی گھر کی لونڈی "اقوام متحدہ" کو "امن امن" کا کھیل کھیلنے کے لئے بیچ میں لا ڈالتی ہے لیکن جب ان بڑے ممالک کی مرضی نہ ہو یہ لونڈی پچاس ساٹھ سال میں مسئلہ کشمیر حل نہیں کر سکتی 30، 35 سال سے آگ میں سلگتا افغانستان بھی جلتا رہے گا اور اب تو اس کی تپش سے ہمارے صوبہ سرحد میں آگ بھڑک اٹھی ہے پتہ نہیں یہ آگ کب تک جلتی اور انسانوں کو جلاتی رہے گی۔ جب تک ان بڑے طاقتوں کے مفادات ادھر موجود ہوں گے اس طرح دہشت گرد جنم لیتے رہیں گے۔ یہ طاقتیں اسی طرح قاتل اور مسیحا دونوں کی روپ میں زخم دل دیتے بھی رہیں گے۔ اور زخم دل پر مرہم پٹی بھی لگاتے رہیں گے۔ اور اگر کوئی ان سے پوچھے گا کہ کیوں یہ زخم دل دے ہے تو تو یہ کہیں گے کہ ہم تو اصلاح کے لئے اٹھے ہیں تم ہماری راہ میں رکاوٹ ڈال رہے تو تم ہی دہشت گرد ہو۔

عوام مریں گے ہجرتیں ہوتی رہے گی۔ خاندان لٹتے رہیں گے۔ اور امن و دہشت کا یہ بھیانک کھیل جاری رہے گا اس کی ذمہ داری اگر ایک طرف ان بڑی طاقتوں پر ہیں تو دوسری طرف ہم پر ہیں۔ کہ ہم نے اب تک دشمن کو نہیں پہچانا ہم ہمیشہ دوسروں کی آگ میں کودتے ہیں۔ اور اندھیروں میں تلوار چلانے کے عادی ہیں ہم ادھر فلسطین کے لئے اپنی اسمبلیوں میں قرارداد مذمت پیش کرتے ہیں لیکن عرب لیگ کا ہنگامی اجلاس نہیں بلایا جاتا۔ کہ ہم پر ڈرون حملے کیوں ہو رہے ہیں ہم ساری مسلم امہ کا درد اپنے دل میں لیے بیٹھے ہیں لیکن کسی O-I-C کے اجلاس میں ہمارے دکھوں کے مداوے کی بات نہ ہو سکی۔ ہمارے کاندھے پر ہمیشہ غیروں نے بندوق رکھ کر چلائی اور دوسرا فریق بندوق والے کو نہیں ہمیں دہشت گرد قرار دیتا ہے۔ روس نے افغانستان پر چڑھائی کی تب بھی ہم دہشت گرد تھے اب امریکہ اور چین یہاں اپنی مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں تب بھی یہ غریب اور لٹے پھٹے افغان دہشت گرد ہیں۔ سرمایہ داروں نے تو اپنی خونیں پنجے غریب دنیا کی جسم پر گاڑھی ہیں اور آخری قطرہ کون تک چوس رہے ہیں اور یہ بے حس و حرکت جسم انہیں دہشت گرد نظر آ رہا ہے۔

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

جب تک ہم اپنی زخموں کا مداوا خود نہیں کریں گے ہم اپنے آپ کو نہیں پہچانیں گے۔ اپنے دشمن کو نہیں پہچانیں گے۔ اپنی نفع او، نقصان کا خبر ہمیں نہیں رہے گا تو ہمارے سروں کے اوپر شطرنج کی یہ لباس بھی جمی گی ہمارے کاندھوں پر بندوق رکھ کر ہی چلائی جائے گی اور الٹے ہم ہی دہشت گرد ٹھہرے گئے۔

## پاکستانی نوجوان طلبہ اور موجودہ حالات

نوجوان نسل ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے ملک پر جب بھی کٹھن اور مشکل وقت آتا ہے تو سب سے زیادہ قربانی یہی نوجوان طبقہ دیتا ہے ملک حالت جنگ میں ہو یا ملک کے اندر کسی شورش نے سر اٹھایا ہو ملک کو کسی قدرتی آفت کا سامنا ہو یا کوئی اور مسئلہ وطن کو درپیش ہو۔ ہمارے وطن کے طلبہ اور نوجوان ہر محاذ پر ہراول دستے کا کردار ادا کرتے ہیں اور ہر مشکل کام کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ بقول اقبال!

یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسمان
ہمت ہو پرکشا تو حقیقت میں کچھ نہیں

اگر ہم تاریخ کو ٹٹولیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تحریک پاکستان میں نوجوان طلبہ نے گاندھی اور ابوالکلام کی ریل روکی۔ اور قائداعظم کی بگھی کھینچی۔ قاعداعظم کے ساتھ ان نوجوان طلبہ نے دن رات ایک کر کے کام کیا اور ان کا صرف ایک ہی نعرہ تھا۔

لے کے رہیں گے پاکستان
بن کے رہے گا پاکستان

ان نوجوانوں کا غیر متزلزل حوصلہ تھا کہ ان سے جو ٹکرایا وہ پاش پاش ہوا اور آخر میں سب کو اس آنہی قوت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور دنیا کے نقشے پر پاکستان ابھرا۔ ملک تو حاصل ہوا لیکن ملک حاصل کرنے سے مشکل کام اس کو چلانا اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔ کہاوت مشہور ہے کہ گھر بنانا تو آسان ہے لیکن آگ جلانا ''ہانڈی پکانا'' مشکل ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ملک میں کئی مسائل نے سر اٹھایا۔ جیسے اسلامی نظام کا مسئلہ تحریک ختم نبوت کا مسئلہ، ملک پر آمروں کا قبضہ، لیکن طلبا نے ہر مسئلہ میں مثبت کردار ادا کیا اور آمروں و ڈکٹیٹروں سے کہا کہ یہ ملک اسلام اور جمہوریت کے نام پر بنا ہے ادھر مطلق العنانوں کا کوئی کام نہیں۔

ہمارا ملک جغرافیائی لحاظ سے ایسی جگہ واقع ہے کہ اس کے بہت سارے علاقے ''سیسمک زون'' ہیں یعنی ادھر زلزلے آتے ہیں۔ لہٰذا کوئٹہ، بالاکوٹ، اور شمالی علاقات میں کئی بار شدید زلزلے آئے ہیں خصوصاً



2005 کا زلزلہ تو انتہائی شدید نوعیت کا تھا جن میں لاکھوں افراد بے گھر اور ہزاروں موت کے منہ میں چلے گئے تھے۔ ان کٹھن مراحل میں سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء آگے بڑھے زخمیوں کی تیمارداری کی۔ بے گھروں کو بسانے کا انتظام کیا۔ اور جولی پھیلا کر ان متاثرین کے لئے چندہ اکھٹا کیا۔

اسی طرح ملک کے میدانی علاقوں میں جب کبھی بھی سیلاب سے لوگ متاثر ہوئے تو یہی طلبہ ان متاثرین کی بحالی میں سب سے آگے تھے۔

پاکستان پر کئی بار براہ راست جنگ مسلط ہوئی یا وہ بالواسطہ کسی کے پرائے کے آگ میں جلتا رہا۔ سنہ ۴۸، ۶۵، ۷۱ اور کارگل کا محاذ ہمارے پڑوسی ملک بھارت کی وجہ سے سجا، اور ہماری نوجوان نسل ہماری فوج کے شانہ بشانہ رہے۔ غرض پاکستان نوجوانوں نے ہر محاذ پر اور ہر مشکل گھڑی میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

آج بھی ہمارا مہلک ایک نازک دور سے گزر رہا ہے ملک کے اندر کئی شورشوں نے سر اٹھایا ہے کہیں لسانی جھگڑے ہو رہے ہیں، تو کہیں صوبائی خودمختاری کا نعرہ بلند ہو رہا ہے کہیں علحیدگی پسند حکومتی رٹ کو چیلنج کر رہے ہیں تو کہیں مذہب کی آڑ لے کر ہمارے دشمن ہمارے ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ ایسے میں قوم کی نظریں نوجوان نسل کی طرف ہی لگی ہے کہ یہ ملک کا ہراول دستہ ہمیشہ کی طرح پھر آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کریں گے۔ اور اس طرح ہی ہو رہا ہے۔ ان نوجوان طلبہ کو بیک وقت دو کام کرنے پڑ رہے ہیں۔ ایک تو ان کے سامنے ان کی پڑھائی کا چیلنج درپیش ہے اور دوسری طرف ان کو ملک کو مسائل کے بھنور سے نکالنا ہے۔

ہمارے نوجوان تحریر و تقریر عملی جدوجہد اور قربانی سے کام لے رہے ہیں۔ اور ملک اندر ان ملک دشمن عناصر کا مقابلہ کر رہے ہیں یہ نوجوان باقاعدہ سٹڈی سرکل کے ذریعے ان حالات کے متعلق شعور و آگہی پھیلا رہے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی حالات کی نزاکت سمجھا رہے ہیں۔

اب بھی ملک میں کوئی ایمرجنسی صورتحال آتی ہے تو حکومتی اقدامات کے ساتھ ساتھ یہ نوجوان طبقہ اپنی خدمات اس طرح پیش کرتا ہے جس طرح کا کردار انہوں نے آزادی سے پہلے یا بعد میں ادا کیا تھا۔

یہ نوجوان سکاؤٹس کی شکل میں، گرل گائیڈ کی شکل میں ابتدائی طبی امداد کے تربیت یافتہ نوجوان کی شکل یا سٹوڈنٹس فیڈریشن کی شکل ہر مشکل گھڑی میں ملک کو درپیش مسائل کا حل نکالنے میں حکومت وقت کی مدد کر رہے ہیں۔

قدرتی آفات میں گھرے متاثرین ہو جنگ زدہ علاقے کے بے گھر اور زخمی لوگ ہو۔ یا وبا کی لپیٹ میں آئے ہوئے لوگ ہو یہ نوجوان طلبہ ان کی بحالی کے لئے تن، من اور دھن کی بازی لگاتے ہیں خون کا عطیہ

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

دیتے ہیں چندہ اکٹھا کرتے ہیں رضا کارانہ خدمت کرتے ہیں۔ اور وقت آنے پر جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

# شاعر مشرق علامہ محمد اقبال

کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے
اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے

اُردو شعروادب میں میرؔ، غالبؔ، اور اقبال کا مقام سب سے بلند ہے۔ غالبؔ اور اقبال کا مقام سب سے بلند ہے۔ غالبؔ مرحوم کے بعد اقبال نے اُردو شاعری میں ایک نئی روح پھونک دی اور اُس کا کلام ہندوستان کے علاوہ ساری دنیا میں پسند کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ اُن کی شاعری روم، ایران اور انگلستان میں پڑھی جانے لگی۔ اقبال کو ابتداء ہی سے مولوی سید میر حسن جیسا استاد مل گیا جو کہ فارسی اور عربی کے ماہر تھے، لہٰذا علم وادب سے محبت اور استادِ شفیق کا ساتھ سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

اقبال اسکول کے طالب علم تھے کہ وہ شعروشاعری میں دلچسپی لینے لگے اور کلام موزوں اُن کے منہ سے نکلنے لگا۔ اُن دنوں ہندوستان میں نواب مرزا خان داغؔ کا اُردو شاعری کے حوالے سے شہرہ تھا۔ شاعر بذریعہ ڈاک اُن سے اصلاح لیتے تھے۔ اقبال نے بھی چند غزلیں اصلاح کے لئے بھیجیں اور شاعری کے لئے ایک بڑے اُستاد سے نسبت پیدا ہوئی جو کہ زبان کی خوبیوں کے لئے مشہور تھے۔

اقبال نے جب سیالکوٹ کے کالج سے ایف۔اے کیا تو بی۔اے کے لئے اُن کو لاہور آنا پڑا۔ اُن کو فلسفہ کی علم جاننے کا شوق تھا اور اُن کو پروفیسر آرنلڈ جیسے شفیق استاد مل گئے۔ اقبال کی خوش قسمتی تھی کہ اُن کے علمی سفر میں اُن کو اچھے اچھے اُستاد اور عالم فاضل ہستیوں سے واسطہ پڑا۔

## اقبال کی شاعری:

اقبال کا ابتدائی کالم بیسویں صدی کے آغاز سے شروع ہوتا ہے۔ ''مخزن'' میں اُن کا پہلا نظم چھپا اور وہ مختلف مجالس اور مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔

اس کے بعد وہ یورپ چلے گئے اور 1905ء سے 1908ء تک کا دور اُن کا شاعری کا دوسرا اور شروع ہوا۔ اس عرصے میں اُس نے کم لکھا لیکن اس میں پوری کے مشاہدات کا ایک خاص رنگ جھلکتا ہے۔

اقبال کی شاعری کا تیسرا دور 1908ء سے شروع ہوا جو ولایت سے واپسی کا دور تھا۔ اس عرصے میں



اُس نے اُردو نظمیں اور فارسی کلام قلمبند کیا۔

## اقبال کی شاعری کے موضوعات:

اقبال ابتدائی دور میں چونکہ داغؔ کے زیر اثر رہے، لہٰذا اُن کی شاعری پر روایتی اثر رہا۔ وہی عشق و عاشی اور گل وبلبل کے ترانے، اس کے ساتھ ساتھ اس دور میں اُن پر ہندی قومیت اور وطنیت کا اثر غالب تھا۔ نیا شوالہ ترانہ ہندی، سوامی رام تیرتھ اور ہمالہ اس دور کا کلام ہے۔

اے ہمالہ اے فصیل کشور ہندوستان
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسمان
برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہر عالمتاب پر

یورپ میں قیام کے دوران آپ نے وہاں کا مشاہدہ کیا۔ قومیت اور رنگ ونسل کے فلسفہ کے مقابلے وہ ملت اور مسلم قومیت کا تصور اُجاگر کرنے لگے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ہاشمیؐ

ملکی قومیت کے بارے میں اقبال نے واضح کیا کہ اس سے مخلوق خدا تقسیم ہوتی ہے اور دین اسلام کی جڑیں کٹتی ہیں۔ اقبال سے پہلے شعراء عمل سے منہ موڑنے والے فلسفے پر عمل پیرا تھے جبکہ اقبال نے اپنے کلام عمل اور جدوجہد کا سبق دیا۔

بڑے جا یہ کوہ گراں توڑ کے　　طلسم زماں ومکاں توڑ کے

اقبال کی شاعری زیادہ تر نوجوان نسل کے لئے ہیں کیونکہ اُن کو پتہ تھا کہ نوجوان نسل ہی کسی قوم کے امیدوں کا مرکز ہوتی ہے۔ اقبال کو بھی نوجوان نسل سے بہت اُمیدیں وابستہ تھیں۔ اقبال کہتا ہے کہ اگر ان نوجوانوں کی بہتر رہنمائی ہو سکے تو ان سے ہم بہتر نتائج کی توقع رکھ سکتے ہیں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

### اقبال کا تصور خودی:

اقبال کی شاعری میں اُن کا آفاق گیر تصور فلسفہ خودی کا ہے۔ اقبال نے خودی کے ذریعے مسلمانوں کو خود شناسی، ربّ شناسی اور دنیا شناسی کا پیغام دیا۔ اقبال نے اس فلسفے کے تحت مسلمانوں کو پیغام دیا کہ اطاعت الٰہی اور ضبط نفس سے کام لو تو خداوند تعالیٰ تم کو اپنے نائب کا درجہ دے گا۔

خودی ہو زندہ تو دریائے بے کراں پایا
خودی ہو زندہ تو کہسار پر نیاں و حریر

### اقبال کا مردِ مؤمن:

اقبال کہتا ہے کہ مسلمان جب اپنی ذات، کائنات اور ربّ سے آگاہ ہوتا ہے اور اپنے فرائض اور حقوق سے آشنا ہو جاتا ہے، اُس کے ہر کام میں ربّ کائنات کی رضا و منشا کو دخل ہو تو خداوندی تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مؤمن کا ہاتھ
غالب و کار آفرین کار کشا و کارساز

اقبال کہتا ہے کہ توکل اور فقر و غنا اپنانے والے لوگ مردِ مؤمن ہیں۔

### اقبال کا تصور تعلیم:

اقبال کا پیغام عمل کا پیغام ہے۔ جدوجہد نئے اُفق کی تلاش، حرکت اور عمل اقبال کے تصورِ تعلیم کے اہم جز ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ بہتر تعلیم و تربیت ہی انسان کو کچھ بننے میں مدد دے سکتی ہے۔ غلط رہنمائی نوجوان نسل کی تباہی کا سبب ہے۔

وہ شاہین بچہ کہ پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا پتہ کہ کیا ہے راہ و رسمِ شاہبازی

غرض اقبال کے متعلق ہم دعوٰے سے کہہ سکتے ہیں کہ اُردو میں ایسی کوئی کتاب اشعار کی نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی شاعر ہے جن کے ہاں خیالات کی یہ فراوانی ہو اور اُس نے اپنے کلام میں اس قدر مطالب و معانی سمجھا کئے ہوں اقبال کے ہاں بہت کچھ ہیں صرف اِس کو پڑھنے والی آنکھ اور سمجھنے والے دماغ کی ضرورت ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ بے اثر



## ٹیلی وژن کے فوائد اور نقصانات

صدیوں پہلے جب بادشاہوں کے پاس تفریح طبع کا سامان میسر نہ تھا تو وہ اپنے دربار میں داستان گو درباری رکھتے تھے جو داستان سنانے کے ماہر ہوتے تھے اور بادشاہ افیون وغیرہ کھا کر ان داستان گو کو اپنے سامنے بٹھاتا اور سارا سارا دن اُن کو داستان سناتے رہتے۔ پھر ہماری یہ دنیا ارتقائی عمل سے گزرتی رہی اور سائنسی ایجادات نے ہر چیز کی کایا پلٹ دی۔

اڑن کٹولے کی جگہ جہاز نے لی، چراغ اور انگوٹھی کی جگہ کمپیوٹر "Mouse" نے لی، دیو ہیکل دیووں کی جگہ کرینوں اور بلڈوزروں نے لی اور تفریح طبع کے لئے ٹی، وی منظر عام پر آیا لیکن کہتے ہیں کہ ہر چیز کے استعمال کا اپنا وقت ہوتا ہے۔ اُسی مناسب اور مقررہ وقت کے دوران ہی ہر چیز سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

ٹیلی وژن اگر ایک طرف تفریح طبع کا سامان فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف اس سے ہم کو معلومات کا بڑا ذخیرہ ملتا ہے اور ذکر عیش نصف عیش کے مصداق ہم اس کے ذریعے دیس دیس کی سیر اور کہانیوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

خبروں کے ذریعے ہم دنیا بھر کے حالات سے واقف ہو جاتے ہیں کہ دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ دنیا کس طرف جا رہی ہے، کون مصیبت کی گھڑی میں، کون مدد کا مستحق ہے، کونسا ملک حالتِ جنگ میں ہے، امن کے لئے کون برسرِ پیکار ہے، سیاست عالمی کے کیا انداز ہیں اور عالمی سیاست کا اونٹ کس کروٹ بیٹھ رہا ہے، عالمی معیشت رو بہ زوال ہے یا عروج کی سیڑھیاں چڑھ رہا ہے۔ مختلف شہروں کے اسٹاک ایکسچینج میں مندی ہے یا تیزی کا رجحان ہے۔

ٹیلی وژن میں زیادہ تر پروگرام تفریح طبع کے لئے ہوتے ہیں جن سے ہر عمر کے افراد لطف اندوز ہوتے ہیں۔ نوجوانوں سے لیکر بوڑھوں تک اور بچوں سے لیکر بڑی عمر کی خواتین تک ٹیلی وژن میں اپنی پسند کے پروگرام دیکھتے ہیں۔

ٹیلی وژن پر نوجوانوں کے لئے مختلف پروگرام، سٹیج شو، معلوماتی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں جن سے معلومات میں اضافہ کے ساتھ اور بھی کئی استفادے حاصل کئے جاتے ہیں۔

ٹیلی وژن ڈرامے ناظرین کے لئے انتہائی دلچسپی کے حامل ہوتے ہیں ان میں گھریلو مسائل کے علاوہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی پہلو اُجاگر کئے جاتے ہیں جو ہر خاص و عام خاتون خانہ کے لئے دلچسپی کا باعث

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

ہے۔ اس کے علاوہ ٹیلی وژن پر فیچر فلمیں مختلف دستاویزی فلمیں، ادبی پروگرام، سیاسی مجالس، مذہبی پروگرام پیش ہوتے ہیں جو لوگ شوق سے دیکھتے ہیں۔

ٹیلی وژن پر کھیلوں پر مشتمل پروگرام، مختلف ورزشیں، یوگا اور ایتھلیٹکس کے مقابلے پیش ہوتے ہیں جو کہ کھلاڑیوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں۔

ٹیلی وژن پر فلم، سٹیج اور ٹی، وی کے بڑے بڑے اداکاروں کے علاوہ سیاسی لیڈروں، مذہبی لیڈروں اور سوشل ورکروں کی انٹرویوز نشر ہوتے ہیں جن کی بدولت ہم اُن کے پسند و ناپسند اور اُن کے نظریات سے واقف ہوتے ہیں۔

ٹیلی وژن پر ماہی پروری، گلہ بانی، مرغبانی اور دیگر منافع بخش کاروباروں کے حوالے سے پروگرام پیش ہوتے ہیں جن سے استفادہ کر کے ہم یہ کاروبار شروع کر کے اپنی زندگی میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔

ٹیلی وژن پر صحت سے متعلق، باورچی خانے سے متعلق، بچوں کی نگہداشت سے متعلق پروگرام پیش ہوتے ہیں جن سے ہم استفادہ کرتے ہیں۔

کاروبار سے متعلق پروگرام، نفسیاتی مسائل، قانونی مشورے، زراعت اور کسان کے مسائل، نصابی کتب کی پڑھائی بھی ٹیلی وژن پر ہوتی ہے۔

ٹیلی وژن پر مختلف ممالک سے متعلق دستاویزی پروگرام بھی دکھائے جاتے ہیں جن سے ناظرین ان ممالک کے بارے میں جان جاتے ہیں۔ دنیا ہر میدان میں آگے بڑھ رہی ہے لہٰذا ٹیلی وژن پر بھی کئی چینلز سامنے آ رہے ہیں جو کہ مخصوص شعبوں سے متعلق پروگرام پیش کرتے ہیں مثلاً کھیلوں چینل الگ ہے، تفریح کے لئے الگ چینل ہوتا ہے، خبروں کے لئے الگ چینل لانچ ہوئے ہیں، کاروباری دنیا کی خبریں الگ چینل سے پیش ہوتے ہیں جن سے یہ آسانی پیدا ہوئی ہے کہ ہر شعبے سے متعلق لوگ وہی چینل دیکھتا ہے۔

دنیا میں ہر چیز کا مثبت پہلو ہونے کے ساتھ ساتھ منفی پہلو بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا ٹی وی کے غلط استعمال سے بھی کچھ منفی پہلو سامنے آتے ہیں۔

ٹی، وی کو مخصوص وقت میں ہی دیکھنا مناسب ہوتا ہے۔ ٹیلی وژن اس طرح دیکھنا کہ وہ دیگر معمولات پر اثر انداز ہوتا ہوں نقصان دہ ہے۔ خاص کر ٹیلی کے سوپ ڈرامے سارا سارا دن ٹی وی پر چلتے ہیں اور کاتون خانہ سب کچھ چھوڑ کر ٹی وی پر یہ ڈرامے دیکھتی ہے!



نوجوان اور بچے کھیلوں کے مختلف مقابلے شوق سے دیکھتے ہیں اور جن کی وجہ سے اُن کی پڑھائی متاثر ہوتی ہے۔ ٹیلی وژن کے سامنے دیر تک بیٹھنے سے بصارت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ مخرب الاخلاق پروگرام، جرائم پر مبنی ڈرامے نوجوانوں کے بے راہ روی کا سبب بن رہے ہیں۔

ٹیلی وژن پر ڈراموں کے دوران Uper Class کو High light کیا جاتا ہے جو کہ معاشرے کے نچلے طبقے میں احساس کمتری کا باعث بن رہی ہے۔ لہٰذا ہر چیز میں میانہ روی اور Cheak and Balance ہونا چاہیئے۔

## درآمدات

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے، لہٰذا صنعتی طور پر ہم اتنے آگے نہیں ہیں جتنی کہ ایک ملک کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا خام مال ہونے کے باوجود ہم بہت ساری اشیاء صنعتیں نہ ہونے کی وجہ سے درآمد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ معدنیات تو ہمارے ہاں موجود ہیں لیکن ان کو نکالنا اور سائنسی طریقے سے اُس کی صفائی اور استعمال کا طریقہ کار اور مشینری نہ ہونے کی وجہ سے بھی ہم ان معدنیات کے لئے دوسرے ممالک کے دست نگر ہیں۔

ہمارا بہت سارا زرمبادلہ جنگی ساز و سامان اور اسلحہ خریدنے پر خرچ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارے برآمدات میں جنگی طیارے، آبدوزیں، ہیلی کاپٹرز، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور مختلف قسم کا اسلحہ شامل ہے۔ یہ اسلحہ امریکہ، فرانس روس اور دیگر یورپی ممالک سے درآمد ہوتا ہے۔ پاکستان میں آئل ریفائینری اور تیل کے ذخائر کی کمی کی وجہ سے ہم تیل اور تیل سے بننے والے مصنوعات درآمد کرتے ہیں۔ ہم یہ تیل عرب ممالک، امریکہ اور یورپین کمپنیوں سے درآمد کرتے ہیں۔ الیکٹرانک مصنوعات، کمپیوٹر، اے۔سی، فریج، ٹی۔وی، اوون، موبائل فون، استریاں، ڈسٹ کلینر، کیمرے اور گھڑیاں بھی ہم یورپی ممالک اور امریکہ سے درآمد کرتے ہیں۔

بڑی بڑی گاڑیوں سے لیکر چھوٹے موٹر کار تک اور موٹر سائیکل سے لیکر سپورٹس بائیک "سائیکل" تک ہم جاپان، کوریا، امریکہ اور یورپی ممالک سے درآمد کر کے استعمال کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ پہاڑوں کی کٹائی اور سڑکیں بنانے کے لئے ہیوی مشینری بھی ہم جاپان، امریکہ اور یورپ سے منگواتے ہیں۔ ہمارے ہسپتالوں میں استعمال ہونے والی بڑی مشینری مثلاً ایکسرے مشین، خوردبین، دل کی امراض کی شناخت کرنے والی مشینیں، گردوں کی صفائی کرنے اور پتھری توڑنے والی مشینیں ڈینٹری میں

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

استعمال ہونے والی مشینری'' آپٹا مالوجی'' آنکھوں کی امراض میں استعمال ہونے والی مشینیں ہم باہر کے ممالک سے درآمد کرتے ہیں۔

بچوں کے خوراک کی طور پر استعمال ہونے والا خشک دودھ، خوردنی تیل، جان بچانے والی مختلف ادویات وغیرہ ہمیں باہر کے ممالک سے خریدنے پڑتے ہیں۔ بڑی بڑی صنعتوں میں استعمال ہونے والی مشینری، گاڑیوں کے سپیئر پارٹس، انجن وغیرہ بھی ہم باہر کے ممالک سے منگواتے ہیں۔ ہمارا ملک زرعی ملک ہونے کے باوجود ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے اکثر اوقات خوردنی اجناس کی بھی قلت پڑ جاتی ہے اور ہم کو پھر گندم، چینی وغیرہ باہر کے ممالک سے منگواتے پڑتے ہیں اور اس سے ہم اپنے ضروریات پورے کرتے ہیں۔

کاسمیٹکس، جوتے اور کپڑا بھی ہم فرانس، اٹلی، جاپان اور تائیوان سے بالترتیب درآمدات کرتے ہیں۔ ہوزری اور آسٹریلین ڈول ہم آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ سے درآمد کرتے ہیں جبکہ چائینہ سے بھی جیکٹ، سویٹرز اور جوتے درآمد ہوتے ہیں۔

بچوں کے کھلونے، ویڈیو گیمز، کیلکولیٹرز، الیکٹرانکس ڈکشنریاں بھی ہم باہر کے ممالک سے منگواتے ہیں۔ پاکستان میں خام مال کی کمی نہیں لیکن ماہر انجینئرز اور کارخانوں کی کمی کی وجہ سے ہم کو بہت ساری اشیاء درآمد کرنی پڑتی ہیں۔ حکومت اگر انڈسٹریاں لگائے اور انجینئر اور دوسرے ماہرین کے لئے مراعات کا اعلان کریں تو یہاں بھی اعلیٰ معیار کا سامان تیار ہوسکتا ہے۔ پاکستان میں اگر تیل تلاش کیا جائے اور آئل ریفائنری قائم کئے جائے تو تیل کی ضرورت بڑی حد تک پوری ہوسکتی ہے۔

چترال کی پہاڑیوں میں اعلیٰ قسم کا لوہا پڑا ہوا ہے اس کو استعمال میں لاکر ہم اپنی ضروریات میں لاسکتے ہیں۔

کارخانوں کو ٹیکس میں چھوٹ دینے سے، لوڈ شیڈنگ ختم کرنے اور امن وامان کی صورتحال بہتر بنا کر ہم پاکستان کو سرمایہ کاری کا جنت بنتے دیکھ سکتے ہیں۔ سرمایہ کار موافق حالات دیکھ کر یہاں سرمایہ لگا سکتے ہیں کیونکہ یہاں بہت زیادہ مواقع ہیں سرمایہ کاری کے۔ بقول اقبال!

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

## میرے پسندیدہ شاعر اکبر الہ آبادی

نشانِ شوکت و گاندی کجا بود
کہ اکبر صرف کشف ماجرا بود



اکبر الہ آبادی کا اصل نام سید اکبر حسین تھا جبکہ والد کا نام سید تفضل حسین تھا۔ آپ 1261ء میں الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ 1856ء میں اکبر کو الہ آباد مشن اسکول میں داخل کرادیا گیا۔ اس کے بعد 1857ء میں اُن کا تعلیمی سلسلہ غدر کی نظر ہوا۔ اس کے اکبر نے کچھ مدت تک مولوی محمد فاروق چریا کوٹی کے درس میں شرکت کی اور بعد ازاں تمام عمر ذاتی مطالعے میں منہمک رہے۔

اکبر پیشہ کے اعتبار سے جج تھے۔ بطور جج نہایت انصاف پسند اور ماہر قانون تھے۔ ان کے بعض عدالتی فیصلے بڑے مشہور ہے۔

### اکبر کی شاعری:

اُردو ادب میں اکبر کو مزاحیہ شاعر کہا جاتا ہے لیکن ان کی طنزیہ شاعری بھی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے ساتھ اُنہوں نے سنجیدہ کلام بھی قلمبند کیا ہے۔ اُردو ادب میں اکبر الہ آبادی پہلے شاعر تھے جنہوں نے طنز و مزاح کو شعوری طور پر کسی مقصد کے لئے استعمال کیا۔ اس کی شاعری میں خالص ظرافت بھی موجود ہے جو طنز سے بے نیاز ہے۔

باہم شب وصال غلط فہمیاں ہوئیں
مجھ کو پری کا شبہ ہوا ان کو بھوت کا

یا

اس قدر تھا کھٹملوں کا چارپائی میں ہجوم
وصل کا دل سے مرے اورماں رخصت ہوگیا

### اکبر کا طنز:

اکبر کے ہاں زیادہ تر ہجویہ اور طنزیہ اشعار ہی ملتے ہیں۔ ان کا طنز زیادہ تر انگریز، سرسید احمد خان اور گاندھی پر ہے۔ اکبر مشرقی تہذیب کے دل دادہ تھے اور یورپی تہذیب کے مخالف اس لئے اُن کے اشعار میں انہوں نے جابجا انگریزی تہذیب ثقافت پر تنقید کے تیر برسائے ہیں۔

### انگریزی تعلیم پر تنقید:

اکبر مشرقی تعلیم کے حامی تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مغربی تعلیم کے ساتھ ہمارے نوجوانوں سے روحانیات اور اخلاقیات کا خاتمہ ہوا۔ ایک جگہ کہتے ہیں:

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگانی کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

اکبر انگریزہ نظام تعلیم سے بھی شاکی تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس تعلیم سے صرف کلرکوں کی پیداوار بڑھ سکتی ہے۔ اکبر لڑکیوں کے جدید تعلیم کے بھی سخت مخالف تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس سے اُن میں بے پردگی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

حامدہ نہ چمکی تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمع انجمن پہلے چراغ خانہ تھی
اُس کی بیوی نے فقط اسکول ہی کی بات کی
یہ نہ بتلایا کہاں رکھی ہے روٹی رات کی

## انگریزی ثقافت پر طنز:

اکبر الہ آبادی کے زیادہ تر اشعار انگریزی ثقافت کے ہجو میں لکھے گئے ہیں اور اپنے اشعار میں انہوں نے انگریزی ثقافت کی خوب خبر لی ہے۔

لیلا نے سایہ پہنا ، مجنون نے کوٹ پہنا
روکے جو میں نے بولے بس بس خاموش رہنا
پائے در پتلوں و دل در پشواز
چند روز باہمی حالت بساز

اکبر کے یہاں انگریز کے بعد سرسید احمد خان اور اُن کی تحریک پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ انگریز سے مفاہمت کرنے والے بھی اس ملک کے دشمن ہیں۔ انگریزوں نے ہندوستان پر دو سو سال تک حکمرانی کی۔ اس دوران مسلمانوں سے حکومت چھین گئی۔ کوشحالی رخصت ہوئی اور مسلمانوں میں خود اعتمادی کا مادہ ختم ہوا۔ لہٰذا اکبر کی مخالفت بجا تھی۔ اکبر سرسید تحریک اور ان کے کالج اور یونیورسٹی کے سخت مخالف تھے۔

ابتداء کی جناب سید نے
جن کی کالج کا اتنا نام ہوا



انتہا یونیورسٹی پہ ہوئی
قوم کا کام اب تمام ہوا

## گاندھی اور اُن کی تحریک پر طنز:

گاندھی نے انگریز کے خلاف تحریک عدم تشدد شروع کی تھی جبکہ اکبر اس کے مخالف تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ عدم تشدد و شدد انگریز قوم کا سیلاب نہیں روک سکتی۔

مشین غرب کو گاندھی کا چرخا کھو نہیں سکتا
بنے وہ سحر یہ موسیٰ کا ڈنڈا ہو نہیں سکتا

## اکبر کی عشقیہ شاعری:

اکبر نے طنز و مزاح کے علاوہ خالص عشقیہ شاعری بھی کی ہے۔

زندگانی کا مزا ، دل کا سہارا نہ رہا
ہم کسی کے نہ رہے کوئی ہمارا نہ رہا

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اکبر الہ آبادی کے افکار پر اگر ہم اب بھی سوچیں تو ہمارے قومی امراض اب بھی وہی ہے جو انگریز قوم کی آمد کے ساتھ ہم میں پیدا ہوئے تھے۔ ہم آج بھی مغرب کی اندھی تقلید کر رہے ہیں اور اپنے اقدار بھلا چکے ہیں۔

اکبر پر بڑا الزام یہ ہے کہ اُس نے اپنی شاعری میں مغرب کا خاکہ اُڑایا ہے اور اُن نئی ایجادات کی مخالفت کی ہے جو انگریز کے آنے سے یا اس آئے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے وہ ایجاد کے نہیں انگریز کے غاصبانہ قبضے کے مخالف تھے اور کیا انگریز کے نہ آنے سے یہ ایجادات ہمارے یہاں نہیں آسکتے تھے۔ کیا اُن ملکوں میں جن میں انگریز نہیں گیا یہ چیزیں ادھر نہیں پہنچی؟ اکبر نے مقصدی شاعر کی۔ اُن کا ہم مقصد مغرب کی نقالی سے قوم کو باز رکھنا تھا۔ وہ اپنی قوم میں خود اعتمادی پیدا کرنا چاہتے تھے۔

غرض اکبر الہ آبادی ایک مصلح تھے اور اُن کو محض مزاح نگار قرار دینا اُن کے خدمات کا مذاق اُڑانا ہے۔

میں جو روتا ہوں کہ افسوس زمانہ بدلا
مجھ پہ ہنستا ہے زمانہ کہ تمہیں وہ نہ رہے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

# ورزش کے فائدے

انسانی جسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کا ایک حصہ جب ناکارہ ہوتا ہے تب ہم کو اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ انسان اگر تندرست ہو تو اُس کے تمام کام صحیح ہوں گے لیکن اگر انسان بیمار ہوگا تو اُس کے سارے کام چوپٹ ہوں گے۔ بقول شاعر!

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک تندرستی ہزار نعمت ہے

جس طرح ایک مشین سے اگر ہم بہتر نتائج اور زیادہ کام کرنے کی توقع رکھتے ہیں تو اُس کی مناسب دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اُس کی صفائی اور اُس کے طریقہ کار کے مطابق اُس کو چلانا پڑتا ہے۔ اسی طرح انسانی جسم ہے۔ اگر اس کو ٹھیک اور تندرست رکھنا مقصود ہے تو مناسب خوراک، وقت پر آرام اور ورزش انسانی جسم کے لئے اشد ضروری ہے۔

ورزش سے انسانی جسم کو لاتعداد فائدے پہنچتے ہیں۔ کسرت کرنے والا شخص تندرست و توانا رہتا ہے۔ اُس کے جسم میں بیماریوں کے خلاف لڑنے کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ اُس کے ذہن و دماغ ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔ کام میں اُس کا جی لگتا ہے اور خوراک بھی اچھی طرح کھاتا ہے اور وہ خوراک اس کے بدن کا جز بھی بنتا ہے کیونکہ روزانہ ورزش سے انسان کا دورانِ خون نارمل رہتا ہے۔ اُس کو بلند فشار اور کم فشار خون کی شکایت نہیں رہتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ورزش کرنے سے انسان کا نظامِ تنفس بھی ٹھیک رہتا ہے اور انسان سانس اور پھیپھڑوں کی بیماریوں سے بڑی حد تک چھٹکارا پا سکتا ہے۔ جو لوگ ورزش کو اپنا معمول بنائے رکھتے ہیں وہ بڑی حد تک دل کے امراض سے بھی بچے رہتے ہیں کیونکہ ورزش کرنے سے انسانی جسم میں زائد چربی جو کہ کولیسٹرول کی شکل میں ہوتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔ دائمی قبض اور معدے کے مریض بھی ورزش کرنے کا بہترین وقت صبح کا وقت ہے۔ سویرے اُٹھ کر تازہ ہوا میں چہل قدمی کرنا، ہلکی پھلکی ورزش کرنا اور پھر گہرے گہرے سانس لینا انسانی صحت کے لئے انتہائی مفید ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صبح کے وقت گھاس پر شبنم کے قطرے پڑتے ہوتے ہیں تو اُس پر ننگے پاؤں چہل قدمی کرنے سے انسانی دماغ تمام دن تر و تازہ رہتا ہے۔

ورزش کا اپنا طریقہ کار ہے۔ سب سے تھوڑی سی چہل قدمی یا دوڑنا چاہیئے تاکہ بدن گرم ہو جائے اور اس میں لچک پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد ورزش کے مختلف مشق کرنے چاہیئے جن میں پیروں، ہاتھوں، کمر، گردن اور پیٹ کے مشق انتہائی اہم ہیں۔

کوئی بھی کھیل شروع کرنے سے پہلے بھی ہلکی ورزش نہایت اہم ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے



کھیل میں چھوٹ لگنے کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ ورزش سے چونکہ جسم پھرتیلا اور دماغ و نظر تیز رہتا ہے۔ لہٰذا کھیل کے دوران کھلاڑی کو ورزش سے بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔

ورزش کے ذریعے ہم بہت ساری بیماریوں کو بغیر دوا کے قابو کر سکتے ہیں جس میں موٹاپا، تناؤ اور خوف و گھبراہٹ کے عارضے شامل ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہیں لہٰذا تندرست جسم اور تر و تازہ دماغ کے ساتھ ہی ہم ان جواہر کو استعمال میں لا سکتے ہیں۔ بقول حالیؔ!

یہ جوہر میں ہم میں امانت خدا کی
مبادا تلف ہو ودیعت خدا کی

اگر ہم کو کھیل کود کے میدان میں آگے بڑھنا ہے، تندرست رہ کر زیادہ سے زیادہ کام کرنا ہے، بیماریوں کے خلاف لڑنا ہے، تندرست اور توانا نسلیں پیدا کرنی ہیں، ملک کو ترقی کے راہ پر گامزن کرنا ہے تو ہم کو ورزش کو روزانہ کا معمول بنانا ہوگا کیونکہ صحت مند قوم ہی صحت مند ملک کی ضمانت بن سکتی ہے۔

# اخبار بینی کے فوائد

ہماری دنیا ایک گلوبل ولیج کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ دنیا کے ایک براعظم میں اگر کچھ واقعہ ہو جاتا تو تمام دنیا کو اس کی خبر ہو جاتی ہے۔ کسی خطے کو اگر قدرتی آفت کا سامنا ہو تو جلد ہی تمام دنیا والے ان کی مدد کے لئے دوڑتے ہیں۔ جنگ ہو یا امن خبروں کی بدولت ہم تمام دنیا سے باخبر رہتے ہیں۔

ویسے تو ریڈیو، ٹیلی وژن، ڈش کے ذریعے ہم دنیا بھر کے حالات و واقعات سے باخبر رہتے ہیں لیکن اخبار کی افادیت اپنی جگہ قائم ہیں۔

دنیا میں لاکھوں کے حساب سے روزنامے ہفت روزے اور ماہنامے چھپتے ہیں جن سے کروڑوں لوگوں کو مفید معلومات فراہم ہوتے ہیں۔ ان معلومات میں نہ صرف سیاسی، سماجی، معاشرتی، اور کھیل کی دنیا سے معلومات ہوتی ہیں بلکہ قدرتی آفات کی رپورٹنگ، جنگ زدہ علاقے کی صورتحال اور حادثات کے علاوہ جرائم کی دنیا سے متعلق خبریں بھی ہوتی ہیں۔

اخبار اگر ایک طرف انسان کو دنیا جہاں سے باخبر رکھنے کا فریضہ انجام دیتا ہے تو دوسری طرف یہ انسانی تفریح طبع کے لئے شوبز کی دنیا مثلاً ٹی وی، فلم، سٹیج اور تھیٹر کی معلومات بھی فراہم کرتا ہے۔ اخبار ہر عمر اور ہر صنف کے لئے یکساں دلچسپی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ چھوٹے بچوں سے لے کر بڑی عمر کے لوگ ہو یا نوجوان لڑکیاں یا خاتون خانہ ہو اخبار میں ہر طبقے اور مکتبہ فکر کے لوگوں کے لئے دلچسپی کا سامان ہوتا ہے۔

ہفت روزہ اور ماہانہ رسالے میں سیاست، کھیل، سماج شوبز کے حوالے سے تمام ہفتے اور مہینے کی

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

خبریں یکجا ہوتی ہیں۔

ان رسائل اور میگزین میں مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے لوگوں کی انٹرویوز، ان کے خیالات، ان کی ترجیحات، پسند ناپسند کے علاوہ ان کی نجی زندگی کی دیگر بہت ساری باتیں قارئین کے سامنے آجاتی ہیں۔

ان رسائل میں ادب کا حصہ بھی ہوتا ہے جس میں افسانے، لطائف، حکایات اور اشعار ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف پکوان بنانے کے طریقے، گھریلو ٹوٹکے نفسیاتی مسائل، خوابوں کی تعبیر کے متعلق مضامین بھی ہوتے ہیں اور ماہرین کے آرا بھی ہوتے ہیں۔

علم نجوم میں دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے بھی ان رسائل میں خاصی دلچسپی کا سامان ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان رسائل میں ماہر ڈاکٹرز اور حکیم مختلف امراض کا علاج تجویز کرتے ہیں اور ان سے بچاؤ کے طریقے بھی بتاتے ہیں۔

مختلف مضامین کے ذریعے ہم سائنس کی دنیا میں نت نئے تجربات سے واقف ہوتے ہیں اور حیرت انگیز ایجادات کی افادیت اور استعمال سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

اخبار سے وابستہ صحافی معاشرے کے عکاس ہوتے ہیں وہ جو کچھ معاشرے میں دیکھتے ہیں وہی اور قلمبند کرتے ہیں۔ تقریباً ہر شعبہ اور طبقے میں جونہی کوئی چونکا دینی والی خبر رونما ہوتی صحافی حضرات فوراً ادھر پہنچ کر اپنے قارئین کو حقائق سے آگاہ کرتے ہیں۔

جنگ کے دوران یہ صحافی اپنی جان مشکل میں ڈال کر جنگ زدہ علاقے کی کوریج کرتے ہیں اور لمحہ بہ لمحہ رپورٹ اپنے اخبار کے لئے بھیجتے ہیں۔ بعض صحافی اور اخبار خبر کی سنسنی بڑھانے کے لئے انہیں بڑے مرچ مصالحے لگا کے پیش کرتے ہیں جو کہ معاشرے پر اچھا اثر نہیں چھوڑتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اخبار میں فوتگی اور تلاش گمشدگی کی خبریں بھی چھپتی رہتی ہیں اور لوگ اپنے گردو پیش سے باخبر رہتے ہیں۔ اخبار کے ایک حصے میں جائیداد کی خرید و فروخت سے متعلق بھی خبریں ہوتی ہیں لہٰذا پراپرٹی کا کاروبار کرنے والے حضرات بھی اخبار سے استفادہ کرتے ہیں۔ کنٹریکٹرز حضرات بھی مختلف اشتہارات کے ذریعے اپنے کاروبار کے متعلق خبریں پڑھتے ہیں۔

خالی آسامیوں کے اشتہار بھی اخبار میں چھپتے ہیں۔ لہٰذا بیروزگار اور تلاش معاش کی فکر میں رہنے والے لوگ ان اشتہاروں سے استفادہ کرتے ہیں۔

اخبار کے ایڈیٹوریل صفحے پر سیاست، سماج، کھیل اور دیگر شعبوں کے متعلق علم رکھنے والے مفکر اور دانشور صحافی ہم کو مفید معلومات پہنچاتے ہیں اور مستقبل کے حوالے سے ہماری آنکھیں کھول دیتے ہیں۔



دنیا کی بڑی طاقتیں کیا کر رہی ہیں، ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا راز کیا ہے؟ تیسری دنیا کو کن مسائل کا سامنا ہے، غربت کا خاتمہ کیسے ہوگا؟ دنیا کس طرف جا رہی ہے؟ غرض ہر حوالے سے معلومات ہم کو اخبار ہی کے ذریعے ملتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اخبار ہماری آنکھیں ہیں۔

+ + + + + + + + + + + + + + + + + + + +

## دیہی زندگی

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔ وہ خواہ شہر میں رہے یا دیہات میں۔ اس دوسرے انسان سے رابطے میں رہنا ہوگا۔ ان کے لئے الگ تھلگ زندگی گزارنا ناممکن ہے۔

دیہاتی زندگی اگر ایک طرف بے شمار مسائل سے گزرتی ہے تو دوسری طرف سکون اور خلوص کی وجہ سے تناؤ کی اس دنیا میں یہ انسان کے لئے گوشہ عافیت ہے۔

دیہاتی لوگ زندگی کے بارے میں زیادہ جھنجھٹوں میں پڑنے والے نہیں ہوتے۔ دیہاتی عموماً سادہ لباس پہنتے ہیں۔ سادہ خوراک کھاتے ہیں اور سادہ رہن سہن اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ رسوم و رواج کے حوالے سے بھی یہ لوگ اتنے واقف نہیں ہوتے لہٰذا عید، بقرعید اور شب برات کے علاوہ یہ لوگ باقی تکلفات سے مستثنیٰ ہوتے ہیں کم تعلیم کی وجہ سے چونکہ ان کی سوچ بھی محدود ہوتی ہے لہٰذا یہ لوگ اپنے محدود دنیا میں خوشحال زندگی بسر کرتے ہیں۔

خوراک کے معاملے میں زیادہ تر اپنے ہی کھیتوں سے حاصل کردہ اجناس استعمال کرتے ہیں تازہ سبزیاں اور پھل کھاتے اور چونکہ مویشی بھی پالتے ہیں لہٰذا دودھ، دہی اور مکھن خالص حالت میں کھانا نصیب ہوتا ہے۔ گھریلو مرغبانی کرنے کی وجہ سے مرغی کا گوشت اور انڈے بھی کھانے میں شامل ہوتے ہیں۔ چونکہ خوراک خالص اور انتہائی سادہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کھیتوں میں دن رات محنت مشقت بھی کرتے ہیں لہٰذا دیہاتی ہر وقت تندرست اور ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔ بیماریاں بھی کم دیکھنے میں ملتی ہیں۔

فضا آلودگی سے صاف ہوتی ہے درخت اور سبزہ زیادہ ہونے کی وجہ سے بھی فضا صاف رہتی ہے۔ چونکہ آبادی کم ہوتی ہے گاڑیوں اور کارخانوں کا دھواں نہیں ہوتا لہٰذا اس وجہ سے بھی فضائی آلودگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ گاڑیوں اور مشینوں کا شور نہ ہونے کی وجہ سے ماحول پرسکون رہتا ہے اور اعصابی تناؤ سے لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ پینے کا صاف اور تازہ پانی میسر ہوتا ہے لہٰذا پیٹ کی بیماریاں بھی کم ہوتی ہیں۔

دیہات میں لوگ انتہائی اتحاد و اتفاق سے رہتے ہیں گاؤں کے بیچ میں ایک حجرہ ہوتا ہے جو کہ عام مہمان خانہ ہوتا ہے۔ اور دیہاتی ادھر اپنے تمام مسائل مل بیٹھ کر حل کرتے ہیں۔ شادی بیاہ ہو یا غم لئے اکٹھے ہو

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

دیہاتی سب کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹھاتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ گاؤں میں ایک بڑا جامع مسجد بھی ہوتا ہے جس میں نماز کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ روزانہ لوگ ایک دوسرے کے حال احوال سے باخبر رہتے ہیں۔

دیہاتی لوگ اپنے کھیتوں کے کام بھی مشترکہ طور پر کرتے ہیں فصلوں کی بوائی ہو یا کٹائی ہر محلے میں یہ دیہاتی گروپوں کو تشکیل دے کر کام ختم کرتے ہیں۔

ان تمام باتوں کے علاوہ جب ہم دیہاتی زندگی کی تصویر کے دوسرے رخ کو دیکھتے ہیں تو ان لوگوں کی زندگی انتہائی دگرگوں نظر آتی ہے۔دیہات میں ہسپتال اور طبی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہوں تعلیم کے شعبے میں بھی دیہاتی عموماً محروم ہی رہتے ہیں۔ٹرانسپورٹ کی اچھی سہولت نہ ہونے کی ساتھ ساتھ یہ لوگ زندگی کے دوڑ میں بھی پیچھے ہیں۔ٹی وی، اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ باقی دنیا سے تقریباً کٹے رہتے ہیں۔کارخانے اور ملیں نہ ہونے کی وجہ سے لوگ یا تو کھیتوں میں سخت مشقت کرتے ہیں یا بے روزگار ہیں۔کچھ دیہاتی دیگر شہروں اور ملکوں میں تلاش معاش کی وجہ سے مسافروں کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ صحت کی بنیادی سہولیات، اچھے ڈاکٹر اور لیبارٹریاں نہ ہونے کی وجہ سے شرح اموات یہاں زیادہ ہیں۔شدید حالت میں بیمار یا زخمی کو شہر لے جاتے لے جاتے دیر ہو جاتی ہے۔اور وہ راستے میں ہی دم توڑ دیتا ہے۔زچگی کے دوران مناسب دیکھ بھال اور طبی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے تو یا زچہ و بچہ مر جاتے ہیں یا خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

صحت و صفائی کے متعلق آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے چھوت چھات والی بیماریاں دیہاتوں میں جلدی اور آسانی سے پھیلتی ہیں۔گاؤں میں اچھے سکول اور اعلیٰ تعلیمی ادارے نہیں ہوتے اور شہروں میں جا کر دیہاتی تعلیم حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے لہٰذا تعلیمی سلسلہ اُن کے چھوٹ جاتا ہے اور نوجوان نسل بے راہ رو ہو جاتی ہے۔

میڈیا سے دُوری کی وجہ سے گاؤں میں اگر کوئی فوری آفت آ جائے تو اُس کی جلدی تلافی ناممکن ہوتی ہے۔دیہاتی لوگ دیگر بنیادی سہولیات جیسے سوئی گیس، بجلی اور ٹیلی فون سے بھی محروم ہیں۔لہٰذا اُن کی زندگی اس وجہ سے بھی انتہائی کٹھن ہوتی ہے۔ان کی زندگیوں کا سارا دارومدار کھیتوں پر ہے۔لہٰذا اگر موسمی اثرات سے فصل متاثر ہوتے ہیں تو ان لوگوں کا گزارا پھر مشکل ہوتا ہے۔

## حکومت اور ریاست:

ایسے حالات میں حکومت اور ریاست کی ذمہ داری بنتی ہیں کہ دیہاتی عوام کو ترجیحی بنیادوں پر بنیادی سہولیات فراہم کریں جن میں طبی سہولیات، تعلیمی سہولیات اور دیگر اہم سہولیات شامل ہیں۔دیہاتوں میں شعور اور آگہی پیدا ہوگی تو اُن کے لاتعداد مسائل خود بخود ہی حل ہو جائیں گے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner